

188541

9122 2
P-3 P

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188541

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۳۵۲ - Accession No. ۱۵۴۹۶
Author ۲ - ۲ سیکال سید ۱۵۴۹۶
Title مارشل سید

This book should be returned on or before the date
last marked below.

جمہوریہ یوگوسلاویہ

اور

مارشل ٹیوٹ

از

میکائیل پیڈیف

مترجم

اسرار احمد آزاد

ناشر

مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی

قیمت ۵۰

۵۱۳۴۶
۶۱۹۳۶

۱۵ م ۹۶

فہرست مضامین

	بچپن	۲۶	ملاقات	پہلا باب
۵۷	تعلیم	۲۶		اطالیہ کی سرحد پر
۵۸	دوکان پر	۲۸		میرا ہم سفر
۵۹	نئی دلچسپیاں	۳۲		یرس میں
۶۰	پہلا سکہ	۳۷	خفیہ ریلوے	دوسرا باب
۶۲	سیب کا درخت	۳۷		سادہ مزاج انسان
۶۳	روانگی	۳۹		شمنوں کا اعتراض
۶۴	شہر	۴۰		ٹینٹیشن بریکڈ
۶۶	چوتھا باب جنگ	۴۴		بندہ نظام
۶۶	گائوں اور شہر	۴۸		یرت انگیز طریقہ کار
۶۷	تہی دستی	۴۹		دو مثالیں
۷۰	مزدور	۵۱		ٹیو کی قابلیت
۷۳	کارخانہ میں ملازمت	۵۳		اہم مکالمہ
۷۴	ملازمت سے علیحدگی	۵۵		تیسرا باب
۷۷	جنگ عظیم اول کا آغاز	۵۵		ٹیو کا گائوں

مارشل ٹیڈ

۱۱۳	نامنصفانہ قانون	۷۸	روسلیوں کے ساتھ
۱۱۵	قید خانہ کے تجربات	۷۹	قیدی
۱۱۷	حالات کا اثر	۸۰	سرخ فوج کا سپاہی
۱۱۸	مشکلات	۸۲	نوجوی زندگی کے تجربات
۱۲۱	حکمت عملی میں تبدیلی	۸۲	نصف کن زمانہ
۱۲۲	نئے طریقہ کار کا نتیجہ	۸۶	پانچواں باب غلطیوں کا زمانہ
۱۲۳	گرفتاری کے پندرہ ہزار وارنٹ	۸۶	وطن میں واپسی
۱۲۵	نیا دور	۸۷	عالات کا پس منظر
۱۲۶	آٹھواں باب ویرانہ سے باہر	۹۰	غلطیاں
۱۲۷	ہوائی حملہ	۹۳	نفع اور نقصان
۱۲۹	نجات	۹۵	گرفتاری
۱۳۲	بلغزاد سے روانگی	۹۸	چھٹا باب بھوک ہرماں
۱۳۲	بیلو ہول	۹۸	گورنر بہادر کی پریشانی
۱۳۴	مدافعت کی تیاریاں	۱۰۱	لیسوکلا دار؟
۱۳۵	آگ بھلانے کے انجن	۱۰۲	قیدیوں کی آمد
۱۳۶	انکشاف راز	۱۰۳	نئی اذیت
۱۳۷	گستاخوں کی سرگرمیاں	۱۰۵	بھوک ہرماں کا آغاز
۱۳۹	الزامات	۱۱۲	ساتواں باب روپوشی
۱۴۱	بغاوت کا آغاز	۱۱۳	آمریت کے نتائج

۱۴۳	مصاحبت و مفاہمت کی کوشش	۶۷
۱۴۵	ہہائیٹوچ کا جواب	۸۵
۱۴۶	ایک اور تحریر	۱
۱۴۹	تنبیہ	۲
۱۴۹	گیارہواں باب مقدونیا	۴
۱۵۲	پیر کی داستان	۶۴
۱۵۵	مقدونیا کی آزادی کی حقیقت	۱۰۷
۱۵۵	ایک عجیب مثال	۱۰۹
۱۵۸	ٹیٹو کی مقبولیت	۲۱۲
۱۵۸	بارہواں باب تدبیر	۲۱۶
۱۶۰	تحریک کا سیاسی پہلو	۲۱۶
۱۶۰	مشکلات	۲۱۸
۱۶۰	بے تعصبی	۲۲۰
۱۶۱	صحیح حکمت عملی کے نتائج	۲۲۴
۱۶۷	بلقان پر ٹیٹو کا اثر	۲۲۹
۱۶۵		
	ہسپانی کی داستان	
	برطانوی فوجی مشن	
	حیرت انگیز بہادری	
	لواں باب اتحاد کی قیمت	
	ایک غمناک کہانی	
	قوت کاراز	
	اہم مسائل	
	فوجی تربیت گاہ	
	فوج کی تنظیم	
	رضا کار سپاہی	
	ومنوں کے وحشیانہ مظالم	
	یسواں باب ہہائیٹوچ	
	پچیدہ مسئلہ	
	دو متضاد خیالات	
	سلاواک اور سربا پہلو	
	سیرا اور تدبیر	

تعارف

یوگوسلاویہ جزیرہ نمائے بلقان کی ایک ایسی ریاست ہے جو پہلی عالمگیر جنگ کے بعد ریاست ہائے سابقہ اور مائٹی نیگرو تیز ہینڈری کے صوبہ جات کرٹیا، بوسنیا، دلماٹا اور واسوویا کو شامل کر کے قائم کی گئی تھی یوگوسلاویہ کا تقریباً پچانوے ہزار مربع میل ہے اور وہاں ایک کروڑ چالیس لاکھ کے قریب افراد آباد ہیں جن میں سرب، کروٹ، ہنگیرین، جرمن اور البانوی اقوام کے علاوہ دوسری چھوٹی چھوٹی قومیں بھی شامل ہیں حتیٰ کہ بوسنیا کے علاقہ میں پندرہ لاکھ مسلمان بھی آباد ہیں۔

جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس ریاست کے قیام کے پہلے ہی دن سے اس کی زمام حکومت ان سرب رہنماؤں کے ہاتھوں میں رہی جو دوسری سلاواؤ اقوام کو محکوم رکھنے کے خواہشمند تھے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس ریاست کا نظام حکومت کم و بیش فاشی نگرہ گیا۔

پانچ اپریل ۱۹۴۱ء کو ہٹلر کی فوجوں نے اس ملک پر حملہ کیا اور ناروے کی طرح اس ملک کے مخدروں کی امداد و اعانت کی بدولت ایک ہی سہفتہ میں تمام یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا۔ ان علاقوں میں، نیدرلینڈ اور باویرینج کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

یوگوسلاوی فوج کے بہت سے افراد کام آئے، کچھ گرفتار ہو گئے اور باقی ماندہ فوج نے دشمن کی اطاعت قبول کر لی۔ جنرل سمووچ کی قیادت میں قائم شدہ حکومت لندن منتقل ہو گئی اور حکومت کے جو مرکز ہی اور مقامی شعبے اور ادارے ملک کے اندر باقی رہ گئے تھے انہوں نے دشمن کے ساتھ اشتراک عمل شروع کر دیا۔

یوگوسلاویہ ایک چھوٹا سا ملک ہے اور جرمنوں کے حملہ سے پہلے وہاں کی حکومت کے طرز عمل کی بدولت اس ملک کی مختلف قوموں اور سیاسی جماعتوں کے مابین کوئی قابل ذکر اتحاد و اتفاق رائے بھی موجود نہیں تھا لیکن چند ہی روز کے بعد دنیا بھر میں کرمختیر ہونے لگی کہ یوگوسلاویہ میں جرمن، اطالوی اور ہڈار یوگوسلاوی افواج کو شدید ترین مشکلات اور مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

حملہ آور فوج اور اس کے معاونین کو یوگوسلاویہ میں چوکھ پیش آتا رہا شروع شروع میں اس ملک کی جلا وطن حکومت اسے اپنے ایک افسر کرنل دراٹزا اہا نیلوویچ کی (جسے بعد میں وزیر جنگ مقرر کر دیا گیا تھا) مخالفت فاشیت اور وطن پرورانہ سرگرمیوں کا نتیجہ قرار دے کر دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتی رہی کہ درحقیقت یوگوسلاویہ پر قابض غیر ملکی افواج کا مقابلہ جلا وطن یوگوسلاوی حکومت ہی کے اشاروں پر کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی اور اس حکومت کا وہ وزیر جنگ جسے وطن پروری کے نقطہ نظر سے ایک مقدس اور قابل

احترام، شخصیت ثابت کرنے کی جدوجہد کی جارہی تھی، وطن فروشی، غداری اور اپنے عزیز وطن کو غلام بنانے والوں کے ساتھ اشتراک عمل ایسے جرائم کے ارتکاب میں مصروف تھا۔ یوگوسلاویہ کی آزادی کی جدوجہد کی یہی وہ منزل ہے جہاں ہمیں ٹیٹو فاشی اور غدار یوگو سلاوی فوجوں کے خلاف اپنی قوم کے بہترین افراد کی رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

پیش نظر اوراق میکائیل پیدلیف کی کتاب "مارشل ٹیٹو" کا ترجمہ ہیں مصنف نے سوانح نگاری کی عام روش سے علیحدہ ہو کر اس کتاب میں ٹیٹو کے حالات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے اس کی زندگی کی جزوی تفصیل کی بجائے ایک ایسا خاکہ آجاتا جو جس میں اس کی سیاسی اور عسکری سرگرمیوں کے نقوش ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ٹیٹو کے حالات زندگی کو اس طرح مرتب اور پیش کرنے کی دو وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ یوگوسلاویہ ایسے پس ماندہ ملک کے ایک غریب دیہاتی آہنگر کے لڑکے کو خاندانی اور ذاتی حالات میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہو سکتی تھی جس کے بیان نہ کرنے پر مصنف کو مورد الزام قرار دیا جاسکے۔ اور دوسری یہ کہ یہ کتاب انگلستان میں اس وقت شائع کی گئی تھی جب براعظم یورپ کے مختلف ملکوں میں فاشی افواج اور جمہوریت پسند عناصر کے مابین شدید کشمکش جاری تھی اور جمہوریت پسند اقوام کے وہ افراد

جو فاشی خیالات اور جمانات رکھتے تھے حریت خواہی اور جمہوریت پسندی کے نام پر حقیقی حریت پسند عناصر کو بدنام اور کمزور کرنے کی کوششیں اور سازشیں کر رہے تھے۔ ان حالات میں اس بات کی ضرورت تھی کہ یوگوسلاویہ کی تحریک حریت خواہی کے خلاف اپنوں اور بیگانوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو دور اور دشمنوں کے دوستوں کی نفرت انگیز سازشوں کو بے نقاب کیا جائے۔ میرے خیال میں اس موقع پر اس کتاب کی اشاعت کا مقصد بھی یہی تھا لیکن جہاں تک ٹیٹو کی زندگی کا تعلق ہے اس میں وہ حالات موجود ہیں جنہیں سوانح نگاری کے اعتبار سے موجود ہونا چاہئے۔ مختصر یہ کہ غیر ضروری اور جزوی باتوں کو چھوڑ کر مصنف نے ٹیٹو کے متعلق ان تمام امور کو بیان کر دیا ہے جو کسی شخص کی زندگی میں دوسروں کیلئے مفید، دلچسپ اور قابل تقلید ہو سکتے ہیں۔

ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے دوران میں انٹرنیشنل بریگیڈ میں شامل ہونے والوں کے علاوہ یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے حملہ اور قبضہ سے پہلے، یوگوسلاویہ سے باہر کسی شخص نے ٹیٹو کا نام بھی نہ سنا تھا۔ لیکن ۱۹۴۱ء کے آخر اور ۱۹۴۲ء کے آغاز میں جب یوگوسلاویہ وطن پروردگی کی جدوجہد کے سلسلہ میں ہائیبلوچ کی بجائے ٹیٹو کا ذکر آنا شروع ہوا تو سیاسیات سے حقیقی دلچسپی رکھنے والا طبقہ اس کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا بھی خواہشمند نظر آنے لگا۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے ۱۹۴۵ء

سے پہلے ہندوستان میں کوئی ایسی کتاب نہیں آئی جس سے ٹیٹو کے ماضی پر کوئی روشنی پڑ سکتی۔ البتہ اس زمانہ میں بمبئی کے انگریزی روزنامہ "بیبے کرائیکل" کی ہفتہ وار اشاعت اور ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کے زمانہ جنگ کے انگریزی ترجمان "بیپلز وار" میں نہایت اختصار کے ساتھ اس کے حالات ضرور شائع ہوئے تھے۔ اس کے بعد نومبر ۱۹۴۳ء میں قومی دارالاشاعت بمبئی نے انگریزی میں "یوگوسلاوی چھاپہ مار" کے عنوان سے ۸۵ صفحات کی ایک کتاب شائع کی، جس میں ٹیٹو اور مہا کیلوج کے اصولی اختلافات اور متضاد سرگرمیوں پر توسیع حاصل بحث ضرور موجود تھی لیکن ٹیٹو کے شخصی حالات پر روشنی کی کوئی کرن تک نہ پڑتی تھی۔ حتیٰ کہ پیدلین کی کتاب میرے سامنے آئی اور میں نے اسے اردو میں ترجمہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔

میں جانتا ہوں کہ میرے ترجمہ کا یہ موضوع خشک اور تجارتی اعتبار سے غیر دلکش ہے لیکن اس علم کے باوجود میں اس قسم کی کتابوں کی اشاعت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عہد حاضر میں جو خواص کا نہیں بلکہ "عوام کا زمانہ" ہے اپنے ملک کی عوامی تحریکات کو کامیاب بنانے کے لئے دنیا کے مختلف حصوں کی ایسی ہی تحریکات ان کے رہنماؤں اور عوام کی جدوجہد، قربانیوں اور سر فروشی کے حالات ہمارے سامنے رہیں اور ہم ضرورت کے وقت

ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاں تک اردو زبان کی توسیع و ترقی اور اس کی افادہ حیثیت میں اضافہ کا تعلق ہے یہ بات اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک اس میں اچھی قسم کی علمی، ادبی اور سیاسی کتابیں بکثرت شائع نہ کی جائیں۔

اس کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے میں نے اول تو بعض واقعات کی تشریح کے لئے فٹ نوٹ لکھ دیئے ہیں اور دوسرے بہت سی ضمنی سُرخیاں قائم کر دی ہیں تاکہ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ پر از معلومات اور دلچسپ بن سکے۔ لیکن اردو زبان میں اس کتاب کی اشاعت کا مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک اس میں ان حالات کو شامل نہ کر دیا جائے جو ٹیٹو اور اس کے رفقاء کار کی گزشتہ طویل صبر آزما اور نیا دارانہ جدوجہد کے نتیجے کے طور پر رونما ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یوگوسلاویہ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۱ء تک جب کہ اس پر جرمنی کا تسلط ہو گیا تھا، ایک آزاد ملک رہا تھا لیکن اس کی یہ آزادی حقیقی نہیں بلکہ مصنوعی آزادی تھی اور غیر ملکی سرمایہ داروں نے اسے اپنے مفاد اور مصلح کا آماجگاہ بنا رکھا تھا۔

یوگوسلاویہ کی صنعت و حرفت پر غیر ملکی سرمایہ داروں کا قبضہ تھا اور اس ملک کی معدنیات، صنعت پارچہ بانی اور دوسری صنعتوں میں غیر ملکی سرمایہ لگا ہوا تھا۔ ۱۹۴۱ء کے آغاز میں یوگوسلاویہ کا صنعتی سرمایہ ۱۴۳۵۱ ملین دینار تھا جس میں سے ۷۳۷۶ ملین دینار غیر ملکی

سرمایہ تھے۔ اسی طرح جنگ عظیم ثانی سے پہلے اس کے کونٹہ اور دیگر معدنیات کی مقدار کا علی الترتیب ۳۱ اور ۴۲ اور ۹۸ فیصد ہی غیر ملکوں کی قبضہ میں تھا۔ چنانچہ ایک آزاد ملک کہلانے کے باوجود اس کی دولت اور صنعت کے فوائد سے خود اس کے فرزند تقریباً محروم تھے۔

زمین کا معاملہ بھی یہی تھا ۱۹۳۱ء کی یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے دو تہائی سے زیادہ باشندے ایک تہائی زمین سے کم پر قابض تھے اور بے شمار زرعی مزدور ایک اونچ زمین کے مالک بھی نہ تھے اس کے برعکس کاؤنٹیاں اور سبرگ ایسے زمیندار بھی موجود تھے۔ یہ زمیندار تنہا ۵۵ ہزار ایکڑ زمین کا مالک تھا۔

ظاہر ہے کہ وان اور سبرگ ایسے لوگ یوگوسلاویہ کے غریب کسانوں کی بجائے غیر ملکی سرمایہ داروں کے ساتھ رشتہ اتحاد استوار کرنے ہی میں اپنی عافیت محسوس کرتے تھے اور اسی لئے یوگوسلاویہ ریاست کے قیام کے روز اول ہی سے وہاں قائم شدہ حکومتیں غیر ملکی سرمایہ داروں کی آلہ کار بنی رہی تھیں۔

یوگوسلاویہ میں مختلف اقوام کا مسئلہ بھی ہمیشہ پریشانی کا موجب بنا رہتا تھا۔ ہندوستان کی طرح اس چھوٹے سے خطہ میں بھی متعدد اقوام آباد ہیں، اور وہاں کے حکمران انہیں مشتعل کر کے ایک دوسرے کے خلاف صف بستہ رکھتے تھے۔ پھر اگرچہ وہاں قانون ساز مجلس موجود تھی لیکن جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس مجلس

کو جمہوری اصول کے مطابق کام کرنے کا موقع نہ دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ برسرِ اقتدار رجعت پسند جماعتیں، آزاد خیال نمائندوں کو اس مجلس میں شرکت کے حق سے بھی محروم کر دیا کرتی تھیں۔

یہ حالات تھے جب ہٹلر کی افواج نے یوگوسلاویہ پر حملہ کیا اور وہاں کی غیر متضبول اور کمزور حکومت شکست پانے کے بعد لندن چلی گئی۔ لیکن یوگوسلاویہ کے باشندے اس شکست سے غیر متاثر رہے۔ شکست حکومت کو نصیب ہوئی تھی اس حکومت کو جو غرض مند سرمایہ داروں، جاہل امراء اور غیر ملکی اجیروں پر مشتمل تھی۔ اس حکومت کو عوام کی تائید اور حمایت حاصل نہیں تھی اس کی شکست کو عوام کی شکست نہیں کہا جاسکتا تھا۔

یوگوسلاوی حکومت کی شکست کے بعد مقدم ترین ضرورت یہ تھی کہ عوام کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے لیکن یوگوسلاوی اقوام کی درمیان باہمی بے اعتمادی کا رفرما تھی۔ اور گذشتہ تلخ تجربات کے پیش نظر انہیں ایک دوسرے کے قریب آتے ہوئے خوف محسوس ہوتا تھا لیکن ٹیوٹو نے اپنے تجربات کی روشنی میں اپنے قول اور فعل کی یکسانیت کی قوت سے انہیں متحد اور منظم کر دیا۔

یوگوسلاویہ کے عوام چار سال تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے ابتدا میں یوگوسلاویہ کی مدافعت کرنے والے ان لوگوں کی تعداد بہت ہی کم تھی لیکن یہی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔ اور اگر یہ جنگ کے

پورے زمانہ میں بہترین اسلحہ سے مسلح چالیس جرمن ڈویژن انہیں شکست
 دینے کی کوشش کرتے رہے لیکن انہیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ جرمنوں
 نے اس ملک میں سات مرتبہ زبردست پیش قدمی شروع کی۔ لیکن انہیں
 ہر مرتبہ ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑا۔

اس جہاد آزادی میں یوگوسلاویہ کے باشندوں کو جو عظیم نقصانات
 برداشت کرنے پڑے ان کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اس
 چھوٹے سے ملک کے صنعتی سامان کا ستر فی صدی حصہ بالکل برباد ہو گیا
 صنعتی کارخانے تباہ، نیز آمد و رفت اور خبر رسانی کے ذرائع منقطع ہو گئے
 اور بستیاں ویران نظر آنے لگیں۔ ملک کی اس تباہی اور بربادی کو
 دیکھ کر یوگوسلاویہ کے باشندوں نے ایک فیصلہ کیا ایک تاریخی اور اہم
 فیصلہ۔ اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ پرانے نظام حکومت کو زندہ نہ ہونے دینگے
 ہم نے فتح حاصل کی ہے اور ہم یوگوسلاویہ کے عوام ہی اس کا پھل بھی
 کھائیں گے۔

چنانچہ اس فیصلہ کے ماتحت انہوں نے اپنے ملک کے لئے ایک
 دستور حکومت مرتب کیا جو ایک سو اسی دفعات پر مشتمل ہے۔ اس
 دستور اساسی کی دفعہ ۲ کے مطابق۔

یوگوسلاویہ کی وفاقی جمہوریت، جمہوریہ سر بیا، جمہوریہ کروٹیا،
 جمہوریہ سالونیا، جمہوریہ بوسنیا اور ہرزگووینا، جمہوریہ مقدونیا،
 جمہوریہ ماٹھی نیگر و نیز جمہوریہ سر بیا میں شامل خود مختار صوبہ وجودینا

اور خود مختار علاقہ کسویتو ہنخان پر مشتمل ہے۔

دستوری دفعات ۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵ میں یوگوسلاویہ کی مختلف اقوام کی مساواة اور اتحاد کی ضمانت دی گئی ہے۔ چنانچہ دفعہ ۱ میں مذکور ہے کہ یوگوسلاویہ میں آباد تمام اقوام "حقوق کے اعتبار سے مساوی ہیں (لیکن) انہوں نے حق خود ارادیت کو جس میں کامل علیحدگی کا حق بھی شامل ہے تسلیم کرتے ہوئے اپنی رضامندی سے ایک وفاقی حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا ہے"

اس طرح اب یوگوسلاویہ وہ پرانا یوگوسلاویہ نہیں رہا جس میں بسنے والی مختلف اقوام ایک دوسرے کی دشمن تھیں بلکہ ایک ایسا یوگوسلاویہ عالم وجود میں آیا ہے جس میں ہر قوم کے حقوق محفوظ ہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ جہاں کے محنت کش طبقات کے حقوق کو بھی محفوظ اور مامون کر دیا گیا ہے اور اب غلط فہمیوں، شکوک و شبہات اور ناراضیوں سے بے نیاز ہو کر اس ملک کے تمام باشندے اپنے وطن کی ترقی اور خوش حالی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

اس موقع پر میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں جسے صحیح طور پر نہ سمجھنے کے باعث مذہبی نقطہ نظر سے یوگوسلاویہ کے موجودہ رہنماؤں کے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہو جانے کا امکان ہو اور وہ واقعہ ہے کیتھولک چرچ کے آرچ بشپ اپینین کی گرفتاری

اور سزایابی -

یوگو سلاوی کیتھولک چرچ کے رہنما آرج پشپ اسٹین کو ستمبر ۱۹۴۶ء کے غالباً تیسرے ہفتے میں گرفتار کر کے اس پر جمہوریہ کروٹیا کے دارالحکومت زغرب میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اس کے خلاف کروٹیا کے باشندوں کو لٹنے کا الزام عائد کیا گیا تھا اور اس کے چرچ کی تلاشی کے دوران میں اس کے قبضہ سے لاکھوں روپیہ کی مالیت کا سامان برآمد ہوا تھا۔ اس واقعہ کے پیش نظر وٹاکن نیز امریکہ اور یورپ کے ان لوگوں نے جو مذہب کے نام پر عوام کی سیاسی بیداری کو کچلنے کے خواہش مند رہتے ہیں ٹیٹو اور یوگو سلاویہ کی حکومت کے خلاف لائڈز مذاہب ہونے کا الزام لگا کر اس کو بدنام کرنے کی انتہائی کوشش کی تھی۔ اس سلسلہ میں یہاں مارشل ٹیٹو ہی کے الفاظ نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

ستمبر ۱۹۴۶ء میں بمقام پراگ ورلڈ اسٹوڈنٹس کانگریس کا اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نمائندہ کی حیثیت سے مسٹر گوتم چیتوپادھیہ بھی شریک ہوئے تھے کانگریس کا اجلاس ختم ہو جانے کے بعد انہوں نے جمہوریہ یوگو سلاویہ کا دورہ کیا تھا اور اس موقع پر انہیں مارشل ٹیٹو سے ملنے کا اتفاق بھی ہوا تھا اس ملاقات کے دوران میں جب مارشل ٹیٹو سے آرج پشپ اسٹین کی گرفتاری کے معاملہ پر اظہار خیال کی درخواست کی گئی تو انہوں نے کہا:-
جمہوریہ یوگو سلاویہ کے دستور اساسی میں مذہبی آزادی

کے تحفظ کی ضمانت موجود ہے۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں کئی ہولک
 پادریوں میں سے بہت سے پادریوں نے دشمن کے ساتھ
 ہو کر جنگ میں حصہ لیا تھا اور آج بھی وہ تعمیر جدید کی تجاویز
 کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن ہم ان تمام
 پر نہیں بلکہ صرف ان لوگوں پر مقدمہ چلا رہے ہیں جنکے
 خلاف قتل و غارت گری اور عوام کو لوٹنے کے الزامات عائد
 ہوتے ہیں۔

زغراب کے آرچ بشپ اور اس کے رفقا رکارنے
 استاشی کی وطن شہمی کی مہم میں اس کی مدد کی تھی اور وہ عوام
 کو لوٹتے رہے تھے چنانچہ زغراب کے چرچ کی تلاش کے
 دور ان میں مال مسروقہ کی بہت بڑی مقدار برآمد ہوئی ہے
 ہمارا عقیدہ ہے کہ قانون کی نظر میں سب کی حیثیت مساوی
 ہے کوئی شخص خواہ شاہی لبادہ پہن کر جرم کا ارتکاب کرے
 یا خرقہ درویشی میں ملبوس ہو کر۔ ہم اس کے خلاف مقدمہ
 ضرور چلائیں گے اور اگر اس کے خلاف جرم ثابت ہو جائیگا
 تو ادنیٰ سے تکلف کے بغیر اسے سزا بھی ضرور دیں گے اس
 معاملہ میں ہمیں بیرونی دنیا کے رجعت پسندوں کی دھمکیوں
 کی کوئی پروا نہیں۔

یہ کہنا کہ یہ مقدمہ اراضی کے سلسلہ میں ان اصلاحات کے

ساتھ وابستہ ہے جو مذہب کی مخالفت پر منتج ہوں گی صریح حماقت ہے۔ حکومت نے اراضی کو اس لئے ضبط نہیں کیا کہ وہ مذہب کی بیخ کنی پر آمادہ ہے بلکہ اراضی کی پرانی تقسیم ایک سماجی نا انصافی اور بے ضابطگی تھی اور وہ عوام کے مفاد کے پیش نظر اراضی کسانوں کو دینا چاہتی تھی۔

جدید یوگوسلاویہ کو حقیقی مذہب کے ساتھ کوئی عناد نہیں اور میں غلطی پر نہیں تو میرا خیال ہے کہ صحیح مذہب کے مطابق "عوام کی آواز" کو "خدا کی آواز" سمجھا جاتا ہے لیکن یہ رحمت پسند جنہیں ہم سزا دے رہے ہیں اس منقولہ کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ "عوام کی آواز شیطان کی آواز ہے" اور اسی لئے ہم انہیں خطرناک اور قوم کے دشمن تصور کرتے ہیں۔

یہ ہیں مذہب کے متعلق ٹیٹو کے خیالات جن کی روشنی میں اس امر کا اندازہ کر لینا کچھ مشکل نہیں کہ مذہب کے سلسلہ میں جمہوریہ یوگوسلاویہ کا نظریہ اور طرز عمل کیا ہے۔

یوگوسلاویہ میں جرمنی اور اس کے حلیفوں کی بے چارگی اور شکست، یوگوسلاویہ اقوام کے درمیان مستحکم اتحاد کا قیام اور اب بلقان ہی میں نہیں بلکہ یورپ میں جمہوریہ یوگوسلاویہ کی عزت و سربلندی صرف مارشل ٹیٹو ہی کی مخلصانہ جدوجہد کے نتائج ہیں ایسے خوشگوار نتائج جن سے ہر ملک و قوم اور اس کے رہنماؤں کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

سید لیفٹ نے اپنی کتاب کے ایک باب میں مارشل ٹیٹو اور ہائیلوچ کے اختلافات پر بھی بحث کی ہے آج ہائیلوچ اس دنیا میں موجود نہیں۔ ۱۹۴۶ء میں یوگوسلاویہ کی قومی عدالت نے اس کے خلاف دشمن کی مدد کرنے اور قومی آزادی کی تحریک کو شدید نقصان پہنچانے کے الزامات ثابت ہو جانے کے بعد اسے سزائے موت دیدی تھی۔ اور بظاہر کتاب میں اس باب کی موجودگی غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اول تو یہ کتاب اس زمانہ میں شائع ہوئی تھی جب ٹیٹو اور ہائیلوچ کے اختلافات یوگوسلاویہ کے دوستوں اور دشمنوں، دونوں کے لئے مرکز توجہ بنے ہوئے تھے اور اس معاملہ کو زیادہ سے زیادہ واضح اور صاف کرنے کی ضرورت تھی دوسرے اس باب کا مطالعہ آج بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ اس کے مطالعہ سے دو ایسی شخصیتوں کی ذہنی کیفیات پر روشنی پڑتی ہے جو اپنی اپنی جگہ اپنے وطن کو دشمن کی گرفت سے آزاد کرانے کے مدعی ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں ان کے تخیلات اور طریقہ کار بالکل مختلف اور متضاد تھے۔ اور آج جب کہ اس بحث کا خاتمہ ہو چکا ہے عوام خود اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان میں کس کی رائے اور طریقہ عمل صحیح اور مفید تھا اور ممالک و اقوام کے دیانتدار اور ایثار پیشہ رہنماؤں میں کس درجہ وسعت نظر اور کشادہ دلی موجود ہونی چاہئے۔

اس موقع پر ان اختلافات کی جانب بھی اشارہ کر دینا ضروری

معلوم ہوتا ہے جو مشرقی اور وسطی یورپ کی نئی بین الاقوامی اشتراکی جماعت کومن فورم اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کے مابین پیدا ہو گئے ہیں اور جن کے رونما ہونے کا سبب ٹیٹو کی ذات کو قرار دیا جاتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سیاسی رجحانات کو اعتبار سے دنیا اس وقت دو حصوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ یا پھر مذکورہ بالا جملہ کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ایک گروہ دنیا کی موجودہ اقتصادی معاشرتی اور سیاسی برائیوں اور خرابیوں کا واحد علاج اشتراکیت کو قرار دیتا ہے اور اس سلسلہ میں سوویت روس کو رہنما تصور کرتا ہے اور دوسرا گروہ بین الاقوامی فلاح و بہبود کو قدیم سرمایہ دارانہ نظام کے برقرار رکھنے ہی میں مضمر سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنے ان متضاد نظریوں کی ماتحت ہر گروہ اس کوشش میں بھی مصروف رہتا ہے کہ اپنے حریف کی معمولی سی کمزوری یا غلطی کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرے اور اسے اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھے۔ ان حالات میں کومن فورم اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کے درمیان پیدا شدہ اختلافات کے متعلق مخالف اشتراکیت گروہ کے خیالات اور قیاسات کو لفظ بلفظ صحیح سمجھ لینا قرین دانشمندی نہیں ہو سکتا۔

پھر حال اس وقت تک جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ٹیٹو نے یوگوسلاویہ کے وزیر اعظم کی حیثیت سے وہاں جو حکمت

عملی اختیار کی ہے۔ کو من فورم اسے اصول اشتراکیت کے مطابق نہیں سمجھتی ہے اور چونکہ یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی اپنی موجودہ مقبولیت تنظیم و استحکام نیز اثر و اقتدار کے لئے ٹیٹو ہی کی رہنمائی ہے اور وہ ٹیٹو کی مخالفت کرنے پر آمادہ نہیں اس لئے کو من فورم نے اسے اپنے دائرہ سے خارج کر دیا ہے۔ لیکن ٹیٹو کی وہ حکمت عملی کیا ہے جسے کو من فورم اصول اشتراکیت کے منافی تصور کرتی ہے اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی اس حکمت عملی سے اختلاف اور ٹیٹو کی مخالفت کرنے پر کیوں آمادہ نہیں؟ اگرچہ ان سوالات کے جواب حاصل کرنے کے لئے ہمارے روبرو کو من فورم کا وہ بیان موجود نہیں جو اس سلسلہ میں شائع کیا گیا ہے لیکن جہاں تک خبروں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کو من فورم کے مذکورہ بالا فیصلہ کی وجہ یہ ہے کہ یوگوسلاویہ کے وزیر اعظم کی حیثیت سے ابھی تک ٹیٹو نے اصول اشتراکیت کے مطابق ملک میں مشترکہ اداروں کے قیام پر پوری توجہ مبذول نہیں کی اور چونکہ یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی نے ٹیٹو کی اس حکمت عملی کے خلاف کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا اس لئے کو من فورم نے اسے اپنے دائرہ سے خارج کر دیا۔

مارشل ٹیٹو اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کے طرز عمل کو سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے یوگوسلاویہ اور وہاں کے باشندوں کے حالات نیز ٹیٹو اور ملک کے ساتھ اس کے تعلق کو سمجھ لیا جائے۔

یوگوسلاویہ ابتدا ہی سے ایک زرعی ملک رہا ہے اور اس وقت یوگوسلاوی رہنماؤں نیز ارباب حکومت کے رو برو اسے صنعتی ملک بنانے کا سوال سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور چونکہ ملک کو صنعتی بنانے کے سلسلہ میں مشینری حاصل کرنے کے لئے مغربی طاقتوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے بھی ضروری تھے اس لئے ٹیٹو نے مشترکہ اداروں کے قیام پر جو قیام اشتراکیت کا بین ثبوت ہیں فی الحال بہت زیادہ زور نہیں دیا۔ غالباً ٹیٹو کا خیال یہ ہو گا کہ ایک پختہ کار اور قابل اعتماد کمیونسٹ ہونے کے باعث کومن فورم میں اسکے رفقاء کار اس کے اس طرز عمل کے خلاف کوئی زبردست اعتراض نہیں کریں گے اور اس طرح ایک طرف تو وہ اشتراکی برادری میں شامل رہ سکے گا اور دوسری طرف اس کے اس طرز عمل سے یوگوسلاویہ کو صنعتی ملک بنانے میں بہت زیادہ مدد مل سکے گی۔ لیکن کومن فورم ڈیٹو کی اس حکمت عملی کو صحیح قرار نہیں دیا اور اس طرح غیر متوقع طور پر حالات نے مذکورہ بالا صورت اختیار کر لی۔

اس تنازعہ میں جہاں تک یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کا تعلق ہے ملک کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ وہ ٹیٹو کی مذکورہ بالا حکمت عملی کو اگر غلط بھی سمجھتی ہے تو اس مرحلہ پر اس کی مخالفت نہیں کر سکتی۔ دراصل یوگوسلاویہ کے باشندے بے حد قوم پرور اور جذباتی واقع ہوئے ہیں ٹیٹو کی قیادت کے آغاز سے قبل ملک اور اہل ملک جن مصائب و مشکلات

کاشکار بنے ہوئے تھے ان کا کچھ نہ کچھ اندازہ اس کتاب کے مطالعہ سے کیا جاسکے گا۔ ٹیٹو نے انہیں منظم اور متحد کیا، قومی زندگی کے مختلف گوشوں میں جو الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں انہیں سلجھایا، انہیں ملکی اور غیر ملکی محکومیت سے نجات دلوائی اور انہیں آزاد ہی، خوش حالی اور ترقی کی راہ پر لگایا۔ اس طرح ٹیٹو کی ذات اپنی یوگوسلاویہ کے لئے غیر معمولی اہمیت، عقیدت اور محبت کا مرکز بن گئی اور اب یوگوسلاویہ میں ٹیٹو کی مخالفت کرنا کچھ آسان کام نہیں پھر اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ یوگوسلاویہ میں کمیونسٹ پارٹی کی تشکیل اور تنظیم کا سہرا بھی ٹیٹو ہی کے سر ہے۔ اور یوگوسلاویہ کے تمام کمیونسٹ اسی کی تربیت کے رہن منت ہیں اور ان کے لئے ٹیٹو کی مخالفت کرنا کم از کم اس وقت بے سود ہے۔

ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یوگوسلاویہ کا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا ٹیٹو کا مذکورہ بالا طرز عمل اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کی روش اسے مغربی حکومتوں کے ساتھ وابستہ کرے گی یا وہ از سر نو کومن فورم کے دائرہ میں شامل ہو جائے گا؟

مغربی حکومتوں کے گروہ کے رہنما ملک - امریکہ، برطانیہ اور فرانس - کا خیال ہے کہ مشرقی یورپ کے متحدہ اشتراکی محاذ میں جو رخ نہ پیدا ہو گیا ہے وہ قائم رہے گا اور اس کے ذریعہ سے کم از کم بر اعظم یورپ میں اشتراکیت کی روز افزوں ترقی اور مقبولیت کو مسدود

کیا جاسکے گا۔ لیکن جب ہم ٹیٹو کے ماضی اور یوگوسلاویہ کے حال پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس خیال کی تصدیق کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی۔

ٹیٹو ایک پیدائشی اشتراکی واقعہ ہوا ہے اور اس نے سیاسی جدوجہد کے میدان میں آنے کے بعد اس وقت تک جو کچھ کیا ہے اس کی بنیاد نظر یہ اشتراکیت ہی پر رکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ پھر اس کے ذاتی اعمال اور یوگوسلاویہ کی موجودہ حکومت کے ارباب بست و کشاد میں ذاتی مفاد پسندی کا شائبہ بھی موجود نہیں اور اطالیہ نیز یونان کی حکومتوں کی طرح یوگوسلاویہ کی حکومت اغراض پسند اور موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے والے عناصر سے یکسر پاک ہے اس لئے مارشل ٹیٹو اور اسکے رفقاء کار سے یہ توقع قائم کرنا کہ وہ مغربی طاقتوں کے ساتھ وابستہ ہو کر ان کے اکہ کار بن سکیں گے ایک خوش فہمی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

جو لوگ چین میں اشتراکیت کے ارتقا کی تاریخ سے واقف ہیں وہ اس حقیقت سے بھی ناواقف نہیں کہ سوویت روس کے بعد یہ تحریک چین میں سب سے زیادہ کامیاب ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود چین کی اشتراکیت اصولاً تو نہیں لیکن جنزویات میں سوویت روس کی اشتراکیت سے کہیں کہیں مختلف بھی نظر آتی ہے لیکن ان جزوی اختلافات کی وجہ سے دنیا کے اشتراکی حلقوں نے اشتراکی

چین سے قطع تعلق نہیں کیا اور اب سے کم و بیش تیس سال قبل کو من ٹرن اور چین کی کمیونسٹ پارٹی کے ایک گروہ کے درمیان جو اختلافات تھے آج صرف ان کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے۔ پھر یوگو سلاویہ کے معاملہ میں یہ صورت کیوں پیش نہیں آسکتی؟

میرے اس خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جولائی ۱۹۴۸ء کے وسط میں یوگو سلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کی جو کانگریس بلغراد میں منعقد ہوئی تھی اگرچہ کو من فورم کی تمام ممبر پارٹیوں نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے باوجود مارشل ٹیٹو اور اس کے رفقاء کار نے اس اجتماع میں جو تقریریں کیں ان کے کسی لفظ سے بھی یہ بات مترشح نہیں ہوتی کہ یوگو سلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کو من فورم سے قطع تعلق کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ پھر حال اس اختلاف نے مارشل ٹیٹو کی شخصیت کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے اور اس طرح اس کتاب کی اشاعت کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی۔

ان سطور کو ختم کرنے سے پیشتر میں اس کتاب کی اشاعت کو سلسلہ میں بھی چند باتیں بیان کر دینی مناسب سمجھتا ہوں۔ میں نے کتاب کا ترجمہ ۱۹۴۶ء کے وسط میں ختم کر دیا تھا اور اپریل ۱۹۴۶ء کے دوران میں اس کتاب کے ناشر مکتبہ ”برہان“ نئی دہلی نے اسے کتابت کے لئے دیدیا تھا لیکن، بوجہ چند کتابت کا مرحلہ بروقت طے نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ ستمبر ۱۹۴۶ء کے تباہ کن اور شرمناک فرقہ وارانہ فسادات نے نظام

زندگی ہی کو درہم برہم کر دیا۔ مکتبہ برہان کی تقریباً ہر شے ٹوٹ اور آتش زدگی کی نذر ہو گئی اور خود میرا بھی حشر ہوا اور مجھے کم و بیش تیس سال سے جمع کی ہوئی تقریباً چھ ہزار چیدہ چیدہ کتابوں اور بہت سے چھوٹے بڑے مسودات سے محروم ہو جانا پڑا۔ ان حالات میں اس کتاب کی اشاعت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن حسن اتفاق سے اس کتاب کے مسودہ کا بیشتر حصہ کاتب صاحب کے پاس تھا اور وہ اسے ہمراہ لے کر دہلی سے باہر چلے گئے تھے۔ اس لئے وہ محفوظ رہا اور باقی ماندہ اوراق کچھ عرصے کے بعد رومی کے اس ڈھیر میں سے مل گئے جو فسادات کے بعد مکتبہ برہان کے پرنس نے دفتر سے نئے دفتر میں منتقل کیا گیا تھا۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر اس کتاب کی اشاعت کی صورت پیدا ہو گئی۔ اور بے شمار موانع و مشکلات کے باوجود مکتبہ برہان کے بلند سمیت کارکنان اسے شائع کر رہے ہیں۔ مجھے تو یقین ہے کہ یہ کتاب مقبول ہوگی اور اس طرح اس کی اشاعت کا مقصد پورا ہو سکے گا۔

احاطہ کالے صاب۔

گلی قاسم جان۔ دہلی

۲۰ جولائی ۱۹۴۸ء

اسرار احمد آزاد

پہلا باب

ملاقات

اطلا لیہ کی سرحد پر

سرحد کے محافظ فاشی سپاہی نے ایسے انداز میں جس سے شک اور شبہ کا اظہار ہوتا تھا دریافت کیا۔

”لیکن تم فرانس پہنچ کر کیا کرو گے؟“

”میں نمائش دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں!“ آٹواں نے جواب دیا۔

”مگر تمہارے پاس تو اس قدر رقم بھی موجود نہیں جو پیرس میں دو روز ٹھیرنے کے لئے ہی کفایت کر سکے۔“

محافظ نے پھر اسی لہجہ میں کہا

”یہ میرا ذاتی معاملہ ہے“ آٹواں نے جواب دیا ”حقیقت یہ ہے“

کہ پیرس میں میری ایک بہن رہتی ہے اور اگر وہاں پہنچ کر مجھے

ٹھیرنے اور بکھانے کے لئے کچھ خرچ نہ کرنا پڑا تو زیادہ رقم کی ضرورت

ہی پیش نہ آئے گی۔ کیا پھر بھی ضرورت پیش آ سکتی ہے؟“

فاشی سپاہی، آٹواں کے جواب سے مطمئن نہ ہو سکا اس نے اس کے

سامان کی تلاشی کا حکم دے دیا اور آئیوان اپنا پرائیوٹا ٹاٹا ہوا سوٹ کیس لئے ہوئے دو مسلح سپاہیوں کی ساتھ ایک سمت کو روانہ ہو گیا۔

اس سرحدی مقام پر معائنہ کے دوران میں مجھے کوئی دشواری اور تکلیف پیش نہیں آئی۔ سرحدی محافظین کو اخبار نویسوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اخلاق اور مروت کو کام میں لانیکی ہدایات دی گئیں۔ اس سفر کے لئے میرا خصوصی اجازت نامہ دیکھ کر سرحدی چوکی کے افسر نے مجھے سلام کیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہمارا ملک پسند آیا ہوگا!“

”مجھے اطالیہ میں ٹھہرنے اور سیر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ میں بلقان

سے براہ راست یہاں آیا ہوں“ میں نے جواب دیا۔

”میں سمجھ گیا“ اس نے پھر مسکراتے ہوئے کہا ”لیکن بلقان واپس

جاتے ہوئے چند روز کے لئے آپ کو یہاں ضرور ٹھہرنا چاہئے“

اس امر کا یقین دلانے کے بعد کہ اس کے مذکورہ بالا مشورہ پر عمل

کر کے مجھے حقیقی مسرت حاصل ہوگی میں نے اپنے سفر کا اجازت نامہ اپنی

جیب میں رکھا اور پلیٹ فارم پر واپس آکر آٹو اں کا انتظار کرنے

لگا۔ ابھی چند منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ سرحدی چوکی کا افسر

ٹہلتا ہوا میرے قریب آیا اور روانگی کے لئے تیار ایک گاڑی کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کی ٹرین وہ سامنے کھڑی ہے اور دس منٹ کے بعد روانہ

ہو جائے گی۔ آپ کو اپنی جگہ بیٹھ جانا چاہئے۔ اتفاق کی بات ہے ورنہ اول درجہ کے ٹکٹ کی موجودگی میں آپ کو اکسپریس سے سفر کرنا چاہئے تھا۔ اکسپریس ٹرین کے مسافروں کو اس جگہ ٹھیرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں آپ انتظار کی تکلیف سے بچ جاتے۔

”میں اپنے دوستوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا!“ میں نے سرد مہری کے ساتھ جواب دیا۔ مجھے اپنے ذاتی معاملات میں اس شخص کی بظاہر مہردانہ مداخلت ناگوار محسوس ہو رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ یوگوسلاویہ کا رہنے والا وہ مشتبہ شخص ہی جس کی تلاشی لی جا رہی ہے کہیں آپ کا دوست اور ہم سفر تو نہیں؟“ اس نے معذرت آمیز لہجہ میں کہا۔ شاید اسے اپنی اس لغو اور غیر معقول رائے پر ندامت محسوس ہو رہی تھی۔

”درست ہے!“ میں نے جواب دیا ”لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں اسے مشتبہ سمجھنے کی کوئی وجہ موجود نہیں!“

”جناب۔۔۔!“ فاشی افسر نے سر بیا اور کروٹیا میں بولی جانے والی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے کہا ”آپ اخبار نویس حضرات کی ایک کمزوری یہ ہے کہ آپ ہر ایسے شخص — خفیہ سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے — کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ وہ ایک اچھا انقال ثابت ہو سکے گا۔ ممکن ہے کہ آپ کا یہ خیال درست ہو اس نے اپنے شانوں کو حرکت دیتے ہوئے کہا ”لیکن ہر شخص بہت زیادہ محتاط

نہیں ہو سکتا۔

مجھے اب اس فاشی افسر کی گفتگو اور انداز گفتگو پر غصہ آنے لگا تھا۔
میں نے اس سے دریافت کیا۔

”وہ کتنی دیر میں واپس آئے گا؟“

”اس کی واپسی کا معاملہ تو اس بات پر منحصر ہے کہ ہمیں اس کے سامان
میں سے کیا شے دستیاب ہوتی ہے“ اس نے ایک لمحہ خاموش رہنے
کے بعد کہا ”اور میرا خیال ہے کہ اس کے قبضہ سے بہت سا ممنوع
لٹریچر برآمد ہوگا۔ ہسپانیہ، جمہوریت اور عوامی محاذ (پاپولر فرنٹ) وغیرہ
ایسے مسائل پر اس زمانہ میں بے شمار مضامین اور کتابچے شائع ہو رہے
ہیں۔ میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہوں اور مجھے یہ بات بھی
اچھی طرح معلوم ہے کہ آج کل اس قسم کے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں افراد
ہسپانیہ پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان میں سے ہر شخص یہی کہتا
ہے کہ میں نمائش دیکھنے کے لئے پیرس جا رہا ہوں۔ ہمیں محتاط اور
ہوشیار رہنا چاہئے!“

لیکن اس شخص کے پاس تو اطالوی حکومت کا دیا ہوا پروانہ رہا ہوا
موجود ہے۔ تم اسے سفر کرنے سے منع نہیں کر سکتے۔ کیا اسے روک لینا
ممکن ہے؟“ میں نے سوال کیا

”مجھے پروانہ اہماری کی کوئی پرواہ نہیں.....“

اس نے جواب دیا ”وہ جعلی بھی ہو سکتا ہے۔ غور کیجئے یہ شخص غراب سے پیرس جا رہا ہے“

اور اسکی جیب میں فرانسسی سکوں کی شکل میں محض پچیس فرانک کی رقم موجود ہے۔
! "دفعۃً اس نے اپنی گفتگو ختم کر دی اور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا".....
 لیکن جناب جلدی کیجئے آپ کی ٹرین.....!۔

"میری ٹرین کی فکر نہ کیجئے۔ میں دوسری گاڑی سے چلا جاؤں گا۔
 کیونکہ میرا خیال ہے کہ مجھے اس یوگو سلاوی کا انتظار کر ہی لینا چاہئے۔"
 فاشی افسر کے چہرہ پر کبیدگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"یہ طے کرنا میرا کام ہے۔ اگر میں چاہوں تو آپ کو اسی ٹرین پر
 سوار کر سکتا ہوں" اس نے کسی قدر چھٹکتے ہوئے کہا "لیکن آپ جس طرح
 چاہیں کریں۔ میں جانتا ہوں کہ فرانس پہنچ جانے کے بعد آپ ہم
 فاشی سپاہیوں کے متعلق کیسے عجیب و غریب افسانے شائع کریں گے
 شاید ان میں سے کسی کا عنوان یہ بھی ہوگا کہ اطالوی سرحد پر ایک
 یوگو سلاوی کو بجر روک لیا گیا، کیا میری رائے درست نہیں؟"
 جوش اور غصہ سے مغلوب یہ فاشی افسر مجھے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔

میرا ہم سفر

آٹواں کے ساتھ میری ملاقات میلان میں ہوئی تھی۔ مجھے ٹرین کے
 انتظار میں نصف گھنٹہ کے قریب وہاں ٹھیرنا پڑا تھا اور میں ریلوے
 اسٹیشن کی اس نئی عمارت کو دیکھ رہا تھا جس کی عمدگی اور خوبصورتی
 کی اطالوی اخبارات میں بہت زیادہ تعریف کی گئی تھی کہ ایک در ماندہ

اور خستہ حال شخص میرے پاس آیا اور ٹوٹی پھوٹی فرانسسی زبان میں اس کاڑی کا پلیٹ فارم دریافت کیا جو میلان سے مارسلینز کے لئے روانہ ہوتی تھی۔

پہلی ہی نظر میں میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا تھا کہ یہ شخص بلقان سے آیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ یا تو یونان کے کسی ہوٹل کا ویزٹر ہے یا بلغاریہ کے ریل کے حکمہ کا کوئی معمولی افسر یا پھر یہ یوگو سلاویہ میں کسی چھوٹی ٹی دوکان کا مالک ہے۔ بھورے رنگ کے ایک اور کوٹ کے نیچے جو شاید اسے ورثہ میں ملا تھا اس نے نیلے رنگ کا بہت پرانا سوٹ پہن رکھا تھا لیکن اس کے گلے میں بندھی ہوئی خوش رنگ ٹائی بالکل نئی تھی اور غالباً اسے اسی سفر کے سلسلہ میں خریدا گیا تھا۔ اس کا سوٹ کیس اس کے اوور کوٹ سے بھی پرانا معلوم ہوتا تھا اور چونکہ اپنی ہنگامی کے باعث وہ بار بار کٹنے اور بند ہونے کی زحمت کو برداشت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا اس لئے اسے رسی سے باندھ دیا گیا تھا۔

آؤاں یوگو سلاویہ کا باشندہ یا صحیح تر الفاظ میں سلاوی تھا۔ چند ہی ٹیوں کے بعد اس نے اپنی زبان میں گفتگو شروع کر دی اور مجھے بتایا کہ میرا نام آؤاں امرسا ہے اور وطن زغرب۔ اس کی گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی ذات کے ساتھ کوئی راز و ابستہ ہے کیونکہ اس کا یہ بیان کہ میں بین الاقوامی نمائش دیکھنے کے لئے پیرس جا رہا ہوں مجھے مطمئن نہ کر سکا تھا کچھ دیر کے بعد جب میں نے انجا ر خریدی تو اس سے

قبل کہ میں اس کے عنوانات ہی دیکھ سکتا آؤں نے بتیابی کے ساتھ دریافت کیا ”ہسپانیہ کے متعلق کیا اطلاع ہے؟“

”کوئی اطمینان بخش خبر نہیں“ میں نے جواب دیا اور یہ خیال کر کے بے اختیارانہ طریقہ پر مسکرنے لگا کہ اس بات کے اظہار کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی کہ میرا جواب ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں کس فریق کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے۔ آؤں بلقان کے باشندوں کی طرح نہایت سختی کے ساتھ ”دشمن“ کو برا بھلا کہنے لگا اور اس مرتبہ بھی یہ امر واضح تھا کہ ”دشمن“ فرانکو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

اس گفتگو کے بعد ہم تیسرے درجہ کے مسافر خانہ میں چلے گئے اور بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے اس نے مجھے بتایا کہ وہ چھاپہ خانہ میں کمپوزیٹر ہے اور اس کی ایک بہن کی شادی پیرس کے ایک مزدور کے ساتھ ہوئی ہے۔ اس کے بیان کا یہ حصہ درست تھا۔

”پانچ سال کا عرصہ ہوا میری بہن اور اس کے شوہر کی ملاقات روس میں ہوئی تھی“ اس نے کہا ”میں بھی وہاں جانے کا خواہش مند تھا مگر میں جا نہیں سکا۔ لیکن امید ہے کہ کبھی نہ کبھی مجھے وہاں جانے کا موقع مل ہی جائے گا۔“

آؤں کے ساتھ مجھے غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ میں بھی اس کے ساتھ اس کی تیسرے درجہ کی گاڑی میں جو خوش قسمتی سے بالکل خالی تھی سفر کروں گا۔ یہ بات

معلوم کرنے کے بعد کہ اول درجہ کا ٹکٹ ہونے کے باوجود میں اس کے ساتھ ٹیسرے درجہ میں سفر کر رہا ہوں وہ نہ صرف متاثر ہی ہوا بلکہ اس کو میرے متعلق شک بھی پیدا ہو گیا۔ لیکن میں نے اسے سمجھا کر مطمئن کر دیا کہ اس ٹکٹ کی قیمت میں نے نہیں بلکہ اس اخبار کے دفتر نے ادائیگی ہے جس کی میں نمائندگی کر رہا ہوں۔

جب ساہم ونٹی منگیلا (ایک اطالوی شہر) کے تریب پہنچے تو انہوں نے مجھ سے کہا "سنئے! اگر یہ ملعون فاشی مجھے پریشان کریں تو آپ کو میری مدد کرنی پڑے گی!" میں نے جواب میں اسے ہر ممکن مدد دینے کا وعدہ کیا لیکن یہ بات بھی واضح کر دی کہ موجودہ حالات میں جیسا کہ خود وہ بھی جانتا ہے میری امداد پر کچھ زیادہ انحصار نہیں کیا جاسکتا خوش قسمتی سے آٹوں کو تلاشی کے علاوہ کسی اور مشکل اور پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور اطالیہ کی سرحد کو عبور کر کے فرانس میں داخل ہوتے ہی اس کی زندہ دلی کا جذبہ بیدار ہو گیا اور وہ زیادہ بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔

"آپ کا قیاس درست تھا" اس نے میری پشت کو اس زور سے تھپکتے ہوئے کہا کہ میں بے تاب ہو گیا "میں نمائش دیکھنے کے لئے نہیں جا رہا ہوں۔ میں تو ہسپانیہ جا رہا ہوں ہسپانیہ اور یہ دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ میں کس فریق کے دوش بدوش کھڑا ہوں گا۔"

پیرس میں

پیرس پہنچنے کے بعد کئی روز تک آٹواں کے ساتھ میری ملاقات نہ ہو سکی۔ دفعۃً ایک دن شام کے وقت وہ اس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا مجھ سے ملنے کیلئے آیا۔ اس وقت جوش مسرت سے اس کا چہرہ چمکے بلکہ ”ہر بات طے ہو گئی ہے“ اس نے کہا ”میں صرف آپ کو خدا کا فضل کہنے کے لئے آیا ہوں“ اس نے مجھے اپنا نیا پر وانہ راہ داری دکھایا۔ جس میں اس کا نام جوزی میرانا اور مقام پیدائش ہسپانیہ کا شہر بلباؤ درج تھا اس کے دیکھنے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی تھی کہ وہ حال ہی میں ہسپانیہ سے فرانس آیا ہے اور فرانسیسی اجازت نامہ کی رو سے وہ اس ملک میں محض دو ہفتہ ٹھہرا کر سکتا ہے۔

اس کامیابی کے باعث، فوراً مسرت سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ میں نے تجویز پیش کی کہ اس موقع پر ہمیں جشن منانا چاہئے۔

”ہم کیوں نہ کسی ہسپانوی ریسیٹوراں میں چلیں؟“ میں نے کہا ”تہیں اپنے وطن کے کھانوں کے ذائقہ سے تو واقف ہو ہی جانا چاہئے!“

آٹواں نے میری اس تجویز کو بے حد پسند کیا اور وہ رات ہم نے بہت سے ہسپانوی کھانوں کی بہت بڑی مقدار کھانے، ہسپانوی شراب پینے اور گفتگو کرتے رہنے میں گزار دی۔ صبح کے قریب جب ہم لوگ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو دفعۃً آٹواں نے مجھے مخاطب کرتے

ہوئے کہا۔

”اگر آپ اس سے ملے بغیر پیرس سے چلے گئے تو یہ امر سخت افسوس ناک ہوگا!“۔ ”کس شخص سے ملے بغیر؟“ میں نے سوال کیا۔

”وہی ہمارے رہنما!“ آٹواں نے جواب دیا۔

”اس بات کو نہ سمجھتے اور سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرتے ہوئے کہ

آٹواں کس شخص کے متعلق گفتگو کر رہا ہے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”مجھے اس ملاقات سے یقیناً مسرت حاصل ہوگی“

”اچھا توکل نہیں بلکہ آج ہی دوپہر کے کھانے کے فوراً بعد آپ

مجھے سار بونی اسٹریٹ کے اس کیفے میں ملئے۔ وہی کیفے جہاں یوگو

سلافی عموماً جایا کرتے ہیں۔ آپ تو اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔“

”کھانے کے بعد تو میں آرام کروں گا“ میں نے جواب دیا۔ لیکن آٹواں

کے اصرار سے مغلوب ہو کر آخر کار مجھے مقررہ جگہ پر پہنچنے کا وعدہ

کر ہی لینا پڑا۔

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب میں کیفے پہنچا تو کمرہ

کے ایک گوشہ میں بھیجی ہوئی ایک میز کے گرد دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے

جن میں سے ایک آٹواں تھا اور دوسرا اس کا ساتھی۔ آٹواں کا ساتھی

ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا، اس کی ڈاڑھی اور موچھیں صاف تھیں بلکہ

بھورے رنگ کے الجھے ہوئے بالوں کے درمیان اس کے لاغر چہرہ پر

بڑبڑاہٹیں بھری ہوئی نظر آتی تھیں اور مجھے سلام کرنے کے لئے جس وقت

اس نے اپنے منہ سے سگرٹ علیحدہ کیا تو میں نے، دیکھا کہ بکثرت سگرٹ نوشی کے باعث اس کی انگلیاں زرد ہو گئی ہیں۔

”یہ ہیں میرے دوست!“ آؤاں نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ اس وقت آؤاں کے اچھے میں عزت اور احترام کا جذبہ شامل ہے۔

”فخوش آمدی!“ آؤاں کے ساتھی نے جواب دیا۔

”یہ۔۔۔۔۔!“ آؤاں نے اپنے ساتھی کا تعارف کرتے ہوئے کہا
”یہ ہیں ٹیٹو!“

دوسرا باب

تخصیہ ریلوے

سادہ مزاج انسان

میں اس حقیقت کو چھپانا نہیں چاہتا کہ سات سال قبل جب ٹیٹو سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو اس وقت مجھے مستقبل میں اس کے کسی ممتاز سیاسی اور فوجی رہنما کی حیثیت سے مشہور ہونے کا یقین تو کیا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس ملاقات کے دوران میں مجھ پر اس کی شخصیت کا کوئی غیر معمولی اثر نہیں پڑا اور دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں جن لوگوں نے اسے اس کی معراج ترقی پر دیکھا ہے وہ میری اس رائے سے متفق ہیں کہ ٹیٹو کی زندگی اس قدر سادہ اور بے تکلف واقع ہوئی ہے کہ لوگ اس سے ملنے کے بعد بھی اس کی غیر معمولی شخصیت سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلہ میں ایک یوگو سلاوی گریٹار رہنما کا یہ بیان دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ ایک مرتبہ ایک شدید لڑائی کے دوران میں ٹیٹو ہمارے دستہ کی کمان کرتا رہا لیکن ہمیں اس بات کا علم نہ ہو سکا۔ اس کی روانگی کے

بعد معلوم ہوا کہ اس نازک موقع پر بہاری رہنمائی کر نیوالا کون تھا۔
اسکے طرز عمل میں کوئی ایسی غیر معمولی بات موجود نہیں تھی جس سے
ہمیں اس کی شخصیت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہو سکتا۔

میرا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ ایک انسان اور ایک رہنما
کی حیثیت سے ٹیٹو کی سادگی اور بے تکلفی ہی اس کی زندگی کی سب
سے بڑی خصوصیت ہے۔ اس کی ذات ایک عام انسان نیز یوگو
سلاوی کسان یا مزدور کا ایک کامل نمونہ ہے۔ اور عوام یوگوسلاویہ
کے تمام باشندوں میں اس کی مقبولیت اور اس کی طاقت کارا ز
بھی اس کی اسی سادہ مزاجی میں پوشیدہ ہے۔ وہ عوام کی خواہشات
کو سمجھنے اور ان کی تقلید کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اسے اس کی ضرورت
بھی نہیں کیونکہ خود اس کی ذات عوام کی خواہشات، جذبات اور
خیالات کی منظر ہے۔ کسی پیچیدہ مسئلہ کو سلجھانے کے لئے اسے ایسا حل
تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جسے عوام کی تائید و حمایت
حاصل ہو، وہ عمل کرتا ہے، اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق عمل اور عوام
اس عمل کی تائید ہی کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قدرتی طور پر
کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو عوام کے مفاد اور مصلح کے لئے مضر
یا غیر مفید ہو۔ اس کے لئے عوام کے فائدہ کے خلاف کوئی کام
کرنا اسی قدر ناممکن ہے جس قدر کہ کسی شخص کا اپنے مفاد کے خلاف
کام کرنا۔ وہ ایک معمولی انسان ہے اور اس کی ذات کے ساتھ

کوئی غیر معمولی بات بھی وابستہ نہیں۔ ٹیٹو ان معمولی کسانوں و مزدوروں سے کسی طرح بھی مختلف نہیں جو اسے اپنا رہنا سمجھتے ہیں اور وہ خود بھی اپنی ذات کو ان سے بالاتر نہیں بلکہ انہیں کا ایک جز و تصور کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ ٹیٹو ایک سادہ مزاج یوگوسلاوی مزدور ہے۔

دشمنوں کا اعتراض

ٹیٹو کے مخالفین اس پر تشدد پسند ہونے کا الزام عائد کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ۔

”وہ تلواروں کی لڑک اور بندوق کی نال کے بھروسہ پر اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہناتا ہے وہ اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتا، اور ایسے کسی شخص کو بھی اپنی راہ سے ہٹانے میں گریز نہیں کرتا جو اس کی رائے سے اختلاف رکھتا ہو۔“

اگر دشمنوں کے ان اعتراضات کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یہ بات تشریح کی محتاج ہی رہ جاتی ہے کہ ٹیٹو کے احاطہ اقتدار سے باہر رہنے والے یوگوسلاویوں۔ برطانیہ، امریکہ، اسٹریلیا اور افریقہ میں آباد کی اکثریت اس کی تائید اور امداد کیوں کرتی ہے اور اس سوال کا جواب کیا ہو سکتا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں مقیم یوگوسلاوی فوج کے ہزار ہا افسروں اور سپاہیوں نے کس لئے اپنے بالاتر افسروں کی نافرمانی کرتے ہوئے ٹیٹو کی فوج میں شامل ہونے کو

فیصلہ کا اظہار کیا تھا؟ حالانکہ قاعدہ کے مطابق ان کا اعلیٰ افسر
 ہائیڈروجن تھا اور ہائیڈروجن نہ صرف ٹیٹو ہی کا دشمن تھا۔ بلکہ اسے ان
 مقاصد سے بھی شدید اختلاف تھا جو ٹیٹو کا مطمح نظر ہیں! ٹیٹو کے دشمن
 تو ان باتوں کا جواب دینے سے قاصر رہیں گے لیکن ان کا جواب دینا
 کچھ مشکل نہیں۔ ٹیٹو ان کی قوم کا ایک فرد ہے وہ وہی کہتا ہے جو پوری
 قوم کہنا چاہتی ہے اور اگر قوم کو اظہار خیال کا موقع دیا جائے تو
 اس کے نمائندوں کی زبان سے بھی وہی بات نکلے گی جو ٹیٹو کہہ چکا
 ہے یا کہنے والا ہے۔ ٹیٹو ان کی قوم کا ایک فرد ہے۔ وہ وہی کرتا ہے
 جو پوری قوم کرتا چاہتی ہے اور اگر قوم کو کام کرنے کے وہی مواقع
 مل جائیں جو ٹیٹو کو حاصل ہیں تو وہ بھی وہی کام کرے گی جو ٹیٹو نے کیا
 ہے۔ اس لئے ٹیٹو کے متعلق بجز اپنی رائے پر عمل کرانے کا سوال ہی
 پیدا نہیں ہوتا۔ دراصل ٹیٹو کی رائے اس کی قوم ہی کی رائے ہے۔

انٹرنیشنل پریگنڈ

پیرس میں اپنے قیام کے دوران میں پہلی مرتبہ مجھ پر یہ حقیقت کھلنی
 شروع ہوئی کہ ٹیٹو اور ٹیٹو ہی جیسے دیگر استخماس کی رہنمائی کے پس
 پردہ کیا راز پوشیدہ ہوتا ہے۔ ٹیٹو کی رہنمائی کی ایک مثال تو آٹوواں
 ہی کی ذات میں ملتی ہے۔ آٹوواں ہسپانیہ چلا تو گیا لیکن اسے واپس
 آنا نصیب نہ ہوا کیونکہ ہسپانیہ کی سرحد میں قدم رکھتے ہی وہ ایک دستی

جم کا شکار ہو گیا۔ لیکن پیرس میں بیٹھے ہوئے ہزار ہا آٹواں بے صبری کے ساتھ اس لمحہ کا انتظار کر رہے تھے جب انہیں فاشی درندوں کے مقابلہ میں لڑنے اور شاید مر جانے کے لئے ہسپانیہ جانے کا موقع نصیب ہو گا۔ اور یہ سب کچھ ٹیٹو ہی کی رہنمائی کا نتیجہ تھا۔

ابھی انٹرنیشنل بریگیڈ کی تاریخ نہیں لکھی گئی لیکن جب کبھی یہ تاریخ مرتب اور مکمل ہوگی اسے انسانیت کی تاریخ کے زرین ابواب میں سے

۱۵ انٹرنیشنل بریگیڈ اس عارضی بین الاقوامی فوج کا نام ہے جو ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے زمانہ میں جمہوریہ ہسپانیہ کی جانب سے اس کے مخالفین کے ساتھ مصروف جنگ رہی تھی۔

اکتوبر ۱۹۳۶ء اور فروری ۱۹۳۷ء کے درمیان 'یورپ' امریکہ اور دنیا کے دوسرے ملکوں سے کم و بیش پندرہ ہزار افراد جمہوریہ ہسپانیہ کی حمایت میں، جنرل فرانکو نیز جرمنی اور اٹالیہ کی فاشی فوجوں سے لڑنے کے لئے ہسپانیہ میں جمع ہو گئے تھے۔ ان میں ہر ملک کے مزدوروں، جمہوریت پسندوں حتیٰ کہ "مخالف فسطاوت، عسکری عناصر کے نمائندے بھی شامل تھے۔ ان لوگوں پر شتل جو فوج بنائی گئی تھی وہ نہایت جرأت اور استقلال کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتی رہی۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد محض اس خیال سے کہ اس فوج کی موجودگی کو ہسپانا بنا کر کہیں جمہوریہ ہسپانیہ کے مخالفین علی الاعلان اس کے ساتھ دشمنی کا اظہار نہ کرنے لگیں اسے منتشر کر دیا گیا۔ آزاد

ایک ممتاز اور نمایاں باب کا درجہ حاصل ہوگا۔ انٹرنیشنل بریگیڈ کی تنظیم اور اس کے اراکین کو فرانس سے ہسپانیہ پہنچانے کے طریقوں کا مطالعہ بہت ہی زیادہ دلچسپ واقعہ ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے اصحاب یہ رائے قائم کریں کہ میں غلو سے کام لے رہا ہوں۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جرات اور بہادری کسی ایک ہی صدی یا جنگ کی خصوصیت نہیں ہو سکتی بلکہ ہر ملک ہر عہد حتیٰ کہ ہر مقصد کے حصول کی جدوجہد میں بہت وجود انفرادی کی ایسی ہی مثالیں مل سکتی ہیں۔

میں ان کی اس رائے سے اختلاف نہیں کرتا لیکن ایک حیثیت سے انٹرنیشنل بریگیڈ ایک عجیب اور بے مثال جماعت تھی۔ اس کے کارناموں کا دائرہ ملک و قوم اور رنگ و نسل کی حدود سے بے نیاز تھا اور اس کے کارہائے نمایاں کسی ایک ہی قوم کے لئے فخر کے موجب نہیں بلکہ ہر ملک اور قوم کے حریت خواہ افراد کا سرمایہ افتخار ہیں۔ اس بریگیڈ کے پرچم کے سایہ میں جرمنی، انگلستان، فرانس، امریکہ، اطالیہ، یوگوسلاویہ، یونان، بلغاریہ، پولینڈ، چیکوسلاویہ، ہندوستان، غرضیکہ ہر ملک اور نسل و رنگ کے افراد نے اپنی قومی ذمہ داریوں کی تکمیل یا عہد و فاداری کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ اپنے عقاید کی بناء پر

انٹرنیشنل بریگیڈ کے سلسلہ میں مصنف نے ناواقفیت کی بناء پر ہندوستان کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس فوج میں ہندوستان کا ایک فرزند گوبال گنند موہلدار بھی شریک تھا۔ اسی لئے میں نے دوسرے ممالک کے ساتھ ہندوستان کا نام بھی شامل کر دیا ہے۔

ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو کر فاشیت اور جمہوریت کی اس پہلی آزمائشی جنگ میں انسانیت کی دشمن طاقتوں کا مقابلہ کیا۔ وہ ایک بلند مقصد کے لئے متحد ہوئے تھے اور انہوں نے اسی مقصد کے حصول اور حفاظت میں ایک ہی جگہ اپنی جان دیدی۔ ممکن ہے کہ بہت سے اصحاب ان لوگوں کے مقصد کی عظمت و بلندی سے اتفاق رائے نہ کریں لیکن اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت تک دنیا نے بین الاقوامی اتحاد، ایثار اور سرفروشی کی ایسی مثال نہیں دیکھی تھی۔

اس موقعہ پر انٹرنیشنل بریگیڈ کا تذکرہ شاید بے محل سمجھا جائے لیکن ٹیٹو نیز اسی جیسے دوسرے لوگوں کی کامیابی اور مقبولیت کے راز کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہمیں ہسپانیہ میں اس جماعت کا رازنامہ لیا کے مذکورہ بالا پہلو کو مستقل طور پر پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اسے محض حسن اتفاق ہی نہیں کہا جاسکتا کہ ٹیٹو کی فوج کے بیشتر کمانڈر ہسپانوی خانہ جنگی کے زمانہ کے آزمودہ کار سپاہی ہیں اور نہ یہ امر ہی اتفاقات پر محمول ہے کہ جس تنظیمی قابلیت کی بدولت ٹیٹو نے انٹرنیشنل بریگیڈ منظم کیا تھا آج وہی قابلیت یوگوسلاویہ کے اندرونی مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے میں صرف ہو رہی ہے۔ فرانس میں رہتے ہوئے ٹیٹو کو مشرقی یورپ کے ہر ملک کے افراد سے واسطہ پڑا تھا۔ خود ایک کروٹ ہونے کے باوجود اس کا طرز عمل، سرب اور کروٹ دونوں کے

ساتھ ایک ہی جیسا رہا اور یوگوسلاوی ہوتے ہوئے بھی اس نے یونانی البانی اور یوگوسلاوی میں کوئی فرق اور امتیاز روانہ رکھا۔ اس کا ایک خاص اور قابل اعتماد نائب فرانسیسی تھا اور دوسرا امریکی۔ ہسپانوی خانہ جنگی کے زمانہ میں بلقان سے جو رضا کار آتے تھے انہیں بحر روم کے پار فرانس تک لانے کا کام یونانی جہازوں سے لیا جاتا تھا اور اس عہد کا اعلیٰ افسر جو مارسلیز میں ان رضا کاروں کی آمد کا انتظار کیا کرتی تھی ایک اطالوی تھا۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آج ٹیٹو مسلمانوں، یہودیوں، نیز سر بیا، کروٹیا اور مقدونیا کے باشندوں کے ساتھ مل کر اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر باطینان تمام کام کر رہا ہے۔ اور یہ کہ اس نے یوگوسلاویہ کے پیچیدہ داخلی مسائل کا حل تلاش کر لیا ہے۔ دراصل ٹیٹو کے لئے قومی تعصبات اور نسلی امتیازات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہسپانیہ کی خانہ جنگی نے اس پر ایک حقیقت واضح کر دی ہے، ایک زندہ حقیقت — اور اسے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اگر لوگوں کو کسی بلند اور پاکیزہ مقصد پر متحد کیا جائے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح محبت کرنے لگتے ہیں۔

پوشیدہ نظام

فرانس میں ٹیٹو کی خفیہ جماعت 'ریلوے نظام' کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہئے کہ ٹیٹو یا اس کی جماعت کا فرانسیسی

ریلوے کے ساتھ کوئی تعلق تھا۔ اس کے برعکس اس کی بے شمار مشکلات میں سے ایک مشکل یہ بھی تھی کہ اسے ان ہزار ہا رضا کاروں کا جو فرانسیسی ریلوں میں سفر کرتے تھے کرایہ ادا کرنے کے لئے بڑی بڑی رقم بھی فراہم کرنی پڑتی تھی۔ لیکن وہ اسے کوئی بہت بڑی مشکل تصور نہیں کرتا تھا۔ اس کے روبرو اہم ترین سوال یہ تھا کہ ان رضا کاروں کو فرانس میں کس طرح لایا جائے۔

اول تو ہزار ہا غیر ملکی باشندوں کو فرانس میں لانا اور پھر انہیں ہسپانیہ پہنچانا مالی اعتبار سے بھی کوئی آسان کام نہیں تھا دوسرے مالی مشکلات سے قطع نظر کر لیتے کے بعد بھی یہ کام اس لئے دشوار تھا کہ اسے پوشیدہ طور پر انجام دینا پڑتا تھا۔ ہسپانوی جمہوریت پسندوں کی امداد و اعانت کی ہر تحریک کو خفیہ رکھنا ضروری تھا اس لئے ٹیٹو بھی اپنے ریلوے نظام کو پوشیدہ رکھنے پر مجبور تھا۔ اس زمانہ میں یورپ کے ملکوں کا سفر کرنے والے ہر مسافر کے پروانہ راہداری پر یہ الفاظ ثبت ہوتے تھے کہ ”یہ پروانہ ہسپانیہ میں داخل ہونے کے لئے کارآمد نہیں“ عدم مداخلت کی حکمت عملی کا نتیجہ فرانکو کی حمایت

۱۹۳۷ ہسپانیہ کی فائن جنگی کے زمانہ میں یورپ کی تمام بڑی اور چھوٹی حکومتوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس لڑائی میں کسی فریق کی نہ تو اسلحہ سے مدد کریں گی اور نہ افواج سے۔ اس سلسلہ میں لندن میں ”جلس عدم مداخلت“ کے نام سے ایک جماعت بھی قائم کی گئی تھی۔ ہسپانیہ میں داخل ہونے کے بہت سے اہم راستوں پر بین الاقوامی حکام (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کی صورت میں برآمد ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت جو لوگ یورپ کے ملکوں پر حکومت کر رہے ہیں وہ یا تو اس حقیقت سے واقف ہی نہیں یا عمداً اسے نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں۔ یورپ کی جمہوری حکومتوں کی بے توجہی اور بے حسی نے جمہوریت کے دشمنوں کے لئے جو زرین موقعہ ہم پہنچا دیا تھا ہٹلر اور مسولینی نے اس کا پورا فائدہ اٹھایا اور بولشویزم کے خلاف؟ جنگ کرنے کے لئے باقاعدہ اور تربیت یافتہ فوج کے ہزار ہا سپاہی جنرل فرانکو کی مدد کرنے کے لئے بھیج دئے ان حالات سے یورپ ناواقف نہیں تھا، برطانیہ،

فرانس اور امریکہ کے اخبارات میں اس تمام امداد کی تفصیلات ہوتی رہتی تھیں جو فرانکو کے لئے جرمنی اور اطالیہ سے آتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یورپ اس معاملہ پر کوئی توجہ مبذول نہ چاہتا مگر یٹو معاملات کی اہمیت اور نزاکت کو سمجھتا تھا۔

فرانس میں بیٹھا ہوا یٹو اس بات کو جانتا تھا کہ ہسپانوی جمہوری حکومت کی حالت کس درجہ نازک ہوتی جا رہی ہے وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ جمہوریہ ہسپانیہ کو امداد ملنی چاہئے اور فوراً ہی ملنی چاہئے اور وہ اس امر سے بھی ناواقف نہیں تھا کہ برعظیم یورپ کی سمرزمین پر ایسے

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) مقرر کئے گئے تھے اور ہسپانیہ کے گرد و پیش ایک نگران فوج بھی متعین کر دی گئی تھی لیکن ان سب انتظامات کے باوجود فریقین جنگ کو ہر قسم کی امداد پہنچتی رہی۔ آئنا

ہزار ہا انسان موجود ہیں جو ہسپانیہ کی جمہوری حکومت کی امداد کے سلسلہ میں نجوشی اپنی خدمات پیش اور وقف کر دیں گے۔ وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ فاشی رضا کاروں کی طرح جو پورے طور پر مسلح ہو کر ہر قسم کے ضروری سامان کے ساتھ جنگی جہازوں کی زیر حفاظت فوج بردار جہازوں میں سوار ہو کر ہسپانیہ پہنچتے ہیں۔ جمہوریہ ہسپانیہ کے مددگاروں کو وہاں نہیں بھیجا جاسکتا اور وہ اس حقیقت سے بھی ناواقف نہیں تھا کہ جمہوریہ ہسپانیہ کے لئے رضا کاروں کی روانگی کا انتظام بجائے خود ایک لڑائی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس لڑائی میں دشمن ہی کو ہر طرح کی فوقیت اور برتری بھی حاصل ہے ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے بھی اس نے یہ غیر مساوی لڑائی شروع کر دی تھی۔

اس موقع پر ٹیٹو نے فاشیوں کی دماغی اور انتظامی قابلیت کے مقابلہ میں اپنی اور اپنے مددگاروں کی قابلیت استعمال کی۔ رضا کاروں کی جہرات اور بے باکی نے فاشیوں کی شدید نگرانی کو بے کار بنا دیا اور اس کے ساتھیوں نے پولیس کی اس تمام قوت کو شکست دیدی جو "عدم مداخلت" کا نعرہ بلند کرنے والے یورپ کے تقریباً تمام ملکوں نے جمع کی تھی۔ حتیٰ کہ چند ہی ماہ کے عرصہ میں وہ کام انجام پا گیا جسے ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ ٹیٹو نے یورپ کے طول و عرض سے ہزار ہا رضا کار فرانس میں جمع کر لئے تھے نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ

تقریباً ان سب کو ہسپانیہ بھیجنے میں بھی کامیاب ہوا۔

حیرت انگیز طریقہ کار

ٹیلو کے ریلوے نظام کے کارناموں کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہمیں فرض کر لینا چاہئے کہ ایک یونانی مزدور، ہسپانیہ جا کر وہاں کی جمہوری حکومت اور خود اپنی آزادی کے لئے فاشیوں سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا لیکن نہ تو اس کے پاس پروانہ راجداری حاصل کرنے کے ذرائع موجود تھے اور نہ سفر کرنے کے لئے روپیہ مزدور ہونے کی وجہ سے پولیس اسے مشتبہ بھی سمجھتی تھی اور اس لئے اسے یونان سے باہر جانکی اجازت بھی نہیں مل سکتی تھی ایسے شخص کو اطالوی سفیر اطالیہ سے گزرنے اور فرانسیسی سفیر فرانس میں داخل ہونے کا اجازت نامہ بھی نہیں دے سکتا تھا ان حالات میں اس مزدور کی یہ خواہش پوری ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لیکن اتہننز و کسی گوشہ میں مزدور کا ایک گروہ اکٹھا ہو جاتا تھا اور سفر خرچ کے لئے روپیہ جمع کر کے پیرس کی نمائش دیکھنے کے لئے ایک مشترکہ اجازت نامہ جاری کئے جانے کی درخواست کرتا تھا۔ اس درخواست کے جواب میں وہ لوگ ایک ایسی سرکاری سند حاصل کر لیتے تھے جس میں تحریر ہوتا تھا کہ ”حکومت کو انہیں نمائش دیکھنے کے لئے پیرس جانے کی اجازت دینے میں کوئی اعتراض نہیں“ اس کے بعد اجازت نامہ میں لکھے ہوئے وہ نام جنہیں پولیس مشتبہ

تصور کرتی تھی پر اسرار طریقہ پر غائب ہو جاتے تھے اور ان کی جگہ وہ نام لکھے ہوئے نظر آتے تھے جن پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر اسی پر اسرار طریقہ پر اطالوی اور فرانسیسی سفارت خانوں سے بھی اجازت نامے حاصل کر لئے جاتے تھے اور یہ گروہ 'یہ لوگ نہ صرف سفر ہی کے لئے روانہ ہو جاتے تھے بلکہ ان میں سے بیشتر پیرس پہنچنے میں کامیاب بھی ہوتے تھے۔

مگر پیرس پہنچنے کے بعد ان کی مشکلات ختم نہیں ہو جاتی تھیں۔ ایک یونانی مزدور کے پروانہ راہداری کی کوئی وقعت نہیں ہوتی اور کوئی شخص اسے لے کر ہسپانیہ کی سرحد کو عبور نہیں کر سکتا۔ اس لئے ان لوگوں کو نئے پروانے ہائے راہداری دئے جاتے تھے حالانکہ پیرس کی پولیس ان باتوں کی تفتیش میں سرگرداں رہتی تھی۔ یہ نئے اجازت نامے کہاں سے آتے تھے ان پر فرانسیسی حکومت کی اصل مہر کس طرح مثبت ہوتی تھیں اور پرانے پروانے ہائے راہداری کہاں چلے جاتے تھے؟ ان تمام باتوں کا تعلق ٹیٹو کے ریلوے نظام ہی کے ساتھ تھا۔

دو مثالیں

مجھے ٹیٹو کے ریلوے نظام کو سمجھنے کا جس قدر موقع ملا میں اسی قدر زیادہ اس کی تعریف پر مجبور ہوتا گیا۔ آٹوان کا معاملہ ریلوے نظام

کے نقطہ نظر سے صد ہا آسان معاملات میں سے ایک تھا۔ اکثر اوقات مارسلیز کی بندرگاہ میں چینی جہاز آکر لنگر انداز ہوا کرتے تھے اور ان کے مسافروں نیز عملہ کے ارکان کو چینی ہی کی حیثیت سے سرکاری کاغذات میں درج کیا جاتا تھا لیکن ان میں سے ایک شخص بھی چین کا باشندہ نہوتا تھا اور کوئی پوشیدہ قوت اس بات پر نظر رکھتی تھی کہ بندرگاہ کے حکام اس امر پر غور بھی نہ کریں کہ ان لوگوں میں سے کوئی شخص نہ تو چینی زبان میں گفتگو کرتا ہے اور نہ ان میں ایشیائی باشندوں کی کوئی خصوصیت یا علامت موجود ہے۔ اور وہی پوشیدہ قوت اس بات کا بھی خیال رکھتی تھی کہ کسی ایسے جہاز کے متعلق جس میں دو سو مسافر اور عملہ کے ساٹھ افراد آئے ہوں لیکن جس کے عملہ میں روانگی کے وقت صرف بیس اشخاص رہ گئے ہوں کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک موقع پر ٹیٹو کی اس خفیہ انجمن نے ایک ایسا کار نامہ انجام دیا تھا جس کی نظیر خود اس کے کارناموں میں بھی دستیاب ہونی دشوار ہے۔ جزیرہ نمائے بلقان کی ایک ریاست سے پچاس رضا کاروں کا ایک گروہ فرانس آیا تھا۔ ان رضا کاروں کے تمام کاغذات مصدق تھے اور چھ باوردی افسران کے ہمراہ تھے۔ رضا کاروں کا یہ دستہ ہسپانیہ جا رہا تھا لیکن جنرل فرانکو کی امداد کے لئے۔ دستہ کا اعلیٰ افسر ٹیٹو کا ساتھی تھا اور پانچ افسروں کے علاوہ تسام رضا کار اس بہانہ سے جمہوریہ ہسپانیہ کی امداد کے لئے جا رہے تھے۔ پیرس

میں داخل ہوتے ہی دستہ کے اعلیٰ افسر نے پوشیدہ طور پر ٹیٹو کے ساتھ ملاقات کی اور چند روز کے بعد یہ دستہ کئی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر ہسپانیہ روانہ ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد یہ سب لوگ فرانس کی سرحد کے پار ہسپانیہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جمع ہوئے لیکن اب ان کے ساتھ وہ پانچ فاشی افسر نہیں تھے۔

واقعہ یہ تھا کہ ٹیٹو کا ایک رفیق کارکنی ماہ تک ایک پکے فاشی کی حیثیت سے ایک بلقانی ریاست میں مقیم رہا۔ اس عرصہ میں اس نے پچاس رضا کار جمع کئے جن میں سے ہر ایک کو اپنی منزل مقصود کا علم تھا لیکن بظاہر وہ فرانکو کی امداد کے لئے ہسپانیہ جا رہے تھے۔ اس ملک کی فاشی حکومت نے اپنے پانچ افسر بھی ان رضا کاروں کے ساتھ کر دیئے۔ اور چھین آدمیوں کا یہ دستہ فاشی رضا کاروں کے ایک دستہ کی طرح فرانس میں داخل ہوا۔ اور اس کے بعد سب لوگ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ رضا کار جمہوریہ ہسپانیہ کی حدود میں اور پانچوں فاشی افسر قید خانہ میں، جہاں پہنچنے کا انہیں شبہ تک بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ٹیٹو کی قائم کی ہوئی یہ جماعت بہترین طریقہ پر منظم اور بہترین کارکنوں پر مشتمل تھی۔

ٹیٹو کی قابلیت

ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے زمانہ میں ٹیٹو کو جو تجربات حاصل ہوئے تھے

انہیں کی بدولت وہ اس بات سے واقف ہو سکا کہ عوام کی تحریکات کو کس طرح منظم کرنا اور چلانا چاہئے۔ ٹیٹو کے قائم کئے ہوئے ریلوے نظام کو جو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی اس کی وجہ سے اسے ہسپانیہ میں نیشنل برگیڈ کے جنرل اسٹاف کارکن مقرر کر دیا گیا تھا لیکن اس تقرر کے بعد بھی، فرانس اور یوโรป کے دوسرے ملکوں میں جمہوریہ ہسپانیہ کی حمایت میں اس کی شروع کی ہوئی تحریک اس کی باغی قابلیت کی بدولت کاپیٹا ہوتی رہی۔ اس میں شبہ نہیں کہ انٹرنیشنل برگیڈ کے کمانڈروں اور سپاہیوں کی فنی قابلیت، ہمت، بہادری اور کامیابیوں نے اس جماعت کو ایک ممتاز جنگ آزما جماعت بنا دیا تھا لیکن جہاں تک ہسپانیہ کے اندر اور ہسپانیہ سے باہر اس کی تنظیم اور استحکام کا تعلق تھا اسے بجائے خود ایک کامیابی کہنا چاہئے اور اس کامیابی کا اگر تمام نہیں تو بیشتر انحصار ٹیٹو کی قابلیت پر تھا۔

اہم مکالمہ

ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے زمانہ ہی میں ایک مرتبہ ہسپانیہ کی کمیونسٹ پارٹی کے سکریٹری کا مرید ڈاسٹرن نے ٹیٹو سے کہا تھا۔ "ایک بات میرے دل پر ہمیشہ پریشانی کا باعث بنی رہتی ہے اور وہ بات ہم سب (ہسپانیہ) نہیں بلکہ آپ (جزیرہ منکے بلقان) تعلق رکھتی ہے یعنی آپ کے بلقانی رضا کاروں کا معاملہ" ان کے متعلق تو آپ کی رائے ہمیشہ یہ رہی کہ وہ بہت اچھے رضا کار ہیں۔"

ٹیوٹوں نے جو ڈانز کی رائے کو بہت اہمیت دیتا تھا اس کی اس بات کو بغور سنتے ہوئے کہا۔

”بلاشبہ“ ڈانز نے جواب دیا ”وہ بہت ہی اچھے رضا کار ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ اپنی تحریک میں شامل بہترین آدمیوں کو ہماری امداد کے لئے یہاں لے آئے ہیں۔“
ٹیوٹ مسکرایا۔

”لیکن ایک وقت آئے گا جب آپ کو اپنے ملک کے لئے بھی ان لوگوں کی ضرورت محسوس ہوگی، ان میں سے ہر شخص بجائے خود ایک رہنمائی حیثیت رکھتا ہے اور یہ بات مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ ہم انہیں ہسپانیہ کے فائدہ کیلئے استعمال کرتے جا رہے ہیں۔“

ٹیوٹ نے اس گفتگو کا جو جواب دیا اس نے ڈانز کو نہ صرف متاثر ہی کیا بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ اسے عرصہ دراز تک فراموش بھی نہ کر سکے گا ٹیوٹ نے کہا ”آپ لوگ جو مغربی یورپ میں آباد ہیں ہم، بلقان کے باشندوں کے متعلق عجیب و غریب رائیں رکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ۔ مثال کے طور پر یوگوسلاویہ ہی کو لے لیجئے۔ سیدھے سادے اور بے تکلف واقع ہوئے ہیں۔ ہم کسان اور مزدور ہیں اور ہماری تعلیم و تمدن کو آپ کی تعلیم و تمدن کے مقابلہ میں سچ سمجھا جاسکتا ہے لیکن میرے دوست! مستقبل میں برپا ہونے والی جدوجہد خواہ وہ ہمارے ملک ہی میں کیوں نہ برپا ہوں ہی لوگوں کی بہت و جرات سے فتح و کامرانی

کی منزل تک پہنچ سکے گی۔ اور ہمارے یہاں اس قسم کے لاکھوں افراد موجود ہیں۔ آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ ہمارے بہترین افراد بکثرت ہسپانیہ آکر اپنی جان دے رہے ہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو لوگ ابھی تک یہاں نہیں آئے وہ ان آنے والوں سے کسی طرح کم نہیں۔ اور ہماری قوت کا راز بھی یہی ہے ہمارے رہنما بھی ہماری ہی طرح سیدھے سائے افراد ہیں۔ جب کوئی شخص اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مرجاتا ہے تو اس کی جگہ لے نے کیلئے سو آدمی آگے بڑھتے ہیں۔ ہسپانیہ میں ہمیں کتنا ہی جانی نقصان کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ لیکن مجھے اپنے ملک کے مستقبل کے متعلق ذرہ برابر بھی شبہ نہیں جب وقت آئے گا تو عوام کے رہنما بھی انہیں کی صفوں میں سے نکل آئیں گے۔ ہماری قوت کا ذخیرہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

ٹیٹونے ڈائزر کو جو جواب دیا وہ محض دلچسپ ہی نہیں بلکہ الہامی بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامی ہونے کی تصدیق، فاشی فلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے یوگوسلاویہ آزادی کے راستہ پر چلنے والے یوگوسلاویہ، ٹیٹو کے عزیز وطن، یوگوسلاویہ اور ہر محبت وطن یوگوسلاوی کے یوگوسلاویہ میں پیش آنے والے واقعات سے ہو سکتی ہے۔

تیسرا باب

فسار ٹینٹو کا گاون

زغراب کے نواحی ضلع زغوری میں کلینٹس ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ لیکن اسے یوگوسلاوی دیہات، یا کروٹیا میں آباد بلقانی موامعتاً یا پھر زغراب کی نواحی دیہاتی بستیوں کا نمونہ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ زغراب کے گرد و پیش یا مغرب میں واقع دیہات، اس کے مشرقی دیہات کے مقابلہ میں زیادہ خوش حال اور ترقی پذیر نظر آتے ہیں۔ یہ دیہات وسطی یورپ کے نزدیک واقع ہوئے ہیں اس لئے مشرقی دیہات کے باشندوں کے مقابلہ میں جہاں ابھی تک قدامت اور افلاس و جہالت کا اثر غالب ہے یہاں کے کسانوں کی زندگی کامیاب اور زاویہ نگاہ زیادہ بلند اور وسیع ہو گیا ہے۔ جغرافیائی اور ذہنی اعتبار سے مغربی کروٹیا اور سالونینیا وسطی یورپ سے زیادہ قریب ہیں اور اسی لئے وہاں کے باشندے اپنے مشرقی بھائیوں کے مقابلہ میں زیادہ مہذب اور تمدن ہونے کے دعویدار ہیں۔

ٹیٹو اٹھارہویں صدی کی آخری دہائی کے آغاز میں اسی موضع کلینٹس میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا خاندان ضلع کے دوسرے خاندانوں سے بھی غریب تر تھا۔ اس کا باپ برنز کلینٹس میں لوہا رتھا اور اسے اپنے کئی بچوں کے علاوہ اپنے والدین کی کفالت کا بار بھی برداشت کرنا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے مالی حالات ہمیشہ خراب رہتے تھے۔

بچپن

ٹیٹو کا بچپن انتہائی افلاس میں بسر ہوا تھا یا صحیح تر الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ اس کا بچپن بلقانی افلاس میں بسر ہوا تھا جو افلاس و غربت کے عام مفہوم سے بدتر مفہوم کا حامل ہوتا ہے اور جس کی گرفت میں آجانے کے بعد کوئی غیر معمولی طور پر سخت جان انسان ہی زندہ رہ سکتا ہے لیکن ٹیٹو زندہ رہا۔ وہ ایک سخت جان انسان واقع ہوا تھا۔ جب کسی بچے کو اس کی پیدائش کے پہلے ہی سال میں بھی طبی امداد اور مناسب غذا نہ مل سکے تو بعض حالات میں خود اس کا جسم مدافعت اور نشوونما کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ ٹیٹو کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا اور وہ کبھی ایک دن کے لئے بھی بیمار نہیں ہوا۔ اس کے بچپن میں اسے دیکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ پٹھے ہوئے کپڑوں میں ملبوس اور بھوکا رہنے کے باوجود وہ کامل طور پر تندرست اور خوش مزاج واقع ہوا تھا اور اپنی طبعی نشوونما کے اظہار کے لئے موقع کی تلاش کرتا رہتا تھا۔

تعلیم

ٹیٹو کے متعلق اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اسے کسی مدرسہ میں کب داخل کیا گیا اور اس نے کہا تک تعلیم پائی لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اسے مدرسہ میں داخل کیا گیا تھا۔ اور مدرس اس کی شرارتوں سے ہمیشہ تنگ رہتا تھا۔ کلینٹس ایسے چھوٹے سے گاؤں میں ہر شخص ایک دوسرے ہی سے نہیں بلکہ ایک دوسرے کے حالات سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔ اور سب کے ساتھ ٹیٹو کا باپ بروز بھی ان شکایات سے بے خبر نہیں تھا جو استاد کو اس کے شریر بیٹے ٹیٹو کے خلاف پیدا ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن اس سلسلہ میں وہ اپنے ساتوں کو جنمیش دے کر ہمیشہ بے توجہی کے ساتھ کہہ دیا کرتا تھا کہ

”میں تو ہمیشہ ہی کہتا رہا ہوں کہ یہ لڑکا مدرسہ میں کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اب میں کیا کروں؟“

ان باتوں اور استاد کے ساتھ مسلسل کشمکش کے باوجود ٹیٹو نے مدرسہ میں پہلے چار سال کا زمانہ گزار دیا لیکن اس طرح کہ اس زمانہ کا بیشتر حصہ جماعت کے کمرے سے باہر رہ کر اور کچھ وقت اس سزا کے طور پر ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر جو ہر قسم کی شرارتوں کے لئے مقرر تھی وہ کبھی مدرسہ کا کام گھر پر انجام نہیں دیتا تھا۔ اور اگرچہ اس کے تمام دوست عمر میں اس سے بڑے تھے لیکن وہ ہمیشہ ان کے تمام کھیلوں اور جھگڑوں

میں شریک ہونے پر مصر رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کے جسم پر جگہ جگہ چوٹوں کے نشانات پڑ گئے تھے۔ جب کبھی ٹیٹوز خموں سے چور چور اور خون میں نثر ابور گھڑتو اپس آتا تھا تو اس کے باپ بروز کو ذرا بھی تعجب نہ ہوتا تھا۔ ٹیٹو کے جسم پر آج بھی طالب علمی کے زمانہ کے زخموں کے نشانات موجود ہیں جن کے متعلق چالیس برس بعد ہسپانہ میں ایک مرتبہ میں نے ازراہ تمسخر کہا تھا کہ

یہ زخم نہیں بلکہ میرے انقلابی جذبہ کی بدولت حاصل شدہ
تمغے ہیں۔

دوکان پر

رفتہ رفتہ ٹیٹو کا باپ اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ مدرسہ میں تعلیم پانے کے بجائے اپنا وقت ضائع کر رہا ہے اور اگر اسے دوکان پر کام میں لگا لیا جائے تو نہ صرف اس کی شرارتوں ہی سے نجات مل جائے گی بلکہ اس کی موجودگی کا روبرو کے لئے بھی مفید ہوگی۔ چنانچہ ابھی ٹیٹو گیارہ ہی سال کا تھا کہ اسے مدرسہ چھوڑ دینا پڑا۔ اس زمانہ میں بروز کو امداد کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس طرح ٹیٹو نے اپنی زندگی کی سخت ترین منزلوں میں سے ایک منزل میں قدم رکھا اور اگرچہ دوکان میں کچھ زیادہ کام نہیں تھا مگر ایک گیارہ سالہ بچے کے لئے یہ تھوڑا سا کام بھی بہت سخت اور دشوار ثابت ہونا ایک قدرتی بات تھی پھر

بھی اس نے اس سلسلہ میں کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ اصل مصیبت یہ تھی کہ صبح سے شام تک، کسی وقفہ کے بغیر اسے مسلسل کام کرنا پڑتا تھا یا صبح ترالفاظ میں اس طرح سمجھنا چاہئے کہ اسے تمام دن دوکان سے باہر جانے کی اجازت نہ دی جاتی تھی اور اس کے لئے یہ تصور ہی نہیں بلکہ یقین سخت پریشان کن تھا کہ وہ تو دوکان میں ایک قیدی کی حیثیت سے محنت کر رہا ہے اور دوسرے لڑکے اس کے بغیر ہی کھیلنے کودنے اور لڑنے جھگڑنے میں مصروف ہیں۔

نئی دلچسپیاں

دوکان پر کام کرتے ہوئے ٹیوٹ کو چھ سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں اگرچہ اسے اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ رہنے کا موقعہ نہیں ملا لیکن اس کے لئے دلچسپی کی نئی نئی راہیں بھی پیدا ہو گئیں کبھی کبھی بروز کی دوکان کے سامنے ایسی خوبصورت گاڑیاں جن میں شاندار اور چست گھوڑے جتے ہوئے ہوتے تھے۔ گھوڑوں کی نعل بندی یا مرمت کے لئے آکر ٹھیرا کرتی تھیں۔ ایسے موقعوں پر اسے مسافروں کے لئے پانی کا ڈول بھر کر لانے کے لئے بھیج دیا جاتا تھا اور اس کام سے فالج ہونے کے بعد وہ انہیں حیرت کے ساتھ دیکھتا رہتا تھا۔ یہ اجنبی مسافر اس کے گاؤں سے باہر آباد دنیا سے آیا کرتے تھے اس دنیل سے جس کے متعلق ٹیوٹ کا علم محض اس کے تصورات ہی پر محمول

تھا۔ بڑے بڑے شہروں، خوبصورت مکانات اور عجیب و غریب ایجادات کی دنیا۔ ان مسافروں میں سے اکثر نے ریل گاڑیوں میں سفر کیا تھا، وہ اچھے لباس میں ملبوس اور مطمئن نظر آتے تھے اور ان کے ساتھ کھانے کی چیزیں اور شراب کی بوتلیں سے بھری ہوئی بید کی ٹوکریاں ہوتی تھیں۔ جب کبھی اس قسم کا کوئی مسافر دوکان کے سامنے آ کر ٹھہرتا تھا تو بروز کی خوشی کی حد نہ رہتی تھی اس کا قول تھا کہ یہ لوگ اجرت دینے میں بے حد فیاض ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک ایک شخص اس قدر معاوضہ دے جاتا ہے جسقدر مقامی طور پر ہفتہ بھر کام کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

پہلا سکہ

ٹیٹو کو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ انہیں مسافروں کی بدولت کچھ رقم پس انداز کرنے کا موقعہ نصیب ہوا ایک مرتبہ کسی مسافر نے ”بخشش؟“ کے طور پر اس کی طرف ایک چھوٹا سا سکہ پھینک دیا ٹیٹو روپیہ پیسے کی اہمیت سے بے خبر نہیں تھا۔ اور اسے اپنے باپ کی یہ بات — جو وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا — ہمیشہ یاد رہتی تھی کہ — روپیہ کے بغیر کوئی شخص بھی زندہ نہیں رہ سکتا — اس مالی معاملہ میں دخل دینے کا موقع بھی ملا تھا کیونکہ ایک مرتبہ اس نے باپ نے اسے اپنے ایک خوش حال ہمسایہ کے یہاں اجرت کی رقم وصول

کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اسے تنبیہ کر دی تھی کہ — اگر رقم کا کوئی جزو بھی راستہ میں کھویا گیا تو اس کا سر ہتھوڑے سے پاش پاش کر دیا جائے گا — اس موقع پر اس نے وصول کی ہوئی رقم جلدی سے اپنے باپ کے حوالہ کرنے کے بعد اطمینان کا سانس لیا تھا۔ اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے باپ کی نظر میں روپیہ کی کتنی وقعت ہے پھر بھی اپنی ذات کے لئے روپیہ پیسہ کی حقیقی قدر و قیمت اسے اس وقت محسوس ہوئی جب پہلی مرتبہ ایک چھوٹا سا سکہ اس کے قبضہ میں آیا۔

اس پہلے سکہ پر قابض ہونے کے بعد فوراً اسے یہ خیال آیا کہ — یہ میرے لئے بے کار ہے اور مجھے اسے اپنے باپ کے حوالہ کر دینا چاہئے کیونکہ اگر میں کوئی چیز خریدنے کے لئے جاؤں تو میرے باپ کو اس کا علم ہو جائے گا۔ دیہات میں رہنے والے بچوں کی جیب میں روپیہ پیسہ کا کیا کام؟ وہ ناراض ہو گا۔ یہ دریافت کرے گا کہ اسے یہ سکہ کس طرح ملا اور جو کچھ میں کہوں گا اسے اس پر یقین نہ آئے گا۔ اس لئے یہ سکہ باپ ہی کو دیدینا چاہئے — لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اس نے اسے اپنے ہی پاس رکھا۔

اسی وقت ٹیٹو کے ذہن میں، دوکان کے سامنے آکر رکنے والی شاندار گاڑی، اس کے خوبصورت گھوڑوں، گاڑی میں سوار خوش پوش اور خوش حال مسافروں اور اس شہر کا تصور قائم ہو گیا جہاں

وہ رہتے تھے۔ وہ اس بیرونی دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا خواہشمند تھا اس نے خیال کیا کہ مجھے کیوں کوشش نہ کرنی چاہئے؟ وہ گاؤں کی زندگی اور لوہار کے کام کو ناپسند کرتا تھا اور اگرچہ وہ کبھی اپنی افسردگی کے حقیقی سبب سے واقف نہ ہو سکا تھا۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس کی وقتاً فوقتاً افسردگی کا سبب یہی ناپسندیدہ ماحول تھا۔ اور اس کی حالت اس پرندہ جیسی تھی جسے پتھر میں بند کر دیا گیا ہو۔ اس وقت سے اس کی تمام تر توجہ اور قوت اس سوال کو حل کرنے پر مرکوز ہو گئی کہ اسے اس قفس سے کس طرح نجات اور آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔

سیب کا درخت

وقت گذرتا گیا، بروز کی دوکان پر مسافر آتے رہے اور ٹیٹو کے نقطہ نظر سے یہ پراسرار مسافر اسے بخشش کے طور پر چھوٹے چھوٹے سکے دیتے رہے حتیٰ کہ ٹیٹو کے لئے انہیں جیب میں لئے لئے پھر نادشوار ہو گیا۔ گھر کے صحن میں سیب کا ایک درخت تھا، ٹیٹو نے اس درخت کے نیچے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور تمام سکے اس میں دفن کر دیئے اسے یقین تھا کہ اس جگہ اس کی جمع کی ہوئی دولت پر کسی کی نظر نہ پڑ سکے گی۔ اور اس کا یہ خیال درست تھا۔

پہنپہ ہی نہیں بلکہ سال گذر گئے اور وقت کے ساتھ ٹیٹو کا یہ پہلا

اور آخری سرمایہ بھی بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ سیب کے درخت کے نیچے کھودے ہوئے گڑھے میں، چھوٹے چھوٹے سکوں کا ایک چھوٹا سا انبار جمع ہو گیا۔ اب اس کی خواہش کی تکمیل کا وقت آ گیا تھا۔

روانگی

ٹیوٹ اپنے باپ بروز کے آنے سے پہلے ہی دوکان کو صاف کرنے کے لئے گھر سے چلا آیا کرتا تھا لیکن موسم گرما میں ایک روز وہ دوکان پر آنے کی بجائے علی الصبح پیدل شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی پشت پر پڑے ہوئے جھولے میں چند روٹیاں، جوتوں کا وہ جوڑا جسے وہ چھٹیوں اور سردی کے دنوں میں پہنا کرتا تھا، ایک کوٹ اور اس کے جمع کئے ہوئے سکتے تھے۔ وہ عجیب و غریب سکتے جن کی بدولت نئی دنیا میں اس زندگی کی نئی راہیں پیدا ہونے لگی تھیں۔

تقریباً ایک گھنٹہ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ٹھیرا اور اپنے گاؤں کلینٹس پر رخصتی نظر ڈالی اس نے خیال کیا کہ — اس وقت تک میرا باپ دوکان پر پہنچ گیا ہوگا اور مجھے وہاں موجود نہ پا کر آوازیں دے رہا ہوگا۔ اسے تعجب ہوگا کہ ٹیوٹ کہاں چلا گیا ہے لیکن وہ میرے چلے آنے کا گمان بھی نہیں کر سکتا — یہ سوچتے ہوئے بلا ارادہ اس کی رفتار تیز تر ہو گئی اور اس کے جسم میں اطمینان اور شگفتگی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

شہر

آخر کار ٹیڈ شہر میں پہنچ گیا۔ اب وہ خود مختار تھا اور اختیار و آزادی کا یہ احساس اسے بے حد مسرور بنا رہا تھا۔ اب دنیا کی وسعتیں اس کے روبرو تھیں اور کامیابی اس کے قدم چومنے کے لئے تیار تھی۔ اس نے شہر کی بلند عمارتوں کی طرف نظر اٹھائی اور اسے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ان کی تین تین منزلیں ہی لیکن اسی وقت اسے سمندر کے پار واقع اس ملک کا خیال آیا جہاں — اس کے چچا کا ایک رشتہ دار بھائی رہا کرتا تھا۔ اس ملک کے لوگ ان سہ منزلہ مکانات سے بھی بلند تر عمارتیں بناتے ہیں۔ طاقتور گاڑیاں ایک شہر سے دوسرے شہر تک دوڑتی رہتی ہیں جنہیں کھینچنے کے لئے گھوڑوں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود بخود چلتی ہیں۔ بڑے بڑے جہاز سمندر کی سطح کو چیرتے ہوئے ہزاروں میل کا سفر طے کرتے ہیں اور اسی قسم کے ایک جہاز میں اس کے چچا کا رشتہ دار بھائی امریکہ سے اپنے وطن واپس آیا تھا۔ ان جہازوں میں ہزار ہا انسان سفر کرتے ہیں اور ایک ایک جہاز میں اس کے گاؤں کلینٹس کے باشندوں سے بھی زیادہ لوگ ہوتے ہیں — ٹیڈ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ تمام باتیں اس سحر کی بدولت ظہور میں آتی ہیں جس کا نام مشین ہے اور جس کے طفیل میں آج انسان زندگی کی اس منزل میں پہنچ گیا ہے جس کا ذکر الف بیلہ کی کہانیوں میں سنا جاتا تھا۔

ٹیوٹ ایک نئی دنیا اور نئی زندگی کا تصور کر رہا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ
 — کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آئے گا کہ جب میرا باپ اور کلینٹس میں
 رہنے والے میرے باپ کے تمام دوست میرے کارناموں سے واقف
 ہو کر تعجب کریں گے۔ میں ایک خوبصورت گاڑی میں سوار ہو کر اپنے
 گھر جاؤں گا سب لوگ، گاؤں کے تمام باشندے میرے استقبال کے
 لئے دوکان کے سامنے جمع ہوں گے اور میں ان کے روبرو اس دنیا
 کی عجیب و غریب باتیں بیان کروں گا جسے انہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔
 — اس کی رفتار پھرتیز ہو گئی گویا کہ وہ اپنے تصور میں آباد کی ہوئی
 دنیا میں جلد از جلد پہنچ جانے کا خواہش مند تھا۔

چوتھا باب

جنگ

گاؤں اور شہر

شہر میں آنے کے چند ہی روز بعد ٹیو پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اسکا وہ سرمایہ جسے پس انداز کرنے میں برسوں صرف ہوئے تھے اور جس کے بھروسہ پر وہ اپنے لئے ایک نئی دنیا بسانا اور نئی زندگی بسر کرنا چاہتا تھا چند ہفتوں سے زیادہ کفایت نہ کر سکے گا۔ اب اسے روپیہ کی قدر و قیمت معلوم ہوئی۔ اپنے گاؤں کلنیٹس میں ٹیو کو سخت محنت تو ضرور کرنی پڑتی تھی۔ لیکن اسے کھانا بھی مل جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی کبھی یہ کھانا اس کے لئے کفایت نہ کرتا تھا۔ لیکن ایک شخص دیہات میں بھوکا تو رہ سکتا ہے لیکن بھوک سے مر نہیں سکتا۔

زغراب میں کھانے ہی کی نہیں بلکہ ہر شے کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔ مقامی سرائے کے صطل پر واقع نیم تار ایک، ہو اسے محروم اور غلیظ کرہ میں میلے کچیلے بستر پر سونے کا معاوضہ نہر بے ذائقہ اور نیم گرم کافی

اور رونی ٹکے چند خشک ٹکڑوں کی قیمت جسے ناشتہ کہا جاتا تھا! ٹیٹو کو دوپہر اور رات کے کھانے کے لئے اپنے دس دس قیمتی سکوں سے محروم ہونا پڑتا تھا اور ایک دن بعافیت گزر جانے کے بعد دوسرے دن کی فکر دامنگیر ہو جاتی تھی۔

تہی دستی

ایک رات کو جب ٹیٹو کھانے کی قیمت ادا کر رہا تھا اسے معلوم ہوا کہ اس کی تہیلی خالی ہو چکی ہے سرائے کا مالک اس غلیظ اور گھٹلوں سے پُر مکرہ میں مشکل تمام رات بسر کرنے کا معاوضہ پیشگی وصول کر لیا کرتا تھا اور چونکہ ٹیٹو اس رات کو معاوضہ ادا کرنے سے قاصر تھا اس لئے اسے سرائے سے نکال دیا گیا۔

ٹیٹو اب بالکل تہی دست تھا اور زغراب ایسے بڑے شہر میں اسکا کوئی واقف کار بھی نہیں تھا وہ سرائے سے نکل کر اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ شاید اس خیال سے کہ وہاں کی چھل پھل سے لطف اندوز ہونے کے لئے اسے کوئی قیمت ادا نہ کرنی پڑے گی۔ وہ آنے جانے والی گاڑیوں کو دیکھ سکے گا۔ انجنوں کی شیشی کی آواز سن سکے گا اور گاڑیوں میں سفر کر نیوالے لوگوں کی نئی نئی صورتیں دیکھتے دیکھتے رات بسر کرنے کا چند روز قبل اسٹیشن ہی پر اسے اس کے گاؤں کے دو آئی بھی نظر آئے تھے اور اسے خیال تھا کہ اسٹیشن پر بے شمار نئے اور ناواقف لوگوں

کے درمیان کبھی کبھی کوئی واقف کار شخص بھی نظر آجاتا ہے۔
ٹیٹو اسٹیشن کے سامنے سڑک کو عبور کر رہا تھا کہ اس نے کسی
شخص کو کہتے ہوئے سنا

”کیوں بھائی! تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟“
”اسٹیشن پر“ ٹیٹو نے فوراً جواب دیا ”ایک دوست سے
ملنے کے لئے!“ لیکن فوراً ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کا
جواب خود اسے بھی مطمئن نہیں کر سکتا۔ اس کے روبرو دو
کسان کھڑے ہوئے اسے ہمدردانہ نظر سے دیکھ رہے تھے
”تمہیں وہ مکان نظر آ رہا ہے؟“ ایک شخص نے ٹیٹو کی طرف
دیکھ کر سڑک کی دوسری طرف واقع ایک وسیع اور
ناممکمل عمارت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ”ہم اسی
مکان میں کام کرتے ہیں۔ ٹھیکیدار اسے موسم خزاں کی آمد
سے پہلے ہی مکمل کر دینے کا خواہش مند ہے اور اسے
مزدوروں کی ضرورت ہے۔ اگر تم بے کار ہو تو یہاں ہمارے
ساتھ کام کرنے کے لئے کیوں نہیں آجاتے؟ یہاں مزدوری
تو کام ختم ہونے پر دی جاتی ہے۔ لیکن تمہیں کھانا مفت ضرور
ملتا رہے گا۔“

”میں بیکار نہیں بلکہ اپنے اسی دوست کے ساتھ کام کرتا ہوں جس سے ملنے
کیلئے اسٹیشن جا رہا ہوں“ ٹیٹو نے آہستہ سے جواب دیا۔ لیکن

جب اس سے اس جگہ کا پتہ دریافت کیا گیا جہاں وہ کام کرتا تھا تو اُسے خاموش ہو جانا پڑا اور اسے خاموش پا کر ایک شخص نے کہا ”اس عمارت کو اچھی طرح پہچان لو۔ ممکن ہے کہ کبھی تمہیں یہاں آنے کی ضرورت پڑ جائے۔ یہاں تمہیں ہر وقت کام مل سکتا ہے۔“ ٹیٹو نے اس جگہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ چاند کی روشنی میں عجبت تمام بنائے ہوئے چوہی جگہ کے درمیان جسے راہ گیروں کی مداخلت مسدود کرنے کے لئے بنایا گیا تھا یہ وسیع عمارت بالکل سنان اور غیر آباد معلوم ہوتی تھی۔ احاطہ کا دروازہ بند تھا اور یہ بات ظاہر تھی کہ اس عمارت میں رہنے والے مزدور سو گئے ہیں۔

ٹیٹو نے تمام رات سڑکوں پر گھومتے رہنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ دو تین گھنٹہ گھومتا بھی رہا لیکن وہ اس نامکمل عمارت سے بہت دور نہ جاسکا۔ اس نامکمل عمارت سے دور جو رات کی تاریکی میں کسی زیر تعمیر وسیع عمارت کے بجائے ایک کھنڈر معلوم ہوئی تھی اور جس کا تاریک سایہ دیکھنے والے کو خوف زدہ کر دیتا تھا۔

صبح کے وقت جب اس عمارت میں کام کرنے والے مزدور بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ٹیٹو اپنی خالی تھیلی کو مٹھی میں دبائے، جگہ کے باہر بڑا ہوا بے خبر سو رہا ہے۔ اور جب اسے بیدار کیا گیا تو اس نے محسوس کیا کہ اب وہ اس عمارت کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا اور اسے انہیں مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑے گا۔

مزدور!

ٹیٹو مزدوروں میں شامل ہو گیا۔ زغراب میں یہ پہلی جگہ تھی جہاں اسے مزدور کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا۔ اسے یہ بات بتادی گئی تھی کہ عمارتی مزدوروں کا کام بہت سخت ہے لیکن اسے انجام دینے میں ٹیٹو کو کوئی دشواری پیش نہ آئی اور وہ بہت جلد اس کا عادی ہو گیا۔ عمارت میں رہنے والے مزدور علی الصبح بیدار ہو کر پہلے ناشتہ کرتے تھے۔ اور اس کے بعد کام شروع کر دیتے تھے۔ ناشتہ کی وقت انہیں پیٹ بھر کر کھانا دیا جاتا تھا۔ دوپہر کو کھانا کھانے کی ٹھپی ملتی تھی اور پھر شام تک کام کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ عمارت کی پہلی منزل مکمل ہو چکی تھی اور تمام مزدور اسی منزل میں سوتے تھے۔ کچھ لوگوں نے فرش پر کمبل بچھا رکھے تھے اور بعض ممتاز مزدوروں یعنی ان لوگوں نے جو گذشتہ کئی سال سے عمارتی مزدور کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے چوبی بنچوں پر کمبل بچھا کر سونے کے لئے جگہ بنا رکھی تھی۔ ان لوگوں کی تفریح کا واحد ذریعہ شام کا کھانا کھانے کے بعد سڑکوں پر ٹہلنا تھا لیکن بہت تھوڑی دیر کے لئے۔ کیونکہ اول تو دن بھر کی سخت محنت کے بعد وہ تھکے ہوئے ہوتے تھے دوسرے انہیں علی الصبح اٹھنا پڑتا تھا اور زیادہ عرصہ تک سیر و تفریح میں مشغول رہنے کے بعد ان کا ہر وقت بیدار ہو جانا بہت مشکل تھا۔ پھر اس حقیقت کو بھی نظر انداز

نہیں کیا جاسکتا کہ سیر و تفریح کے دوران میں اگر کوئی شخص چائے کی ایک پیالی، شربت یا سوڈا واٹر کا ایک گلاس یا پھر سگریٹ کا ایک پیکیٹ بھی نہ خرید سکے تو اسے تفریح میں کوئی لطف حاصل نہیں ہو سکتا اور جہاں تک روپیہ پیسہ کا تعلق ہے پرانے اور تجربہ کار مزدوروں کے علاوہ سب لوگ اس سے محروم تھے۔ دوسرے نئے مزدوروں کی طرح ٹیو بھی بالکل تہی دست تھا اور چونکہ موسم خزاں سے پہلے اسے آمدنی کی کوئی توقع بھی نہیں تھی اس لئے اس نے وقتاً فوقتاً اسٹیشن پر جا کر ان ریل گاڑیوں کو جو کبھی اس کے لئے بے حد دلچسپی کا موجب تھیں دیکھتے رہنا ہی تفریح کا واحد ذریعہ قرار دے رکھا تھا۔

موسم خزاں کے ساتھ تعمیر کا کام بھی ختم ہو گیا۔ عمارت مکمل ہو چکی تھی اور وہ دن آگیا تھا جس کے لئے مزدور عرصہ سے انتظار کر رہے تھے آخر کار مزدور صحن میں جمع ہوئے اور ٹھیکدار نے روپیہ سے بہری ہوئی ایک بہت بڑی تھیلی تین لیسے مزدوروں کے حوالہ کی جو سنجیدہ اور مجزز تصور کئے جاتے تھے اور جنہیں اس رقم کی تقسیم پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس رقم کو دیکھ کر مزدوروں نے اس بات کی شکایت کی کہ انہیں ملے شدہ اجرت سے کم رقم دی جا رہی ہے پھر بھی انہوں نے اسے قبول کرنے سے اس لئے انکار کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ اول تو یہ رقم ملے شدہ معاوضہ کے مقابلہ میں نصف سے زیادہ تھی دوسرے گذشتہ سال انہیں جو معاوضہ حاصل ہوا تھا وہ نہ ہونے کی برابر تھا اور اس کے

پیش نظر یہ رقم بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی۔

ایسے مواقع پر رقم کی تقسیم کا ایک قاعدہ مقرر تھا۔ پُرانی اور تجربہ کار مزدور سب سے زیادہ اجرت پانے کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ کم تجربہ کار لوگوں کو بمقابلہ کم معاوضہ دیا جاتا تھا اور ٹیٹو ایسے کم مزدوروں کو سب سے کم رقم تقسیم کر دی گئی اور ٹیٹو کو جو اجرت ملی اس کی نظر میں وہ بہت ہی زیادہ تھی۔ اجرت کے طور پر اسے سونے کے چند بڑے سکے اور نوٹ حاصل ہوئے تھے اور ابتداء میں اسے اس بات کا یقین نہ آتا تھا کہ وہ اس رقم کا واحد مالک ہے۔ ایک مرتبہ پھر ٹیٹو پر فخر اور مسرت کی وہی کیفیت طاری ہو گئی جو اس نے گاؤں میں سب کے درخت کے سایہ میں بخشش کے طور پر حاصل شدہ سکوں کو دفن کرتے ہوئے محسوس کی تھی۔

رقم کی تقسیم سے فراغت پانے کے بعد سب لوگ رخصتی دعوت میں شریک ہوئے۔ مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق ٹھیکہ دار کی طرف سے مزدوروں کو شراب پلانی گئی اور آخر میں عمارت کے مالک کی طرف سے پُرانے مزدوروں کو سفید قمیصیں دی گئیں۔ جنہیں خوش حالی کی علامت تصور کی جاتی تھی۔

جلسہ ختم ہو گیا۔ بہت سے مزدوروں نے موسم سرما بسر کرنے کے لئے اپنے اپنے گاؤں چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو شہر میں رہ کر قسمت آزمائی کرنا چاہتے تھے۔ انہیں چند مزدوروں میں

ٹیٹو بھی شامل تھا اور باوجودیکہ اس کے گاؤں کے دو مزدوروں نے اسے بتا دیا تھا کہ سردی کے زمانہ میں اول تو زغراب کی زندگی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ دوسرے مزدوروں کو کام بھی نہیں ملتا اس لئے اسو گاؤں واپس چلنا چاہئے۔ لیکن ٹیٹو اپنے فیصلہ پر قائم رہا۔ اس نے زغراب ٹھہرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

کارخانہ میں ملازمت

زغراب کے اسٹیشن سے متصل ہی دہات کی چیزیں بنانے کا ایک کارخانہ تھا۔ ٹیٹو نے اس کارخانہ میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی اور جب منتظمین کو یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ عرصہ دراز تک لوہار کی دوکان میں کام کرتا رہا ہے تو انہوں نے اسے فوراً ملازم رکھ لیا لیکن اس موقع پر اپنی عمر کے متعلق اسے جھوٹ بھی بولنا پڑا کارخانہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر لوگوں کو ملازمت نہیں دی جاتی تھی اور اگر ٹیٹو اپنی صحیح عمر بیان کر دیتا تو اسے بھی ملازمت حاصل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس نے اپنی عمر اٹھارہ سال بیان کی اور اس کارخانہ میں کام کرنے لگا کارخانہ میں کام کرنے والے مزدور عام طور پر کسان تھے۔ جن میں سے بعض نے عرصہ دراز سے زغراب ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی اور کچھ لوگ ٹیٹو کی طرح بالکل نو وارد تھے۔ عمارتی مزدوروں کی زندگی کے مقابلہ میں اس کارخانہ کے مزدوروں کی زندگی مختلف تھی۔

مثلاً یہاں ٹیٹو کو ہر ہفتہ تنخواہ مل جاتی تھی۔ لیکن اسے اپنے تمام کام خود ہی انجام دینے پڑتے تھے۔ یہاں مشترکہ طور پر کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا اور اپنے بہت سے دوسرے ساتھیوں کی طرح ٹیٹو کو بھی اسٹیشن کے ساتھ والے ایک سرائے میں کھانا کھانا پڑتا تھا۔ سرائے کے قریب ہی ٹیٹو اور اس کے چند دوستوں نے ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا تھا۔ لیکن وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ صبح کے وقت دروازہ کھولنے سے پہلے انہیں فرش لپیٹ کر ایک طرف رکھ دینا پڑتا تھا۔

ملازمت سے علیحدگی

ٹیٹو اس کارخانہ میں کم و بیش تین سال تک کام کرتا رہا۔ اس عرصے میں مزدوروں کو مستعمل کرنے کے الزام میں اسے دو مرتبہ ملازمت سے برطرف بھی ہونا پڑا۔ لیکن دونوں مرتبہ اسے بحال کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں پہلا واقعہ ایک ایسی جماعت کی تنظیم کے سلسلہ میں پیش آیا جو مزدوروں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا چاہتی تھی۔ ان لوگوں کو سرائے میں جو کھانا ملتا تھا وہ مہنگا ہونے کے علاوہ نہایت خراب بھی ہوتا تھا۔ عسارتی مزدور کی حیثیت سے کام کرنے کے زمانہ میں ٹیٹو کو اس بات کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا کہ اپنے زیر اہتمام کھانا تیار کرانے کی صورت میں مزدوروں کو اچھا اور سستا کھانا مل سکتا ہے اس لئے ایک اسکے کے مطابق اس کا رخا کے مزدوروں نے ایک ایسی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا جو ان کے لئے

کھانے کا انتظام کر سکے۔ ان کی یہ تجویز سرائے کے مالک کے مفاد کے خلاف تھی اور کارخانہ کے منیجر کے ساتھ اس شخص کے تعلقات خوشگوار تھے اس لئے اس نے منیجر سے کہہ کر کھانے کا انتظام کرنے والی جماعت کے تمام حامیوں کو جنھیں چڑانے کے لئے باورچی کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا ملازمت سے علیحدہ کر دیا اور مزدور سرائے میں کھانا کھاتے رہنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ پہلا موقع تھا جب ٹیٹو کو ملازمت سے برطرف کیا گیا۔

ملازمت سے ٹیٹو کی برخواستگی کا دوسرا واقعہ ۱۹۱۲ء کے موسم خزاں میں پیش آیا۔ اس زمانہ میں بلغاریہ، یونان اور سربیا نے ترکی کی خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا اور ہر شخص کو اس بات کا یقین تھا کہ سلطنت عثمانیہ کی فوجی قوت بلقان کی ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بہت جلد شکست دیدے گی۔ لیکن شکست کی بجائے بلقانی اتحادیوں کی فتح کی خبریں آنے لگیں۔ بلغاریہ کی فوجیں تھیریس سے گذر کر قسطنطنیہ کے نواح میں جا پہنچیں سربی اور یونانی فوجوں نے مقدونیا پر قبضہ کر لیا اور چند ہی ہفتہ کی مدت میں تمام دنیا ان چھوٹی چھوٹی بلقانی قوموں کی تعریف پر مجبور ہو گئی۔ جزیرہ نمائے بلقان کی سرحد سے باہر آ بادسلاوی جو سلاوینیا، کروٹیا، وائیووٹیا، بوسنیا اور دلما تیا پر آسٹریا ہنگری کا قبضہ ہونے کے باعث غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، ترکی کے خلاف بلقانی ریاستوں کی ان کامیابیوں پر مسرور تھے ہر تازہ کامیابی پر

زغراب میں ظہار مسرت کیا جاتا تھا۔ سڑکوں پر سلاوی اخبارات کے پھرے بنا کر لہرائے جاتے تھے اور طالب علم زبردست مظاہرے کرتے رہتے تھے غرض کہ اسٹریا سٹریا میں آباد سلاوی اپنے بلقانی بھائیوں کی کامیابیوں پر پھولے نہ سماتے تھے۔

سرکاری طور پر اسٹریا ترکی کا حلیف تھا۔ اسٹروی اخبارات کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ بلقانی ریاستوں کی کامیابیوں کو کم سے کم کر کے شائع کریں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کامیابیوں کو علی الاعلان و خطرناک 'قراردیا گیا تھا اور اخبارات سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ بلقان میں قوت کے توازن کی تبدیلی کے معاملہ میں اسٹریا سٹریا کی حکومت زیادہ عرصہ تک خاموش اور غیر جانبدار نہیں رہ سکتی۔ لیکن آسٹریا میں آباد سلاوی اپنے بلقانی بھائیوں کی امداد کا فیصلہ کر چکے تھے اور اس فیصلہ پر استقلال کے ساتھ قائم تھے۔ ہر جگہ امدادی جماعتیں قائم کی جا رہی تھیں اور محکمہ احتساب کی شدید نگرانی کے باوجود بلقانی ریاستوں کی امداد کے لئے بیانات اور اعلانات شائع ہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ اسٹروی پارلیمنٹ کے سلاوی نمائندوں نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں بھی بلقانی ریاستوں کی کامیابیوں پر مسرت کا اظہار کیا تھا۔

اس سلسلہ میں سلاوی طلباء کا ایک وفد زغراب کے اس کارخانہ میں بھی آیا جہاں ٹیٹو ملازم تھا اور وہاں کے تمام مزدوروں نے منفقہ طور پر نہ صرف امداد کا وعدہ ہی کیا بلکہ اسی وقت ایک ایسی جماعت بھی قائم

کر لی جسکے زیر ہدایت بلقانی ریاستوں کو مدد دینے کی مختلف صورتیں اور تدبیریں اختیار کی جاسکتی تھیں۔ ٹیٹو بھی اس جماعت کا ایک رکن تھا۔ لیکن دو سہرے ہی روز اس جماعت کے تمام اراکین کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ مگر چند روز کے بعد اسے پھر ملازم رکھ لیا گیا۔

جنگِ عظیم اول کا آغاز

اس برخواستگی اور بجالی کے بعد دو سال تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے کارخانہ کے مزدوروں کی زندگی پر کوئی خاص اثر پڑتا لیکن اس کے بعد دفعۃً حالات میں تغیر پیدا ہوا اور وہ نہایت سرعت کے ساتھ تبدیل ہونے لگے۔ یورپ میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہو گئی تھی۔ جنگ کے ابتدائی زمانہ میں زرغاب کے مذکورہ بالا کارخانہ کے عام مزدور یہ سمجھتے تھے کہ دورانِ جنگ میں وہ اسی جگہ کام کرتے رہیں گے لیکن چند ہی روز کے بعد انہیں مجبور بھرتی کر کے کارخانہ سے براہِ راست فوجی بارکوں میں بھیج دیا گیا اور ایک سال تک فوجی تربیت حاصل کرتے رہنے کے بعد یہ لوگ محاذِ جنگ پر تھے۔

ان لوگوں کو مقدونیا کے محاذ پر نہیں بھیجا جاسکتا تھا۔ اسٹروی فوجی افسر اس قسم کی صریح غلطی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اسٹروی وردی میں ملبوس یہ سلاوی سپاہی ذرا سا موقع ملنے پر مفروز ہو جائیں گے۔ اس نے انہیں اطالوی محاذ پر بھیجا گیا لیکن جب

روسی فوجوں نے کومہستان کا رہتہا کی طرف بے بردستی پیش قدمی شروع کی تو اس بلغار کو مسدود کرنے کے لئے اسٹروی ہائی کمانڈ کو مشرق میں ملاوی فوج بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اطالوی محاذ سے فوج کے بہت سے ڈوئیزن واپس بلائے گئے اور انہیں اس فوج کے ساتھ جوا بھی تک آسٹریا میں مقیم تھی، روسیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا۔

روسیوں کے ساتھ

اطالوی محاذ سے واپس شدہ فوج میں سلاوی سپاہیوں کے دستے بھی تھے اور ان میں سے ایک دستہ میں ٹیٹو بھی موجود تھا۔ موقع ملنے ہی یہ لوگ روسیوں سے جا ملے۔ لیکن ٹیٹو یا اس کے ساتھی ہی نہیں بلکہ عام طور پر تمام سلاوی سپاہیوں نے یہی رویہ اختیار کیا۔ اسٹروی فوج کی وردی پہنچے ہوئے سلاوی سپاہی موقع ملنے پختہ قوں سے نکل نکل کر پہلے تو اپنے اسٹروی کمانڈروں کو گرفتار یا ہلاک کر دیتے تھے اور پھر روسیوں سے جانتے تھے۔ سلاوی سپاہیوں کی نظر میں اسٹروی افسر ظالم تھے اور اسی لئے ان کے دستے کے دستے اسٹروی صفوں سے نکل کر روسیوں کی طرف پلے گئے اور روسیوں نے گرم جوشی کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

اس میں شک نہیں کہ روسیوں نے سلاوی سپاہیوں کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا تھا لیکن ان میں بعض ایسے گروہ بھی موجود تھے جن کے

خیالات نے زار کی فوجی پولیس کو ان کی جانب سے شک و شبہ میں مبتلا کر دیا تھا۔ بعض سلاوی سپاہی اسٹریا کے اقتصادی نظام پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور بعض مزدوروں کے حقوق کا تذکرہ۔ پھر بیشتر سپاہی سیاسیات کو دلچسپی کا اظہار کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ٹیٹو ہی کو لے لیجئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسے اسٹریوں اور جرمنوں سے شدید نفرت تھی اور اس واقعہ سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے اسٹرومی کمانڈر کے خلاف اپنے دستہ کی بغاوت کی رہنمائی بھی کی تھی اور کامیابی کے بعد وہی اس دستہ کو روسیوں کی طرف لایا بھی تھا۔ لیکن معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو گیا تھا۔

قیدی

زار کی فوجی پولیس کی نظر میں ٹیٹو ایک خطرناک شخص تھا۔ وہ اسے نراجی یعنی ہر قسم کے نظام حکومت کا دشمن یا اسی طرح کے کسی عقیدہ کا انسان سمجھتے تھے۔ ان کی رائے میں وہ ایک مزدور رہنما تھا اور ہمیشہ جمہوریت، آزادی اور اسی قسم کے دوسرے مسائل پر اظہار خیال کرتا رہتا تھا۔ اور انہیں یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ اس نے متعدد بار اپنے دوستوں سے کہا ہے کہ — روس میں زار کا نظام حکومت فرسودہ اور بے کار ہو چکا ہے۔ روسی افسروں کی رائے میں ایسے شخص کو آزاد چھوڑ دینا مذکورہ بالا خطرناک خیالات کی اشاعت کی اجازت دینے سے کسی طرح بھی کم نہ تھا اس لئے انہوں نے اسے خاردار تاروں کے عقب میں ہی رکھنا مناسب سمجھا۔

ٹیٹو اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو اسیران جنگ کی حیثیت سے قید کر دیا گیا اور وہ اس ملک کے قید خانوں میں پڑے ہوئے سڑتے رہے جس کے دوش بدوش لڑنے کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال دیا تھا۔ ان میں سے بہت سے سپاہی قید خانہ ہی میں ہلاک ہو گئے۔ بہت سوں کی صحت خراب ہو گئی اور ان میں جوش اور جذبہ باقی نہ رہا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو قید کی ناقابل برداشت سختیوں کے باوجود آفتاب حریت کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھنے کیلئے زندہ رہے اور انہوں نے ایک مرتبہ پھر اپنے نجات دلانے والوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا ٹیٹو بھی انہیں نجات پانے والے لوگوں میں شامل تھا۔

سرخ فوج کا سپاہی

روس میں اکتوبر ۱۹۱۷ء کا وہ تاریخی انقلاب برپا ہو چکا تھا جس نے زار اسکے مظالم اور اسکی فرسودہ حکومت کو ختم کر دینے کے بعد حکومت کی باگ مزدوروں کسانوں اور سپاہیوں کی سوویتوں کے حوالہ کر دی تھی۔ ٹیٹو اور اس کے ساتھی سرخ فوج میں شامل ہو کر خانہ جنگی کے زمانہ میں انقلاب اور سوویتوں کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

خانہ جنگی کے زمانہ میں ٹیٹو کو اس کے ذاتی تجربات کی بنا پر اول تو فن جنگ اور حکمت جنگ کے متعلق وہ وسیع معلومات حاصل ہوئیں۔ جن کا مظاہرہ ہسپانیا کی خانہ جنگی اور لوگوں کو سلاویہ کی مدافعت کے مواقع

پر سوچکا ہے اور دوسرے اسے وہ سیاسی تعلیم و تربیت بھی حاصل ہوگئی جس نے نہ صرف اس کی زندگی اور کردار ہی کو بدل ڈالا بلکہ اسکی قوم اور وطن کے افراد بھی آج اس کے اسی سیاسی شعور سے متاثر ہو رہے ہیں۔ زغراب میں مزدور کی حیثیت سے کام کرنے اور اس کے بعد فوجی ملازمت کے زمانہ میں ٹیٹو کو ہمیشہ 'بائیں بازو' سے تعلق رکھنے والا شخص سمجھا جاتا رہا تھا۔ حالانکہ آج 'بائیں بازو' کا جو مطلب سمجھا جاتا ہے آج سے تیس سال قبل ان الفاظ کا وہ مطلب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

بہر حال سرخ فوج میں شامل ہونے سے قبل 'بائیں بازو' کی طرف ٹیٹو کا رجحان سیاسی مسائل پر غور و فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کے ذاتی تجربات کا رہن منت تھا۔ اس کا بچپن سخت محنت و جفاکشی کے باوجود افلاس و غربت میں بسر ہوا تھا۔ اور اگرچہ وہ اپنے جذبات و خیالات کو الفاظ میں منتقل کرنے سے قاصر تھا لیکن ایک دھندلے نقش کی طرح یہ بات اس کے ذہن پر کندہ ہو چکی تھی کہ اس نظام حکومت میں جس کے ماتحت بے شمار انسان افلاس و بے چارگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں کوئی نہ کوئی نقص ضرور ہے۔

زغراب کے دہات کے کارخانہ میں کام کرنے کے زمانہ میں اسکا یہ خیال اور بھی پختہ ہو گیا۔ ابتداء میں ٹیٹو زندگی کے اس طریقہ کو سمجھنے سے قاصر تھا جس کے ماتحت وہ اور اس کے ساتھی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے لیکن رفتہ رفتہ زندگی کا یہ طریقہ اس کے لئے ناقابل برداشت

ہو گیا۔ ممکن ہے کہ ٹیٹو کے یہ خیالات اس کی اس غلط فہمی کا نتیجہ ہوں جس کے لئے خود اس کو مورد الزام قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ بلند توقعات اور وسیع امیدیں سچائیوں کو نہیں چھپا سکتیں۔

ٹیٹو اپنے گاؤں سے جن توقعات اور امیدوں کو دل میں لے کر زغراب آیا تھا وہ پوری نہ ہو سکیں لیکن بائیں بازو کی طرف اسکے رجحان کی کوئی وجہ بھی کیوں نہ ہو اس میں شبہ نہیں کہ گاؤں اور شہر غرضیکہ دونوں جگہ اس کے اولین تجربات نے اس کے دل میں بغاوت کی چنگاری روشن کر دی تھی اور بعد کے تمام واقعات و حالات اس چنگاری کے لئے ایندھن کا کام کرتے رہے۔

فوجی زندگی کے تجربات

اسٹریٹ فوج میں بھرتی کر لئے جانے کے بعد ٹیٹو کو اس نظام ریاست کی فرسودگی اور نقائص کا اندازہ لگانے کے اور بھی بہت سے مواقع ملے جس کے ماتحت وہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اسے غیر ملکی فوج میں بھرتی ہو کر غیر ملکی افسروں کے ماتحت لڑنے سے نفرت تھی۔ اسٹریٹ کی حکومت نے سلاؤ قوم کے افراد کو کبھی اسٹریٹ اور سنگری کے باشندوں کے مساوی شہری نہیں سمجھا تھا اور انہیں دوسرے درجہ کا شہری اور حکومت کرنے کی قابلیت سے نا آشنا تصور کر کے ہمیشہ معمولی درجہ کے حق خود اختیاری سے بھی محروم رکھا گیا تھا۔ ٹیٹو کو بچپن ہی میں اس نسلی فوقیت اور ذلت کے تلخ تجربات

حاصل ہونے شروع ہو گئے تھے اور انہیں تجربات نے آئندہ کے لئے اسے ہر قسم کی نسلی امتیازات کا شدید ترین مخالف بنا دیا۔

ٹیٹو اور اس کے ساتھی سلاویوں کو سلاو قوم کے مفاد کے خلاف لڑنے کے لئے فوج میں بھرتی کیا گیا تھا۔ اسٹریا نے سربیا پر حملہ کیا تھا۔ اور اسٹریا کی سلطنت میں آباد تمام سلاویوں کو فطرتاً سربیا کے ساتھ ہمدردی تھی۔ اس کے علاوہ اسٹریا روس کے ساتھ بھی برسرِ جنگ تھا اور تمام سلاوی روس کو سلاو قوم کا سب سے بڑا محافظ اور ہمدرد تصور کرتے تھے۔

ٹیٹو ان تمام باتوں سے متاثر تھا لیکن صحیح معنی میں وہ اس زمانہ کے سیاسی سوالات کی اہمیت کو اس وقت سمجھا جب دو سال تک فوجی قید خانہ میں رہنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں رہا ہو کر اس نے سرخ فوج میں شمولیت اختیار کی۔ اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ ٹیٹو نے اپنے دوستوں سے کہا تھا۔

فوجی قید خانہ سے ہماری رہائی کا واقعہ بھی عجیب تھا۔ سرخ فوج کے سپاہیوں نے قید خانہ کے دروازے کھول دیئے اور ہم سے دریافت کیا کہ کیا ہم لوگ ان کی جدوجہد میں ان کے دوش بدوش کھڑے ہونیکے لئے تیار ہیں؟ انہوں نے ہم سے ہماری قومیت دریافت نہیں کی کیونکہ ان کی جدوجہد کسی قوم کے نام پر نہیں بلکہ زار کے ظالمانہ طرز حکومت کیخلاف تھی۔ اور ہم جو خود اپنی قید کے زمانہ میں اس ظالمانہ طرز

حکومت کا مزہ چکھ چکے تھے بلا تامل اپنے نجات دہندوں کے ساتھ شریک ہونے پر آمادہ ہو گئے۔

فیصلہ کن زمانہ

ٹیٹو سرخ فوج کے سپاہی کی حیثیت سے دو سال تک تقریباً ہر محاذ جنگ پر سفید روسیوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ روس کے انقلاب کو محفوظ رکھنے کی اس جدوجہد میں ٹیٹو کو ہر قوم اور عقیدہ کے افراد کے ساتھ مل کر انقلاب کے مخالفوں کا مقابلہ کرنے کا موقع ملا۔ انہیں سائبریا، فن لینڈ، بحر بالٹک کی ریاستوں، کاکیشیا اور کریمیا میں دشمن سے جنگ آزما ہونا پڑا حتیٰ کہ انقلاب کے دشمنوں کو پورے طور پر شکست ہو گئی۔

۱۵ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سفید روسیوں سے مراد روس کے اس علاقہ کو باشندوں سے ہرچود ہارٹ رشا، یعنی سفید روس کہلاتا ہے۔ یا پھر چونکہ روس ایک بہت بڑا ملک ہے اور اس میں رنگ اور نسل کے اعتبار سے بہت سی قومیں آباد ہیں اس لئے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سفید روسی کی ترکیب ان روسیوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے جن کا رنگ سفید ہے۔ مگر یہ دونوں قیاسات غلط ہیں۔ دراصل اس موقع پر سفید، "سرخ" کے مقابلہ استعمال کیا گیا ہے اور چونکہ لفظ سرخ انقلابی رجحانات اور جدوجہد کا منظر سمجھا جانے لگا ہے۔ اس لئے، روس کے ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں جو لوگ اس کی مخالفت کرتے تھے انہیں 'سفید روسی' کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا۔ — آواد

اس تمام زمانہ میں کبھی کبھی حالات نازک بھی ہو جاتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تمام جدوجہد بے کار محض ثابت ہوگی لیکن انقلاب کی حفاظت کرنے والے کبھی مایوس نہ ہوئے اور برابر جدوجہد میں مصروف رہے۔ ٹیٹو کی زندگی میں یہ زمانہ فیصلہ کن زمانہ تھا۔

اس زمانہ میں ٹیٹو کو نہ صرف فوجی اور سیاسی اعتبار ہی سمجھتے تھے بلکہ اسے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اگر عوام اچھی طرح منظم اور مسلح ہوں اور ان میں حصول مقصد کا صحیح جذبہ بھی موجود ہو تو بے شمار مصائب و مشکلات کے باوجود انہیں اپنی آزادی کی لڑائیوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ٹیٹو کے اسی یقین نے پچیس سال بعد اسے اپنے وطن یوگوسلاویہ کی آزادی حاصل کرنے کے لئے اس کے باشندوں کو منظم کرنے کی ہمت دلائی اور بے شمار مشکلات کے باوجود وہ اپنی اس جدوجہد میں بھی کامیاب ہو گیا۔

پانچواں باب

غلطیوں کا زمانہ

وطن میں واپسی

اگرچہ ٹیٹو نے سوویت روس ہی کو اپنا وطن بنا لینے کا ارادہ کیا تھا لیکن شاید اس کے وطن کی کشش نے اسے اس کے ارادہ پر ثابت قدم رہنے کی اجازت نہ دی اور وہ روس کے انقلاب کی تمام اہم منزلوں سے گزر کر ۱۹۳۲ء میں یوگوسلاویہ واپس آ گیا۔ ٹیٹو نے ایک روسی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی اور اس کے بطن سے ماسکو میں اس کا ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا۔ جس کا نام زار کور کھا گیا تھا۔ وہی زار کو جو پچیس سال کے بعد فاشی جرموں کے مقابلہ میں ماسکو کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے ایک بازو سے محروم ہو گیا اور آج سوویت یونین کا ایک ہیرو ہے۔

ٹیٹو نے اپنے قیام کے لئے زغراب کو منتخب کیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد ماسکو سے بیوی اور

بچہ کو بھی بلا لے گا۔ اسے تو قہ ہی نہیں بلکہ یقین بھی تھا کہ اب جبکہ اس کا وطن آسٹریا کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہے وہ وہاں اپنی زندگی امن اور سکون کے ساتھ بسر کر سکے گا۔ لیکن یہ رائے قائم کر لینا اس کی غلطی تھی۔ اور اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس کا وطن آسٹریا کی غلامی سے تو ضرور آزاد ہو گیا ہے لیکن محض اس لئے کہ وہ اس گروہ کا غلام بنا دیا جائے جو سرب قوم کے عام اتحاد کے پردہ میں اسے فاشیت کے راستہ پر چلانا چاہتا تھا اور یوگوسلاویہ کا بادشاہ الکزینڈر اسی گروہ سے وابستہ لوگوں میں گھرا ہوا تھا۔

حالات کا پس منظر

یوگوسلاویہ کے اہم سیاسی مسائل اور خود ٹیٹو کے کردار کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ان سیاسی اور اقتصادی حالات کو بھی مد نظر رکھا جائے جو پہلی عالمگیر جنگ کے ختم ہونے کے بعد یوگوسلاویہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ جنگ کے دوران میں آسٹریا میں آباد سلاواؤ اقوام کے نمائندوں نے لندن اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اپنے ملک کی آزادی حاصل کرنے اور وہاں جنوب میں آباد سلاواؤ قوم کی ایک جمہوری ریاست قائم کرنے کے مطالبہ کے لئے مجالس قائم کی تھیں لیکن جہاں تک اس مجوزہ جمہوری ریاست کے نظام کا تعلق تھا اس پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔

یوگوسلاویہ کی جمہوریت پسند جماعتیں ایک ایسی حقیقی جمہوری ریاست قائم کرنے کی حامی تھیں جس کے ماتحت مختلف اقوام پورے طور پر آزاد رہ کر وفاقی دستور اساسی کی حدود میں دوسری قوموں کے ساتھ اتحاد عمل کر سکیں۔ سربیا کے پرانے سیاسی رہنماؤں نے جو اس نئی جمہوری ریاست کا مفہوم محض سرب قوم کے اثر و اقتدار کی توسیع ہی سمجھتے تھے اس تجویز کی شدید مخالفت کی۔ وفاقی ریاست یعنی ایک ایسی ریاست کا تخیل جس میں یوگوسلاویہ کی تمام اقوام حقوق اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے مساوی سمجھی جاسکتی تھیں ان کے لئے تشویش کا موجب بن گیا۔ وہ نئی ریاست کو سرب قوم کی فوقیت و برتری کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ سیاسی، اقتصادی اور فوجی اعتبار سے بلغراد ہی کو تمام ملک پر اقتدار حاصل رہے۔ یہ تھا عالمگیر سرب اتحاد کا نظریہ۔ لیکن اس نظریہ سے سرب قوم کی اکثریت متفق الراء نہ تھی البتہ سربیا کے وہ سیاسی رہنما اس اصول پر متفق الراء ضرور تھے جو اس وقت اور اس کے بعد بیس سال تک یوگوسلاویہ کی قسمت و کدک بنے رہے۔

”بالا تر قوم پرور“ کہلانے والے کروٹ رہنماؤں کی طرح مذکورہ بالا نظریہ رکھنے والے سرب رہنما بھی سرب قوم کے حقیقی نمائندے نہیں تھے اس کے باوجود چھوٹی سی اقلیت کے بھروسہ پر یہ لوگ پہلی اور دوسری عالمگیر لڑائیوں کے مابین عرصہ میں مسلسل برسرِ اقتدار رہے۔ بالا تر قوم

پرور کروٹ رہنماؤں کا بھی یہی حال رہا حتیٰ کہ انہوں نے اپریل ۱۹۴۱ء میں ہٹلر کی قائم کی ہوئی ”کروٹیا کی آزاد ریاست؟“ میں برائے نام اقتدار حاصل کرنے کے لئے اپنی روح کو نائسیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

بہر حال بے شمار مشکلات پر غالب آجانے کے بعد جب ۲۸ نومبر ۱۹۴۰ء کو عام انتخابات عمل میں آئے تو یوگوسلاویہ کے باشندوں نے جمہوری وفاق حکومت کے قیام کے حق میں رائے دی۔ وزیر اعظم پاشک کی پارٹی کو جو وفاق حکومت کی بجائے بلفراد میں مرکزی حکومت قائم کرنے کی حامی تھی دو لاکھ پچاس ہزار ووٹ ملے۔ اس کے برعکس ملک میں وفاق جمہوری حکومت کے قیام کی حامی جماعتوں یعنی ڈیموکریٹک پارٹی کو تین لاکھ بیس ہزار کسانوں کی نمائندہ جماعت کو دو لاکھ بیس ہزار کمیونسٹ پارٹی کو ایک لاکھ نوے ہزار زمینداروں کو ایک لاکھ باون ہزار سا لوینیا کے پادریوں کی جماعت اور بوسینیا کوسلمانوں کو ایک ایک لاکھ اور سوشلسٹ پارٹی کو ۵۳ ہزار رائے حاصل ہوئیں۔ یوگوسلاویہ میں وفاق جمہوری حکومت کے قیام کی حمایت میں اس واضح اکثریت کے باوجود پھر محض اسی لئے حکومت نے پہلے تو کمیونسٹ پارٹی کے ۵۹ نمائندوں کو اور ان کے بعد کروٹیا کی کسان جماعت کے نمائندوں کو اس الزام میں پارلیمنٹ سے نکال دیا کہ یہ لوگ حکومت کے مخالف ہیں پارلیمنٹ سے ان لوگوں کے اخراج کے بعد نئی ریاست کے لئے جو دستور اساسی مرتب کیا گیا وہ وفاق

نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے عام انتخابات کے موقع پر پارلیمنٹ کی دو سو چورائیس نشستوں میں سے ایک سو اکیاون حکومت کو مخالفوں کے قبضہ میں آئیں اور اس کے بعد بھی ان لوگوں کی طاقت میں اضافہ ہی ہوتا رہا لیکن ملک کی زمام حکومت سب اقوام کے اتحاد و حامی سیاسی رہنماؤں ہی کے ہاتھ میں رہی۔

۱۹۲۸ء میں جب کہ حکومت کے مخالفین قانون کی حدود میں رہتے ہوئے اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران میں حکومت کے ایک حامی نمائندہ نے ریوالور سے مخالفین پر گولی چلا دی۔ حزب مخالف کا ایک رہنما استیفان راک اسے جگہ ہلاک ہو گیا اور پانچ اراکین زخمی ہوئے جن میں سے تین کے زخم مہلک تھے۔ یوگوسلاویہ کے بادشاہ الکزیانڈر نے جو حامیان حکومت کے اعمال و افعال میں ان کی امداد و اعانت کیا کرتا تھا ۷ جنوری ۱۹۲۹ء کو اپنے تختہ رکل ہونے کا اعلان کر دیا اور اس کی آمریت کے زمانہ میں ملک کو جن جن مصیبتوں، مشکلوں اور مظالم سے گذرنا پڑا ریاست ہائے بلقان میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

غلطیان

ظلم اور تعدی کا یہی زمانہ تھا جب ٹیٹوز غراب میں واپس آیا اور امن و سکون کی زندگی شروع کرنے کی بجائے اسے پھر سیاسی کام

میں مصروف ہونا پڑا لیکن اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ملک کے موجودہ حالات میں اس کے لئے جدوجہد جاری رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے اس نے اپنے ساتھی کارکنوں کو مشورہ دیا کہ جب تک وہ پورے طور پر منظم جماعت بنا کر اپنے حقوق کے لئے جدوجہد نہیں کریں گے ان کی مصیبتیں دور نہ ہوں گی۔ سوویت روس میں اپنے تازہ ترین تجربات کی بنا پر جہاں ایک طویل اور سخت جدوجہد کے بعد مزدور طبقہ کو کامیابی حاصل ہو گئی تھی ٹیٹو نے انقلاب کی تبلیغ شروع کر دی اس نے حکومت کی مخالف دوسری جماعتوں کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت اور مفاہمت کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسے یوگوسلاویہ کے باشندوں کے انقلاب پسندانہ رجحانات پر بہت زیادہ بھروسہ تھا۔ اور سوویت روس میں انقلاب کی کامیابی کو دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا ملک بھی اس راستہ پر ضرور چلے گا۔

منطقی اعتبار سے ٹیٹو کی رائے پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یوگوسلاویہ میں بھی بالکل وہی حالات موجود تھے جن کی بدولت عہد زار کے روس نے انقلاب کا راستہ اختیار کیا تھا اور کامیابی حاصل کی تھی زار کی حکومت کی طرح یوگوسلاویہ کی حکومت بھی بے رحم، نا انصاف اور ظلم پسند افراد کے ہاتھ میں تھی۔ اور ملک کے باشندوں کی اکثریت ظلم و ستم، جبر و نا انصافی اور افلاس و تنگدستی

کے باعث حکومت کی شدید مخالفت تھی۔ پھر کمیونسٹ پارٹی جسے عام انتخابات کے موقع پر دولاکھ راہیں ملی تھیں یوگوسلاویہ کی دوسری سیاسی جماعتوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ طاقتور جماعت تھی جسے کہ یوگوسلاوی کمیونسٹوں کی تعداد ان کمیونسٹوں سے بھی بہت زیادہ تھی جنہوں نے روس میں انقلاب برپا کر نیکی جدوجہد شروع کی تھی لیکن جہاں تک عمل کا تعلق ہے۔ ٹیٹو کی رائے غلط تھی۔

ٹیٹو کو اپنی رائے کی غلطی کئی سال کے بعد محسوس ہوئی لیکن اس احساس کے بعد اس نے حکومت کی مخالفت دوسری جماعتوں کے متعلق کمیونسٹ پارٹی کے نظریہ اور طرز عمل کو بالکل بدل دیا اور اس طرح ملک کی تمام جمہوریت پسند جماعتوں کے اشتراک عمل سے جمہوری قومی محاذ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اگر ٹیٹو اپنی پہلی ہی رائے پر قائم رہتا تو جمہوری قومی محاذ کا قیام ناممکن تھا۔ بہر حال ابتدا ہی میں تمام جمہوریت پسند جماعتوں کے عام اتحاد کی اہمیت کو نہ سمجھنا ٹیٹو کی پہلی غلطی تھی۔

اس زمانہ میں ٹیٹو بین الاقوامی سیاسیات کی اہمیت کو بھی نہیں سمجھتا تھا۔ ٹیٹو اور اس کے دوست اس بات کو سمجھنے سے قاصر تھے کہ مغربی یورپ کی حکومتیں بلغراد کی آمریت کو جمہوریت کے نام سے کیوں موسوم کرتی ہیں اور الگزینڈر ایسے فخر مطلق حکمران کو جزیرہ نمائے بلقان میں مغربی جمہوریت کا بہترین دوست کس لئے تصور کیا جاتا ہے

— اس وقت تک ٹیٹو وسطی اور مشرقی یورپ کے متعلق فرانس کی اس خارجی حکمت عملی کو بھی نہیں سمجھ سکا تھا جس کی بنیاد سوویت روس کے خلاف شکوک و شبہات اور اس کی مخالفت پر قائم تھی اسی کم فہمی کے باعث اسے اس بات پر بھی یقین نہ آتا تھا کہ — فرانس الکرینیٹر کی سخت گیرانہ اور ظالمانہ حکمت عملی کی نہ صرف حمایت ہی کیے گا بلکہ اسے سخت تر بنانے میں اس کی امداد بھی کرے گا۔ اس وقت اس کا ذہن بین الاقوامی سیاسیات کے ماتحت ان تعلقات کو سمجھنے سے معذور تھا جو اثر و اقتدار پیدا کرنے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں اور اس وقت اس کے تمام نظریوں کی بنیاد یوگوسلاویہ کے اندرونی حالات ہی پر قائم تھی اور چونکہ ملک کے اندرونی حالات نازک تھے اس لئے اس نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ — اس حکومت کا زوال ایک مسلمہ حقیقت ہے — لیکن اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ — یورپ کی بڑی بڑی حکومتیں اس زوال پذیر حکومت کو قائم رکھنے میں کس قدر امداد کریں گی۔

نفع اور نقصان

بہر حال موجودہ صدی کی دوسری دہائی کا وہ ابتدائی زمانہ جس میں یوگوسلاویہ کے مزدوروں کی تنظیم عمل میں آئی اور جسے بعد میں خود ٹیٹو نے "غلطیوں کے زمانہ" کے نام سے موسوم کیا۔ جہاں بہت

سے نقائص کا حامل ہے وہیں فوائد سے بھی خالی نہیں۔ اسی زمانہ میں یوگوسلاویہ کے مزدور طبقہ کی تحریک میں وہ قویاں پیدا ہوئی جسے بعد میں ناسیوں کے خلاف ایک قیمتی تہیاری کی حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ اور اسی زمانہ میں وہ جفاکش اور مستقل مزاج رہنما پیدا ہوئے جنہیں دوسری سیاسی جماعتوں کی بے تعلقی اور بلغراد پولیس کی ناقابل بیان ایذا رسانی غرضیکہ کوئی امر بھی ان کے نصب العین سے منحرف نہ کر سکا۔

اس زمانہ میں صرف کمیونسٹ ہونا ہی پانچ سال سے پندرہ سال تک کی سزایابی کے لئے کافی تھا۔ روس ہو کر واپس آجانے کی سزا پانچ سال مقرر تھی اور کمیونسٹ تحریک کو منظم کرنے والوں کو موت کی سزا دی جاتی تھی لیکن گولی مار کر یا پھانسی کے تختہ پر لٹکا کر نہیں بلکہ قید خانہ میں شدید ترین اور ناقابل بیان و برداشت اذیتیں دے دے کر۔

جہاں تک آزادی کا تعلق ہے اس لفظ کا مفہوم 'فاکشی' غربت، خانہ بدوشی اور مستقل طور پر خطرات میں مبتلا رہنے سے زیادہ نہیں تھا۔ ٹیٹو ۱۹۲۳ء میں یوگوسلاویہ واپس آیا تھا اور ۱۹۲۸ء میں اسے گرفتار کیا گیا۔ لیکن اس تمام زمانہ میں وہ اپنے لئے کوئی ایسی جگہ نہ بنا سکا جسے مکان کے نام سے پکارا جاسکے یا جسے اس کی مستقل قیام گاہ کی حیثیت حاصل ہو۔ وہ ہمیشہ ایک خانہ بدوش کی طرح پھرتا ہی رہتا تھا۔ آج ایک گاؤں میں ہے تو کل دوسرے میں۔ اس کی صحیح ایک دوست کے گھر میں بسر ہوتی تھی تو شام دوسرے کے مکان میں اور پولیس ہمیشہ اس کے

تعاقب میں مصروف رہتی تھی۔ پھر قدم قدم پر اسے جان جانے کا خطرہ بھی لاحق رہتا تھا۔ کیونکہ پولیس اور مزدوروں کے درمیان مسلح جھڑپیں روزمرہ کی بات ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ مکانات کو آڑ لانا بھی کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں سمجھا جاتا تھا اور ضمانت کے طور پر گرفتار کئے ہوئے لوگوں کو ذرا اسی بات پر گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا۔

گرفتاری

انجام کار ۱۹۲۸ء میں جب کہ ٹیٹو اور اس کے ساتھی شام کے وقت بلغراد کے ایک کیفے میں جو مزدوروں کے جمع ہونے کی ایک ممتاز جگہ تھی بیٹھے ہوئے تھے پولیس اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کیفے میں دو کمرے اور باہر نکلنے کے لئے سامنے اور عقب میں دو دروازے تھے۔ پولیس اس کیفے پر عموماً چھاپے مارا کرتی تھی اور جب کبھی ایسا موقع پیش آتا تھا تو مزدور عقبی دروازہ سے نکل کر جو ایک تاریک صحن میں کھلتا تھا آسانی کے ساتھ مزدوروں کی ان جھونپڑیوں میں پہنچ جاتے تھے جو ریلوے اسٹیشن کے نواح میں بنی ہوئی تھیں۔ اور اس جگہ پولیس کے لئے ان کا سراغ لگانا دشوار ہو جاتا تھا۔ اس آبادی میں پہونچ کر مزدور بالکل محفوظ ہو جاتے تھے۔ وہاں کا ہر مکان ان کے لئے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور ہر شخص خواہ وہ عورت ہو یا مرد ان کا دوست تھا۔ ٹیٹو کی گرفتاری کے دن پولیس نے غیر معمولی احتیاط سے کام لیا

تھا۔ عام دروازہ سے کیفے میں داخل ہونے کے علاوہ انہوں نے اپنی ایک جماعت کو کیفے کی چھت پر بھیج کر ہلکی مشین گنوں سے عقبی راستہ کو مسدود کرنے پر بھی متعین کر دیا تھا اور پیش بندی کے طور پر عقبی صحن میں کچھ بم بھی کر دیئے تھے۔ بموں کے دھماکے سے کیفے کی چھوٹی ٹیسی عمارت ہل تو گئی لیکن اس کی کھڑکیوں کے شیشے نہیں ٹوٹے۔ ان کھڑکیوں میں شیشے تھے بھی نہیں۔ پولیس کے ایک گذشتہ حملے میں شیشے ٹوٹ جانے کے بعد انہیں دوبارہ لگانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی گئی تھی اور صرف پرانے اخبارات کے کاغذ چھپا دیئے گئے تھے۔

ٹیو اپنے دوستوں کے ساتھ کیفے کے دوسرے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ پولیس کا پہلا سپاہی جب اس کمرہ میں داخل ہوا تو ان لوگوں نے اس پر گولی چلائی اور دہاکوں کی پرواہ کئے بغیر صحن کی طرف دوڑے لیکن اب چھت پر چڑھے ہوئے سپاہیوں نے ان پر مشین گنوں سے گولیاں چلانی شروع کر دی تھیں کیفے کے اندر سے بھی گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ اور ان کے ساتھ خود ان کے ریوالوروں کی آواز نے مل کر فضا میں ایک خوف ناک شور برپا کر دیا تھا۔

خون میں شرابور تین آدمی صحن میں پڑے ہوئے تھے، ایک مردہ اور دو سخت زخمی ان کے ریوالور بھی اسی جگہ پڑے تھے۔ لیکن یہ لوگ ان سے کام لینے کے قابل نہیں رہے تھے۔ پولیس نے دونوں زخمیوں کو ہسپتال پہنچا دیا اور کسی قدر صحت یاب ہو جانے پر ایک ماہ کی

بعد انہیں عدالت میں پیش کیا گیا۔ لیکن اتھارٹی کوشش اور جہد و جہد کے باوجود پولیس یہ بات ثابت نہیں کر سکی کہ ٹیڈ کمیونسٹ تحریک کی تنظیم کا کام کرتا ہے اس لئے اسے محض کمیونسٹ ہونے کے جرم میں پانچ سال کیلئے قید سخت کی سزا دے دی گئی۔

چھٹا باب

بھوک پھرتال

گورنر بہادر کی پریشانی

یوگو سلاویہ کے مشہور قید خانہ لیسو گلاوا کا گورنر ولاد ایمیلک اپنے دفتر میں کچھ اس درجہ برسم و افسردہ بیٹھا ہوا تھا کہ سر جینٹ ٹومک نے دفتر میں قدم رکھتے ہی اسے دیکھ کر یہ رائے قائم کر لی کہ گورنر کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ دوسرے قید خانوں کے عملہ کی طرح لیسو گلاوا کا عملہ بھی نہ ٹومیلک کو پسند کرتا تھا اور نہ اس کی عزت ہی کرتا تھا۔ ٹومک کا بھی یہی حال تھا۔ لیکن دوسرے ملازمین کی طرح وہ بھی گورنر سے خوف زدہ رہتا تھا اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا دفتر میں داخل ہو کر وہ ادب کے ساتھ گورنر کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن دل ہی دل میں وہ اس کی پریشانی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ "اسے پڑھو" گورنر نے ایک کاغذ اس کے حوالہ کرتے ہوئے تلخ انداز میں کہا۔

یہ کاغذ وزارت عدل کی طرف سے ایک ایسا حکم نامہ تھا جس کی رو سے چھ نئے سزایا قذگان کو بلخراد سے لیپوگلا واسکے قیدخانہ منتقل کیا گیا تھا۔ اس حکم نامہ میں بظاہر کوئی خصوصیت نہیں تھی کیونکہ اس قیدخانہ میں قیدیوں کے گروہ کے گروہ آتے ہی رہتے تھے۔

”آنے والے قیدیوں کے ناموں کو غور کے ساتھ دیکھو۔“ گورنر نے دوبارہ کہا ”کیا ان میں سے کوئی نام گوش آشنا معلوم ہوتا ہے؟“
”نہیں جناب! ٹوٹک نے غور کرنے کے بعد جواب دیا۔

ٹوٹک نے اس معاملہ میں غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ لیکن اگر وہ کسی شخص سے واقف بھی ہوتا تو گورنر کو اس حقیقت سے مطلع کرنے سے قبل کئی مرتبہ غور ضرور کرتا۔

”فہرست میں لکھے ہوئے نام بروز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“
کیا تم نے یہ نام بھی نہیں سنا؟“ گورنر نے دریافت کیا۔
”نہیں جناب! میں نے آج سے قبل یہ نام نہیں سنا!“ سر جنٹ نے جواب دیا۔

”کیا ملازمت کے تمام زمانہ میں تم گھاس ہی کھودتے رہے ہو؟۔“
یہ شخص ہم سب کو ملازمت سے برخواست کر اسکتا ہے۔“ گورنر ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ لیکن ٹوٹک اسی طرح خاموش ٹھہرا رہا۔ گورنر نے پھر کہا ”یہ ملعون شخص کمیونسٹوں کا رہنما ہے!“

”جناب میرے خیال میں کمیونسٹوں کا رہنما تو ہلاک ہو چکا ہے!“

سر جنٹ نے جواب دیا۔ ”ایک ہی رہتا تو ہلاک ہوا ہے!“ گورنر نے کہا
”مگر یہ لوگ تو شہد کی مکھیوں کی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ تم انہیں جس قدر
زیادہ ہلاک کرو گے یہ اسی قدر زیادہ پیدا ہوتے رہیں گے۔“

”درست ہے جناب!“ سر جنٹ نے گورنر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔
”بیوقوف!“ گورنر نے کہا۔ ”تمہیں معلوم نہیں کہ ان تمام باتوں کا
انجام کیا ہوگا؟ اس بد معاش کی آمد سے تمام قید خانہ میں بچل بپا ہو جائے
گی۔ قیدی خوشیاں منائیں گے اور ممکن ہے کہ کچھ لوگ کوئی شرارت بھی
کریں۔ ہمیں بہت زیادہ ہوشیار رہنا چاہئے اور اگر وہ کسی معاملہ پر
اصرار کریں تو ہمیں ان کی مدافعت کی قوت کو ابتدا ہی میں کچل دینا
چاہئے۔ یاد رکھو اگر یہاں خفیہ سی بچل اور بد امنی بھی پیدا ہوئی تو بلغراد
کی حکومت فوراً ہی ہم سب کو ملازمت سے برطرف کرے گی۔“

گورنر اور سر جنٹ دونوں کم و بیش ایک گھنٹہ تک ان تدابیر پر
غور اور بحث کرتے رہے۔ جن پر عمل کرنے سے ان کی ملازمت سے
علحدگی کا خطرہ دور ہو سکتا تھا۔ انہوں نے یہ بات طے کی کہ نو قیدیوں
کی آمد کے وقت گورنر کو خود موجود رہنا چاہئے اور حسب معمول اسے وہ
تقریر بھی کرنی چاہئے جو دہیکوں اور تینہوں کا ایک ایسا مکتبہ ہو کرتی
تھی جسے نہایت احتیاط کے ساتھ تیار کیا جاتا تھا اور اسی تقریر کے
دوران میں اسے قیدیوں پر یہ بات بھی واضح کر دینی چاہئے کہ —
اس قید خانہ سے آج تک کوئی شخص بھی فرار ہونے میں کامیاب نہیں

ہوسکا اور یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنا اقدام خودکشی سے کم نہیں
 — ”میں ان سے یہ بات بھی کہوں گا کہ اگر کوئی شخص خودکشی کا خواہش
 مند ہے تو اسے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرنی چاہئے اس صورت میں
 انہیں معلوم ہو جائے گا کہ خودکشی کا یہ کتنا اچھا طریقہ ہے۔“ گورنر نے اپنی
 تقریر کو ختم کرتے ہوئے بطور مذاق کہا۔

لیپوگلاوا!

لیپوگلاوا کا قید خانہ دو عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں سے ایک نئی
 تھی اور دوسری پرانی۔ پرانی عمارت جس میں گورنر اس کا عملہ اور
 قید خانہ کے محافظ رہا کرتے تھے دراصل اٹھارویں صدی میں تعمیر شدہ
 ایک خانقاہ تھی اور نئی عمارت جو قیدیوں کے لئے مخصوص تھی پہلی
 عالمگیر جنگ کے بعد تعمیر کی گئی تھی۔ ان دونوں عمارتوں کے درمیان
 ایک وسیع صحن تھا اور قیدی روزانہ اسی صحن میں چہل قدمی کیا کرتے
 تھے۔ ان دونوں عمارتوں کے چاروں طرف ایک بلند دیوار قائم تھی
 جس پر ننگرانی کے لئے چار مینار بنائے گئے تھے۔ ان میناروں میں مشین
 گنین نصب تھیں اور قید خانہ کی حفاظت کے لئے وہاں دن رات
 ”خاص محافظین“ کا پہرہ لگا رہتا تھا۔

لیپوگلاوا کا قید خانہ یوگوسلاویہ کے طول و عرض میں مستحکم ترین
 قید خانہ تصور کیا جاتا تھا۔ اور یہ بات مشہور تھی کہ وہاں سے کسی قیدی

کا فرار ہو جانا قطعاً ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس قید خانہ میں سب سے زیادہ خطرناک قیدیوں ہی کو بھیجا جاتا تھا۔

قیدیوں کی آمد

۱۹۲۸ء کے موسم خزاں میں ایک روز صبح کے وقت چھیالیس قیدیوں کا ایک گروہ لیسوگلاو کے قید خانہ میں وارد ہوا۔ حفاظت کے لئے ایک سو سپاہی بھی ان قیدیوں کے ہمراہ تھے۔ قیدیوں کو فوراً قدیم عمارت کے اس وسیع مکہ میں پہنچا دیا گیا جہاں ضرورت کے وقت سب لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ طے شدہ تجویز کے مطابق گورنر نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ایک تقریر کی اور چونکہ وہ اس قسم کی تقریروں کا عادی ہو گیا تھا اس لئے اس کی یہ تقریر نہایت مختصر اور موقع کے اعتبار سے بالکل موزوں تھی تقریر ختم کرنے کے بعد اس نے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سے یوسپ بروز کون ہے؟ اس سوال پر ٹیٹو قیدیوں کی صف سے نکل آیا اور گورنر اسے اپنے دفتر میں لے گیا۔

دفتر میں پہنچ کر گورنر نے ٹیٹو سے کہا کہ میں اس بات سے چھی طرح واقف ہوں کہ تم ایک کمیونسٹ رہنا ہو۔ بلاشبہ تمہیں کمیونسٹ رہنا کی حیثیت سے سزا نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کوئی بات نہیں۔ عدالتوں میں صرف قانونی نکات پر نظر کی جاتی ہے۔ لیکن لیسوگلاو کا قید خانہ عدالت نہیں اس لئے یہاں ان بے معنی باتوں کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا اور تمہیں بہت

جلد اس بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ میں نے ایک کہانی سنی ہے جس میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے ملازم کو اس وقت سزا دیا کرتا تھا جب وہ برتن دھونے کے لئے تیار ہوتا تھا تاکہ وہ برتن نہ توڑے میں اس شخص کی دانش مندی کا قائل ہوں۔ برتن ٹوٹ جانے کے بعد سزا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

نئی اذیت

گورنر نے ٹیٹو کو اذیت دینے کے لئے ایک نہایت سادہ مگر پرانا طریقہ اختیار کیا جسے زار کے زمانہ کی بروسی پولیس کی ایجاد کہا جاتا ہے۔ ٹیٹو کو ایک کمرہ میں لے جا کر ایک آرام دہ کرسی پر بٹھا دیا گیا اور ایک شخص اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ٹیٹو کا خیال تھا کہ کوئی شخص نقیشتی کے لئے اس جگہ آئیگا لیکن ایک گھنٹہ تک بیٹھے رہنے کے باوجود جب کوئی شخص نہ آیا تو اس نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے دریافت کیا۔

”ہم لوگ یہاں کس لئے بیٹھے ہوئے ہیں؟“

”مجھے معلوم نہیں!“ اس کے ساتھی نے جواب دیا

ٹیٹو سفر کے باعث تھکا ہوا تھا اور اسے نیند آرہی تھی۔ اس جگہ بیٹھے ہوئے جب ایک گھنٹہ اور گزر گیا تو اس پر غنودگی طاری ہو گئی لیکن اس کے قریب بیٹھے ہوئے شخص نے فوراً ہی اسے بیدار کر دیا۔ ٹیٹو نے اس شخص کی اس حرکت پر کوئی توجہ نہیں کی۔ اس نے خیال کیا کہ

بہر حال ہم لوگ کسی شخص کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ بات مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ وہ شخص یہاں پہنچ کر قیدی کو سوتا ہوا پائے۔ لیکن بیس منٹ تک کوئی شخص نہ آیا اور ٹیٹو پر پھر غنودگی طاری ہو گئی۔ اسے پھر بیدار کر دیا گیا اور چار پانچ مرتبہ یہی واقعہ پیش آیا حتیٰ کہ ٹیٹو مزید صبر نہ کر سکا اور اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

”کیا اذیت دینے کا یہ کوئی نیا طریقہ ہے؟“

”نہیں! یہ تو بہت پرانا ہے اور ہم خود کئی سال سے اسے استعمال

کر رہے ہیں!“ اس کے ساتھی نے جواب دیا۔

ٹیٹو اس قدر کسل مند تھا کہ اس کے لئے اظہار ناراضگی کرنا بھی دشوار

تھا لیکن اس کے باوجود چند منٹ کے بعد جب اسے پھر بیدار کیا گیا تو اس

نے اپنے ساتھی کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اس شخص نے اس کی باتوں کا کوئی جواب

نہیں دیا اور وہ ایک مرتبہ پھر سو گیا۔ اب ٹیٹو کے محافظ نے محسوس کیا کہ

سفر کے باعث تھکے ہوئے اس قیدی کو سونے سے باز رکھنے کے لئے

کسی نئی تدبیر پمپل کرنے کی ضرورت ہے چنانچہ پانی سے بھری ہوئی ایک

بالٹی اس کے سر پر لٹ دی گئی۔ ٹیٹو بیدار ہونے کے بعد پھر سو گیا حتیٰ کہ

اس کے ساتھی نے ایک گھنٹہ کے اندر کرسی بھی ہتالی اور اسے کھڑا رہنے

کا حکم دیدیا۔ کچھ دیر کے بعد ٹیٹو کو غش آ گیا لیکن یہ مختصر سی بے ہوشی بھی اس

کے لئے سود مند ثابت نہ ہوئی اور ہوش آنے کے بعد وہ پھر نیند کے

آغوش میں تھا۔ غرضیکہ دو روز تک یہی جدوجہد جاری رہی اور اس

دوران میں اسے بیدار رکھنے کے لئے ہر ممکن تدبیر پر عمل کیا گیا۔

بھوک ہڑتال کا آغاز

لیسٹنگٹن اور اس میں قیدیوں کی بھوک ہڑتال کا واقعہ ٹیٹو کی آمد کے تین ماہ بعد پیش آیا۔ اس سلسلے میں اس قیدیوں کے ایک خفیہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

”ہم اے لئے حصول مقصد کا یہ پہلا اور آخری موقع ہے۔ اگر ہم متحدہ رہ سکتے اور کسی شخص نے بھی ہمت نہ ہاری تو ہماری کامیابی یقینی ہے۔ گورنر کے لئے دو ہزار، انسانوں کو بھوک سے مار دینا ناممکن ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر بلغراد سے کوئی اسپیکر آ گیا تو یا تو اسے اپنا طرز عمل تبدیل کر دینا پڑے گا یا پھر وہ ملازمت سے مستعفی ہو گا۔ اسے اس کی من مانی کارروائیوں کے لئے اس وجہ سے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ حکومت اسے ایک قابل منتظم سمجھتی ہے لیکن اگر ایک مرتبہ ہم یہ بات ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ قابل منتظم نہیں تو وہ ضرور برخواست کر دیا جائے گا اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمارا حال موجودہ حال سے بدتر نہیں ہو سکتا۔“

قیدیوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی اور جب گورنر کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو ٹیٹو کے اندازہ کے مطابق اس پر ناقابل بیان

بدحواسی طاری ہو گئی۔ اور جب ناشتہ سے انکار کرنے کے بعد انہوں نے دوپہر کا کھانا کھانے سے بھی انکار کر دیا تو گورنر نے سمرجنٹ ٹومک کی مدد سے قیدیوں کو یہ اطلاع دی کہ — اگر انہوں نے بھوک ہڑتال ترک نہ کر دی تو ان میں سے دس ایسے افراد کو جو تحریک کے رہنما ہیں بطور یرغمال علیحدہ کر لیا جائے گا اور انہیں ایسی سخت سزا دی جائے گی کہ عذاب کے فرشتے بھی گھبرا اٹھیں گے — سمرجنٹ ٹومک نے گورنر کا پیغام پہنچانے کے بعد کہا کہ — اگر تم لوگوں کی جگہ میں ہوتا تو اپنی اس ارادہ کو ضرور ترک کر دیتا کیونکہ گورنر نے اپنے پیغام میں سزا کے جن طریقوں کی جانب اشارہ کیا ہے وہ اس درجہ ہول ناک ہیں کہ — آج تک اسے خود، انہیں اختیار کرنے کی جرأت نہیں ہوئی — لیکن قیدیوں نے اس کے مشورہ پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔ گورنر کے حکم سے دس آدمیوں کو دوسرے قیدیوں سے علیحدہ کر لیا گیا۔ ٹیٹو نہ صرف ان میں شامل ہی تھا بلکہ اسے اپنے باقی ساتھیوں کی رہنمائی کا فخر بھی حاصل تھا۔ شام کے وقت ان لوگوں کو ان کی کوٹھڑیوں میں بند کرنے کے لئے واپس لایا گیا۔ اس روز انہیں ایذا رسانی کے جس طریقہ کا شکار ہونا پڑا تھا اسے غیر معمولی طریقہ نہیں کہا جاسکتا۔ ان کے ناخنوں کے نیچے تیز نوکیلی سلائیاں داخل کی گئیں تھیں۔ اس طرح انہیں سخت اذیت تو ضرور پہنچی تھی لیکن ان کے لئے یہ اذیت غیر متوقع نہیں ثابت ہوئی۔

دوسرے روز علی الصبح پھر انہیں دس اشخاص کو ان کی کوٹھڑیوں سے لے جایا گیا اور دوپہر کے وقت اعلان کیا گیا کہ — ان میں سے دو آدمیوں نے خودکشی کر لی ہے — قیدی اس جملہ کا مطلب اچھی طرح سمجھتے تھے دوپہر کے بعد باقی ماندہ آٹھ افراد کو واپس لایا گیا لیکن وہ بالکل بہوش تھے۔ اس روز انہیں ریت سے بھری ہوئی بوریوں سے زد و کوب کیا گیا تھا کیونکہ اس طرح زد و کوب کرنے سے مجرم کی ہڈیاں تو ٹوٹ جاتی ہیں۔ لیکن اس کے جسم پر کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ زد و کوب کرنے والوں کی نا تجربہ کاری کے باعث دو آدمیوں کے سینہ پر شدید ضربات لگی تھیں جن کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی تھی اور یہ تھی اس خودکشی کی حقیقت جس کا ذکر سرکاری اعلان میں کیا گیا تھا۔

سورج غروب ہو جانے کے بعد انہیں پھر کوٹھڑیوں سے نکالا گیا۔ اب چونکہ یہ لوگ نقل و حرکت کرنے سے قطعاً معذور تھے اس لئے سپاہیوں نے انہیں فرش پر گھسیٹ کر اذیت دینے کی جگہ تک پہنچایا اور چند گھنٹہ کے بعد جب اسی طرح انہیں واپس لایا گیا تو ان کے سرخون سے سترابور تھے۔ ابتدا میں تو کوئی شخص بھی یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ ان پر کیا گزری ہے۔ لیکن پھر ان کی سمجھ میں آیا کہ ان کے سروں کا ایک ایک بال جڑ سے اٹھا لیا گیا ہے۔ اس سزا کے بعد ان کے سروں پر چھوٹے چھوٹے بال بھی جنہیں جیل کے قواعد کے مطابق قیدیوں کے سروں پر موجود ہونا چاہئے تھا۔ کئی ماہ کے بعد نمودار ہوئے۔

تیسرے روز صبح کے وقت پھر انہیں کھینچتے ہوئے سزائینے کے مقام پر لے جایا گیا اور جب وہ پھر واپس لائے گئے تو وہ بے ہوش تھے ان کی حالت پر رحم آتا تھا اور ان کی صورت دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔ انکی آنکھیں شیشہ کے ٹکڑوں کی طرح جذبات کے اظہار سے قاصر اور بے حس و حرکت تھیں، منہ سے جھاگ برآمد ہو رہے تھے اور ان کی انگلیاں نہ صرف مٹری ہوئی تھیں بلکہ اس طرح کانپ رہی تھیں کہ انہیں دیکھ کر دہشت معلوم ہوتی تھی۔ دوسرے دن اسی بے ہوشی کی حالت میں پانچ آدمیوں کا انتقال ہو گیا لیکن تین زندہ رہے انہیں بھی مزید دو دن اور رات موت اور زندگی کی کش مکش میں مبتلا رہنا پڑا۔

آخر کار جب ان لوگوں کو ہوش آیا اور وہ بات چیت کرنے کے قابل ہوئے تو ان کے ساتھیوں کو اس بات کا اندازہ ہو سکا کہ سہر حنٹ ٹومک نے گورنر کا پیغام پہنچانے کے بعد سزائے ہولناک طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے غلط بیانی نہیں کی تھی اور اس کی یہ بات بالکل درست تھی کہ ان طریقوں پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہوئے گورنر بھی بچکچاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ٹینو کو بعض ڈاکٹروں کے روبرو سزائے اس ہولناک طریقہ کی تفصیل بیان کرنے کا موقع ملا تو انہوں نے ٹینو اور اس کے ساتھیوں کے زندہ رہ جانے کو معجزہ سے تعبیر کیا۔

ٹینو اور اس کے ساتھیوں کو سزائینے کی جگہ لے جانے کے بعد پہلے تو اس قدر زرد و کوب کیا گیا کہ وہ بالکل بے ہوش ہو گئے تھے اصل سزائینے

سے قبل انہیں بے ہوش کر دینے کا مطلب یہ تھا کہ ضعف اور کمزوری کے باوجود سزا دینے کے وقت کہیں یہ لوگ مدافعت نہ شروع کر دیں اور اس طرف سے مطمئن ہو کر گورنر کے حکم سے ان قیدیوں کو وہ دہشت ناک سزا دی گئی تھی جس کا تصور ہی انسان کو لرزہ بر اندام کر دینے کے لئے کافی ہے۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں کو بے ہوش کر دینے کے بعد انہماکے ذریعے سے ان کی آنتوں میں اس پانی کی ایک بہت بڑی مقدار داخل کر دی گئی جسے بہت سائیک ملا کر تقریباً تیزاب بنا دیا گیا تھا۔ ایک مرتبہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ٹیٹو نے اپنے بعض دوستوں سے کہا تھا کہ — ہوش آجانے کے بعد میں نے اپنی آنتوں میں جو سوزش اور جلن محسوس کی تھی اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

قیدیوں نے جب اپنے باقی ماندہ تین رہنماؤں کو اس قابل رحم اور ناقابل برداشت حالت میں دیکھا تو انہوں نے بھوک ہڑتال ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ — زیادہ سے زیادہ گورنر یہی تصور کرے گا کہ اسے فتح نصیب ہوئی۔ لیکن یہ کوئی بات نہیں۔ قید خانہ کے شہر مناک اور انسانیت سوز قوانین کے خلاف ہم نے اپنی بہت کے مطابق جدوجہد کی لیکن اگر گورنر سب کو موت کے گھاٹ اتار دینے پر تامل گیا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں — پھر انہیں یہ بھی بتا گیا تھا کہ — اگر ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کی جان بچ سکتی ہے تو صرف بکثرت دودھ پینے سے ورنہ ان کی موت واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں —

اور بھوک ہڑتال ترک کئے بغیر دو دھ دستياب نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر بھوک ہڑتال جاری رہی۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں ٹیٹو نے اس فیصلہ سے شدید اختلاف کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اس سے زیادہ سختی ناممکن ہے میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ہم زندہ رہیں گے اور اگر ہم نے اس وقت کمزوری کا اظہار نہ کیا تو ہمیں کامیابی حاصل ہوگی۔

ٹیٹو کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ انہیں کامیابی نصیب ہوئی۔ گورنر بلغراد کی حکومت کو اس بھوک ہڑتال کی اطلاع دینے پر مجبور ہو گیا۔ اور بھوک ہڑتال شروع ہونے کے گیارہویں روز تفتیش حالات کے لئے دو انسپکٹر لیپو گلاہ میں آپہنچے۔ اصل حالات سے مطلع ہونے کے بعد گورنر کو درخواست کر دیا گیا۔ بھوک ہڑتال ختم ہو گئی اور اس واقعہ کے بعد نہ صرف لیپو گلاہ ہی کو قیدیوں کیساتھ اچھا سلوک ہونے لگا۔ بلکہ ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کی قربانیوں کی بدولت یوگوسلاویہ کے طول و عرض میں سیاسی قیدیوں کی حالت بہتر ہو گئی۔ بہت سے ناقابل برداشت اور توہین آمیز قوانین اور قاعدوں کی گرفت کو نرم کر دیا گیا۔ قیدیوں کو ان کے عزیزوں اور دوستوں کی طرف سے بھیجے ہوئے پارچات اور اشیاء خوردنی کے پارسل وصول کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ ان کے کام کا وقت کم کر دیا گیا اور اس طرح انہیں آرام کرنے کے لئے زیادہ وقت ملنے لگا۔ انہیں ایک لائبریری قائم کرنے، خطوط لکھنے اور ایک ماہ میں ایک مرتبہ

اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کرنے کی اجازت بھی حاصل ہو گئی۔ اور اگرچہ سزائے قید کے خوفناک طریقوں کو ترک نہیں کیا گیا۔ لیکن ان کے استعمال کو بہت ہی خطرناک حالات تک محدود کر دیا گیا۔

یہ دعوہ کرنا غلط نہ ہو گا کہ — لیپوگلاوا کے سیاسی قیدیوں کی بھوک ہڑتال نے یوگوسلاویہ میں سیاسی اسیروں کی قید و بند کو نظام کو بہت بڑی حد تک تبدیل کر دیا — اور اگرچہ اس تغیر کے بعد بھی سیاسی اسیروں کو اپنی قید کی میعاد پوری کرنے کے لئے جسمانی اور ذہنی طور پر بہت زیادہ طاقت اور قوت برداشت کی ضرورت باقی رہی لیکن ان تبدیلیوں سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوا کہ جفاکش اور مستقل مزاج قیدی زندہ رہ کر اپنی میعاد قید ضرور پوری کر لیا کرتے تھے لیکن ماضی میں امر تقریباً ناممکن تھا — اس واقعہ کے بعد جب کبھی کوئی شخص قید ہو کر لیپوگلاوا میں آتا تو اسے گیارہ دن کی بھوک ہڑتال کا یہ قصہ ضرور سنایا جاتا۔ ٹیٹو کی بھوک ہڑتال کا قصہ جسے محض ٹیٹو کے استقلال کی بدولت کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اور اگرچہ ہر شخص اس واقعہ کی تفصیل سے واقف تھا۔ لیکن یہ بات صرف ٹیٹو ہی کو معلوم تھی کہ اسے گیارہ روز تک نہیں بلکہ پورے چار سال تک جدوجہد کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ اسے جو سزا دی گئی تھی اس نے اس کی قوت ہاضمہ کو بے کار بنا دیا تھا اور اس مصیبت سے اسے چار سال کے بعد نجات حاصل ہو سکی تھی۔

ساتواں باب

رُپوشی

آمریت کے نتائج

لیپوگلاوا میں پانچ سال گزارنے کے بعد جب ۱۹۳۲ء میں ٹیٹو بلغراد واپس آیا تو ملک کے حالات بے حد خراب ہو چکے تھے۔ یوگوسلاویہ پر اقتصادی جمود طاری تھا، کسانوں کو غلہ سے بھری ہوئی ایک گاڑی کی قیمت جوتوں کے ایک جوڑے کی قیمت سے زیادہ نہ ملتی تھی۔ دن بھر کام کرنے کے بعد ایک معمولی مزدور حاصل شدہ معاوضہ سے ایک روٹی اور پیئر کا ایک ٹکڑا تک نہ خرید سکتا تھا۔ الکنزینڈر کی آمریت نے ملک پر پوری گرفت حاصل کر لی تھی اور اس کا طرز عمل روز بروز زیادہ جابرانہ اور ظالمانہ ہوتا جا رہا تھا حتیٰ کہ پولیس کی "خاص اجازت" حاصل کئے بغیر ریل گاڑیوں میں سفر کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ اور حکومت کے طرز عمل سے معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کو بھی مخالف حکومت قرار دے کر چند سال کی سزائے قید دیدی جاتی تھی۔

الگزینڈر کی حکومت سے اختلاف رکھنے والوں کے خلاف "قانون تحفظ حکومت" کو سخت بے رحمی کے ساتھ استعمال کیا جاتا تھا۔ امن کے قیام اور قانون کی حفاظت کے نام پر اس نے مانہیں یوگو سلاویہ کی آزادی کو ٹھیل دینے کے لئے حکومت کی جانب سے جن قابل نفرت جرائم کا ارتکاب کیا جاتا تھا میں یہاں مثال کے طور پر ان میں سے کسی جرم کی تفصیل بیان کرنی بجائے اس قانون ہی کی بعض دفعات پیش کردینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ اس سلسلہ میں قانون کی ان دفعات کا ذکر نہیں کرنا چاہتا جن میں حکومت کی مخالفت میں تقریریں کرنے، مخالف حکومت تحریکات کی تنظیم اور حکومت کی منظوری کے بغیر اخبارات یا اشتہارات طبع اور شائع کرنے ایسے جرائم کے لئے قید محض، قید با مشقت یا سزائے موت کا تعین کیا گیا تھا۔ کیونکہ بد قسمتی سے یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی اس قسم کے قوانین نافذ تھے اور اس لئے ان میں کوئی خصوصیت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن یوگو سلاویہ کے تحفظ کے قانون کی دفعہ تین کی رو سے کمیونسٹ بد معاشوں کے پورے خاندان، رشتہ داروں حتیٰ کہ دوستوں کو بھی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا تھا۔

نامنصفانہ قانون

سطور بالا میں "قانون تحفظ ریاست" کی جس دفعہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ تھے۔

کو جلا وطنی کی سزا دی جائیگی۔ یہ سزا بریفیکٹ (اس جگہ کا اعلیٰ سرکاری
حاکم) دے سکیگا اور اس طرح جوستی خالی ہوگی اس میں حکومت کو
وفادار لوگ آباد کئے جائیں گے۔“

اس سلسلہ میں ہمیں صرف اس قدر کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ یوگوسلاویہ کی
نہنشاہیت پر مبنی آمریت نے ملک میں جو قوانین نافذ کئے تھے وہ ہلر کیلئے بھی
سبق آموز ثابت ہو سکتے تھے۔

قید خانہ کے تجربات

یوگوسلاویہ کے یہ حالات تھے جنہیں پانچ سال کے بعد واپس آ کر ٹیوٹ کو از سر نو
مزدور تحریک کی تنظیم شروع کرنی پڑی۔ اب ٹیوٹ زیادہ احتیاط پسند اور مصلحت اندیش
بن گیا تھا۔ اب وہ بلا ضرورت خطرات میں مبتلا ہو مینو ناپسند کرنے لگا تھا اور پانچ
سال تک قید خانہ میں زندگی گزارنے کے بعد اسے بہت سے سبق حاصل ہو گئے تھے۔ ایک
مرتبہ بلقانی ریاستوں کے ایک سیاسی مبصر نے کہا تھا کہ۔

بلقان کے تمام ممتاز اور دانش مند سیاسی رہنماؤں کیلئے قید خانہ ہمیشہ
اعلیٰ سیاسی تعلیم کا گاہ ثابت ہوئے ہیں۔

اور یہ بات درست بھی ہو کیونکہ انہیں سویشیہ افراد کی سیاسی قابلیت کے جوہر قید خانوں
سو واپس آنیکے بعد ہی کھلے ہیں اور ٹیوٹ بھی اس قاعدہ کو مستثنیٰ نہیں رہ سکا۔ قید خانہ
میں جہاں ٹیوٹ کو غور و فکر کرنے کے علاوہ اور معاملات کی طرف توجہ مبذول کرنی بہت ہی کم
ضرورت پیش آتی تھی اس نے دو ہم سبق حاصل کئے تھے پہلا سبق تو یہ تھا کہ۔ ایک

چھوٹی تنظیم اور مرتب جماعت ہزار ہا غیر منظم اور بڑے قاعدہ مقلدین کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے۔ اور دوسرا یہ کہ۔ اگرچہ مزدور طبقہ فاشیت کی مخالف جنگ میں پیش رو فوج کی حیثیت رکھتا ہے لیکن محض یہ طبقہ ہی اس جنگ میں فتح حاصل نہیں کر سکتا۔ اس ہم کو سر کرنے کیلئے ملک کے تمام جمہوریت پسند عناصر کو اتحاد کی ضرورت ہے۔ یوگوسلاویہ میں ان عناصر کا بیشتر حصہ کسانوں پر مشتمل تھا۔ اسلئے اب ٹیٹو نے اپنی توجہ دو کاموں پر مرکوز کر دی پہلا کام پوشیدہ طور پر مزدوروں کی مضبوط اور مقبول تنظیم تھا اور دوسرا کام ملک کو تمام جمہوریت پسند عناصر اور ترقی پسند جماعتوں کو ایک مقصد پر متحد کرنا۔ یہاں میں ایک بات کی تفصیل بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ متحدہ محاذ کی تحریک جو مغربی یورپ میں دوسری عالمگیر جنگ سے چھ یا سات سال قبل جاری ہوئی تھی بلقانی ملکوں میں بہت پہلے شروع کی جا سکی تھی۔ اور اسی تحریک کی بدولت دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں کمیونسٹ اور دوسری جمہوریت پسند جماعتوں کے درمیان قابل عمل سمجھوتہ ہو نہیں سکی اور دشواری پیش نہیں آئی۔ ریاستہائے بلقان میں متحدہ محاذ کی بنیادی اداسے موجود تھی اور اگرچہ انکا کوئی اثر اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوا تھا لیکن انکی پوشیدہ طور پر موجودگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس تحریک کے نتائج ظاہر نہ ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ حکومت نے تمام جمہوریت پسند جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیدیا تھا۔ یہاں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ متحدہ محاذ کا تخیل ایک بلقانی کمیونسٹ یعنی بلغاریہ کے کمیونسٹ رہنما جارج ڈیٹروف (بلغاریہ موجودہ وزیر اعظم) ہی کا پیش کیا ہوا تھا۔ اس شخص نے ۱۹۳۵ء میں یورپ کے تمام ملکوں کو اس تحریک پر غور اور عمل کرنے کی جانب توجہ دلانی تھی اور اگرچہ مغربی یورپ کے لئے متحدہ محاذ کے قیام کی یہ تحریک بالکل نئی تھی۔ لیکن

ڈیٹروف نے اسے اپنے وطن بلغاریہ میں ۱۹۲۳ء ہی میں شروع کر دیا تھا۔

حالات کا اثر

یوگوسلاویہ میں متحدہ محاذ کی تحریک کے اجرا اور توسیع و کامیابی میں ایک اور واقعہ نے بھی امداد کی اور وہ واقعہ تھا — جرمنی میں ۱۹۲۳ء میں ہٹلر کا برسر اقتدار آنا اور جرمنی کے لئے توسیع اثر و اقتدار کو خارجی حکمت عملی کی بنیاد قرار دینا۔ — جسے کامیاب بنانے کے لئے جرمنی ابتداً میں اقتصادی اور اس کے بعد سیاسی ذرائع سے کام لیتا رہا۔ ٹیٹو نے ابتدا ہی میں اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا کہ — ناسی خطرہ کا مقابلہ کرنا ایک ایسی ضرورت ہے جسے تمام ضرورتوں سے مقدم سمجھنا چاہئے اور قوم کی تمام ترقوت کو ایلیٹ متحدہ محاذ کے قیام پر مرکوز کر دینا چاہئے جسے عوام کی تائید و حمایت حاصل ہو — کیونکہ جرمن شہنشاہیت کی اقتدار پسندانہ مذموم مقاصد کو شکست دینے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔

ٹیٹو نے غیر معمولی محنت و جفاکشی کے ساتھ اس کام کو شروع کر دیا لیکن اس کے ساتھ وہ پوشیدہ طور پر کمیونسٹ پارٹی کو بھی مضبوط بنا رہا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھا کہ ضرورت کے وقت صرف کمیونسٹوں ہی کو یوگوسلاویہ کے باشندوں کے روبرو وہ وسیع سیاسی نظام پیش کرنا پڑے گا جس کے بغیر عام مدافعت کی کوئی تحریک بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

تک پہنچ گئی اور رفتہ رفتہ وہ بھی یورپ کی حکومتوں کی نئی ترتیب اور تشکیل کے سوال کو اسی زاویہ نظر سے دیکھنے لگا تھا جو ناسیوں کے لئے مخصوص تھا۔ جنگ سے چند سال قبل ہی مشرقی یورپ میں فرانس اور برطانیہ کا اثر کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ممکن تھا کہ اگر مغربی یورپ فاشی اثر و اقتدار کو مسدود کرنے کے لئے عزم و استقلال سے کام لیتا تو جرمن شہنشاہیت کو بلقان میں قدم جمانے کا موقع نہ ملتا اور وہاں کے حالات بالکل ہی مختلف ہوتے لیکن اس وقت یورپ کی جمہوری حکومتیں جرمنی کو خوش کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ جمہوری حکومتوں کی یہ حکمت عملی بلقان کے لئے تباہ کن تھی اور اس تباہی کا تمام فائدہ جرمنی کو حاصل ہوا۔

یوگوسلاویہ کے باشندے اس معاملہ میں قابل تعریف ہیں کہ ان کے قدم کسی واقعہ پر بھی نہیں دگم گئے اور کسی موقع پر بھی جرمنی اور فاشیت کے بارہ میں کسی جمہوری جماعت کی رائے نہیں بدلی۔ لیکن حکومت کے مقابلہ میں ان کا طرز عمل واضح طور پر معترضانہ اور مخالفانہ رہا۔ انکا یہ طرز عمل پال اور اس کے زمانہ میں قائم ہونے والی متعدد حکومتوں کے لئے خطرہ کا ایک ایسا اشارہ تھا جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے حکومت نے اپنے جبر و تشدد کی تمام تر قوت ان تمام انجمنوں اور افراد کو کچل دینے پر مرکوز کر دی جو اس کی نظر میں غیر معمولی طور پر خطرناک جمہوریت پسند واقع ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں کمیونسٹ ہی نہیں بلکہ تمام جمہوریت پسند گرفتاری 'قید' اذیت اور ہلاکت کے خطرات سے دوچار رہتے تھے۔

حکومت کے تمام مخالفین، کیساتھ یکساں سلوک کیا جاتا تھا اور مخالفین حکومت " ایسی بے معنی اور مہمل ترکیب کے دائرہ سے بلغراد یونیورسٹی کے طلباء بھی باہر نہ رہ سکے تھے۔

جرمنی کے ساتھ یوگوسلاویہ کی مصالحت و مفاہمت کا پہلا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ملک کے اندرونی معاملات کو طے کرنے کے لئے بلغراد کی حکومت نے بھی وہی طریقے اختیار کرنے شروع کر دیئے جو نائسی جرمنی میں راج تھے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۲۳ء میں 'آزاد یوگوسلاویہ' کی جانب سے لندن میں "یوگوسلاویہ کی قومی آزادی کی تحریک" کے زیر عنوان جو رپورٹ شائع کی گئی تھی اس کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔

حکومت کا یہ دور پولیس اور جنڈارمہ کے مسلسل ظلم اور دہشت انگیزی کا دور تھا۔ اس زمانہ میں پس ماندہ قوموں کے ہزار ہا افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ ابتدائی شہری حقوق اور جمہوریت کے بنیادی احساسات کو کچل دیا گیا تھا اور ان بدینت اور حریم افراد کے لئے جو بہ سزا قرار ہونے کے باعث اختیاراً حکومت کو اپنی اغراض اور خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کرتے تھے یوگوسلاویہ اقوام کی آزادی کی خواہش اور جمہوری احساسات کو کچلنے کیلئے ملک کے طول و عرض میں خون کی ندیاں بہائی جاتی تھیں۔

ناتسیت کی ترقی اور مہلر کی فوجی تجاویز کی کامیابی کے اسباب و علل پر

غور کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ناسی جرمینی نے کسی موقع پر بھی دوسرے ملکوں میں پیدا شدہ سیاسی بحیثی اور اقتصادی بد حالی سے فائدہ اٹھانے کے موقع نہ ہاتھ سے نہیں دیا۔ چنانچہ یوگوسلاویہ کے ناگفتہ بہ حالات سے بھی سب سے پہلے جرمینی نے ہی فائدہ اٹھایا اور حکمران طبقہ کی بدہمتی اور لوٹ کھسوٹ کے باعث جرمینوں کو یوگوسلاویہ کی سیاسی اور اقتصادی زندگی میں کامل دست رس حاصل ہو گئی۔

حکمت عملی میں تبدیلی

ان حالات میں قومی جمہوری محاذ کے قیام کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی اور اسی لئے ٹیٹو نے کمیونسٹ پارٹی اور دوسری جمہوری جماعتوں کی عام حکمت عملی کو تبدیل کر دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ حکومت نے سیاسی رواداری کا نقاب اتار دیا تھا، پولیس کے ظلم اور جبر کے طریقے زیادہ وحشیانہ ہوتے جا رہے تھے اور اب حکومت کی براہ راست مخالفت ناممکن ہو گئی تھی۔ حکومت کی براہ راست مخالفت کرنا، قید اور موت کو دعوت دینا تھا اور اس وقت یوگوسلاویہ کی قومی تحریک کو شہیدوں کی نہیں بلکہ کام کرنیوالوں کی ضرورت تھی اسی لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ علی الاعلان جدوجہد شروع کرینیکی بجائے پوشیدہ طور پر تحریک کی تنظیم اور مقابلہ کی تیاری کی جائے۔

ٹیٹو کی مذکورہ بالا تجویز اصولی تبدیلی پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس میں طریقہ

کار کو بدلنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اس تجویز کی رو سے کمیونسٹ، زمیندار اور جمہوریت پسند غرضیکہ یوگوسلاویہ کے تمام جمہوریت پسند عناصر اپنے اپنے اصول پر قائم رہنے کے باوجود ایک ہی طریقہ کار پر متفق رائے ہو گئے تھے اور وہ طریقہ کار یہ تھا کہ آئندہ وہ اپنی تمام جدوجہد کو پوشیدہ رکھیں گے۔ تحریک کے ممتاز رہنماؤں کو نئی ہدایات دی گئیں جن کا مفہوم یہ تھا کہ — آئندہ حکومت کے تمام اداروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے یا ان سے تمام تعلقات منقطع کر لینے کی بجائے ان میں شامل ہو کر انکی مفصل حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ حکومت کی سرپرستی میں قائم شدہ برائے نام عوامی انجمنوں مثلاً ٹریڈ یونین وغیرہ کو باہر سے مکرر اور تباہ کن نیکلی بجائے ان میں شریک ہونا چاہئے اور فوج کے چھوٹے بڑے افسروں سے علیحدہ رہنے کی بجائے ان کا اعتماد اور دوستی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے —

نئے طریقہ کار کا نتیجہ

ٹیٹو کی یہ نئی تجویز کامیاب ثابت ہوئی۔ اس طریقہ کار سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ — پولیس منفلوج سی ہو کر رہ گئی اور اس کی تمام تجویزیں ہم برہم ہو گئیں۔ اب حکومت کے مخالفین کامرکز مزدوروں گانگھار اور کارخانوں کی چہار دیواری ہی نہیں رہا بلکہ وہ ہر جگہ پھیل گئے۔ فوج، حکومت کے محکمے اور ریاست کے انتظامی شعبے غرضیکہ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں حکومت کے مخالفین موجود نہ ہوں — دوسرا فائدہ یہ پہنچا کہ — اب تک حکومت

کے جبر و تشدد کے باعث ترقی پسند اور جمہوریت خواہ عناصر کو جو جانی نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا اور جس کی وجہ سے ان کی قوت روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی وہ مسدود ہو گیا۔ اور تیسرا فائدہ جو سب سے بڑا فائدہ تھا یہ ہوا کہ مختلف الجینال عناصر کو ایک دوسرے کے ساتھ ربط و ضبط قائم کرینیکا موقع مل گیا۔ انتہا پسند، اعتدال پسندوں سے ملے اور جمہوریت پسندوں کو اشتراکیت پسندوں کے ساتھ ملنے کا موقع ملا۔ جس کی بدولت باہمی روا داری اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوا اور طبیعتوں میں وہ اعتدال پیدا ہو گیا۔ جو جمہوریت کا سنگ بنیاد ہے۔ اس ربط و باہمی کی بدولت یوگو سلاوا کی مختلف جمہوریت پسند انجمنوں اور افراد کے درمیان جو دوستی اور اعتماد پیدا ہوا آئندہ آزادی کی تمام تحریک کی بنیاد اسی پر رکھی گئی۔

ٹیوٹ کی نئی تجویز کی بدولت ایک طرف تو پولیس الجھن میں پھنس گئی اور دوسری طرف خفیہ جماعتوں کو نہایت اطمینان کے ساتھ اپنا کام کرتے رہنے کا موقع مل گیا حتیٰ کہ ٹیوٹ بھی جسے گرفتاری کے خطرہ سے کسی زمانہ میں بھی نجات نہیں مل سکی تھی اس زمانہ میں آزادی کے ساتھ تمام ملک کا دورہ گزارا

گرفتاری کے پندرہ ہزار وارنٹ

اسی زمانہ میں چند روز ایسے بھی گزرے جب پولیس کے پندرہ ہزار کارکن ٹیوٹ کی گرفتاری کے وارنٹ لئے اس کی تلاش میں پھرتے رہتے تھے اور انہیں یہ ہدایت تھی کہ — زندہ یا مردہ جس طرح بھی ہو اسے عدالت میں

حاضر کیا جائے۔ اس کے باوجود ٹیٹو نہ صرف ان کی گرفت سے آزاد ہی رہا بلکہ یوگوسلاویہ سے باہر چلے جانے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے دوران میں ٹیٹو نین مرتبہ یوگوسلاویہ میں آیا اور پولیس کی انتہائی تلاش کے باوجود واپس جاتا رہا۔

قومی جمہوری محاذ کی ناکس اور وسیع تنظیم کے پیش نظر اس امر پر تعجب کا اظہار نہیں کیا جاسکتا کہ۔۔۔ یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے قبضہ کے بعد ٹیٹو کی رہنمائی میں قائم شدہ خفیہ انجمن نے فوراً ہی اپنا کام شروع کر دیا۔۔۔ یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے قبضہ کے دوران میں ٹیٹو اور اس کے۔

نائبوں کو کچھ نئی مشکلات پیش نہیں آئیں کیونکہ بلغراد کی حکومت پہلے ہی سے قومی تحریک کو کھینچنے کیلئے وہ تمام ذرائع استعمال کر رہی تھی جو جرمن اختیار کر سکتے تھے انہیں ذرائع کو بے کار بنانے کیلئے ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں نے پوشیدہ طور پر کام کرنا شروع کیا تھا۔ اور برسوں تک اس طرح کام کرتے رہنے کے باعث اب وہ لوگ خفیہ تحریکات کے ماہر بن گئے تھے۔ جرمنوں کی امداد سے قبل برلن کی ہدایت کی مطابق گسٹاپو نہیں بلکہ بلغراد کی زیر ہدایت خود یوگوسلاویہ کی پولیس ان کے تعاقب میں مصروف رہتی تھی اور وہ ان تمام خطرات ہی میں جو خفیہ کارکنوں کو لاحق رہتے ہیں بلکہ ان سے بچنے کے طریقوں سے بھی واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ یوگوسلاویہ چرچنی یا تھضہ بعد ٹیٹو اور اس کے رفقاء کار نے بلغراد سے کورسک کے ایک جنگل میں منتقل کرنے کے سلسلہ میں جو طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ ان کی معاملہ فہمی احتیاط اور دور اندیشی کی بہترین دلیل ہے۔

نیادور

یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے قبضہ کے بعد ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کی تحریک بھی ایک نئی منزل میں داخل ہوئی۔ اب براہ راست مقابلہ کا دور شروع ہو گیا تھا۔ ٹیٹو نے ایک مرتبہ پہر طریقہ کار کو تبدیل کرنے کی تجویز کی اور یہ تجویز منظور کر لی گئی۔

تبدیل شدہ حالات کا تقاضہ تھا کہ علی الاعلان بغاوت کی جائے۔ مسلح بغاوت یا یوگوسلاویہ کے باشندوں کی یہ بغاوت فاشیت کیخلاف تھی اس لئے اس بغاوت کا نصب العین اور مفہوم بھی وہی قرار دیا گیا جس کی تبلیغ و اشاعت ٹیٹو نے اب سے دس سال قبل، یعنی اس وقت شروع کی تھی جب وہ قید خانہ سے چھوٹ کر آیا تھا اور ملک کے تمام جمہوری عناصر کو متحدہ طور پر خفیہ جہد و جہد کیلئے آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ فاشیت کے خلاف اس لڑائی میں جن لوگوں نے حصہ لیا ان کے نعرے بھی وہی تھے یعنی

”فاشیت مردہ باد“

اور

”ہر قوم کو آزاد رہنے کا حق حاصل ہے“

آکھواں باب

ویرانہ سے باہر

ہوائی حملہ

فضا ہوائی جہازوں کی گونج سے معمور ہو گئی۔ اس سے پہلے بھی
 بلخراڈ پر اس قدر طیاروں نے پرواز نہیں کی تھی۔ لوگ راستوں پر کھڑے
 ہو کر ان طیاروں کو دیکھنے لگے وہ لوگ بھی جو ابھی تک بستروں پر دراز
 بیٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے بیدار ہو کر نیم برہنگی ہی کی حالت میں گھروں
 سے باہر نکل آئے۔

ابتدا میں ہر شخص کو اس بات کا یقین تھا کہ یہ طیائے یوگوسلاویہ ہی
 کے ہیں اور انہیں جرمینوں کو مرعوب کرنے کی غرض سے پرواز کا حکم دیا گیا
 ہے۔ ایک شخص نے کہا۔

”وزیر جنگ شمووچ نے ہمارے تمام فضائی بیڑہ کو بلخراڈ پر پرواز
 کا حکم دیا ہے۔“

اور دوسرے لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ اب پٹلر یوگوسلاویہ پر حملہ نہیں کرے گا۔ کچھ بھی سہی یوگوسلاویہ جرمنی کے دوسرے لشکار ملکوں کی طرح بے یار و مددگار اور بے بس تو نہیں ہے لیکن اسی وقت ایک شخص نے چیخ کر کہا۔

”یہ تو جرمن طیارے ہیں!“

کہنے والے کی آواز بجلی جیسی سرعت کے ساتھ چاروں طرف گونجنے لگی۔ ”جرمن طیارے! بلغراد پر؟ ناممکن ہے!“۔ پھر شخص کی زبان پر یہی الفاظ تھے لیکن خوش فہمی سچائیوں کو نہیں چھپا سکتی۔ بلغراد پر جرمن طیارے پرواز کر رہے تھے۔

یوگوسلاویہ ایک آزاد ریاست تھی، بلغراد کو کھلا شہر قرار دیا گیا تھا۔ اور لٹینیوالی تمام قوموں نے اس اعلان کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ لیکن صبح کی دھندلی روشنی میں نظر آنے والے طیاروں کے نشانات سے ظاہر تھا کہ وہ جرمن طیارے ہیں۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اور اب دیکھنے والوں کے دل میں شبہ باقی بھی نہ رہا تھا۔ اب وہ متعجب تو ضرور تھے۔ لیکن ہراساں اور خوفزدہ نہیں۔

بم باری شروع ہو گئی۔ ہوائی جہازوں نے ہوشیاری کے ساتھ ریلوے اسٹیشن کو گھیرنا شروع کر دیا۔ اور غوطے لگا لگا کر بم پھینکنے لگے۔ اسٹیشن کے باہر میدان میں ہوائی جہازوں کو دیکھنے کیلئے لوگوں کی ٹھہر ٹھگ گئی تھی۔ پہلا بم گر لیکن لوگ بھاگے نہیں۔ غالباً وہ موقعہ کی نزاکت کو

محسوس ہی نہیں کر سکے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ بلغراد ایک کھلا شہر ہے اور پھر جنگ کا کوئی اعلان بھی نہیں کیا گیا تھا۔

بم گرتے رہے اور اس کے ساتھ ہی میدان میں کھڑے ہوئے لوگوں پر موت اور ہلاکت بھی نازل ہوتی رہی لیکن اس مصیبت سے محفوظ رہنے کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی۔ کچھ لوگوں نے بھاگ کر اسٹیشن کی عمارت میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی موت ان کا انتظار کر رہی تھی۔ عمارت لرزی، پھٹی اور اس غیر متوقع حملہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر نیکے بعد دم سے زمین پر آ رہی۔ عمارت کو گرتا ہوا دیکھ کر لوگوں نے ایک مرتبہ پھر کسی پناہ گاہ کی تلاش میں چاروں طرف نظر ڈالی حتیٰ کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی نعشوں کے نیچے چھپنے کی بھی کوشش کی لیکن بیکار، موت کا فرشتہ وہاں بھی موجود تھا۔ غرض کہ میدان میں موجود ایک تنفس بھی زندہ نہ بچ سکا۔ میدان میں تازہ انسانی خون کا ایک چشمہ اُبلنے لگا اور کچھ دیر کے بعد ایک الٹی ہوئی ٹرام سے جس کے پھٹے ابھی تک آہستہ آہستہ گھوم رہے تھے ٹکر کر جم گیا۔

اس واقعہ کو دیکھنے والے جو لوگ ابھی تک زندہ ہیں وہ آج بھی اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ انہوں نے کیا دیکھا تھا۔ ان کے چہروں پر خوف و ہراس کی علامات نظر نہیں آتیں۔ بلکہ ان کی آنکھوں سے وہ وحشت ٹپکتی ہے جو مخبوط الحواس اور دیوانوں کی آنکھوں سے ٹپکا کرتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اسٹیشن اور بازاروں پر بم باری کرنے اور زخمیوں کو

مشین گنوں کا شکار بنانے سے فراغت پا کر چند گھنٹوں کے بعد جب جرمن
 ٹیپا سے واپس گئے تو صد ہا افراد پاگل ہو چکے تھے۔ اس کم باری میں جانی
 نقصان کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے بلخرا دیں ہو انی حملوں سے
 بچنے کیلئے ایک پناہ گاہ بھی موجود نہیں تھی۔

نجات !

”ہمیں جلد از جلد اس علاقہ سے نکل جانا چاہئے“ بوڑھے پیادی نے
 اپنے ساتھیوں سے کہا ”لیکن پہلے ٹیٹو کو باہر نکالنا بھی ضروری ہے۔ جرمن
 ٹیپا سے اسٹیشن پر ضرور دوبارہ حملہ کریں گے!“ مائل اور ولادو بوڑھے
 پیادی کے پیچھے پیچھے ایک ایسے چھوٹے سے مکان کی طرف چلے جو بیماری
 کی بدولت گر چکا تھا۔ پیادی نے کہا

”دھماکا اسی کو کہتے ہیں، ہم تو سڑک پر گرے تھے۔ لیکن مکان پتے
 کی طرح ہلے لگا اور آخر کار زمین پر آ رہا۔“

”شاید ٹیٹو بھی ہلاک ہو گیا ہو! ایک شخص نے کہا۔
 ”مجھے یقین نہیں!“ دوسرے نے جواب دیا ”تمہیں معلوم ہے کہ تہ خانہ
 کنٹریریٹ کا بنا ہوا ہے، ہم نے بہت عرصہ ہوا اسے پناہ گاہ کے طور پر
 بنایا تھا اور اسلحہ بھی وہیں جمع کئے جاتے رہے ہیں!“

”لیکن اگر اس وقت پولیس آجائے تو.....؟“ پہلے نے پھر کہا۔
 ”فی الحال یہ ممکن نہیں!“ دوسرے سے جواب دیا ”اس وقت تو

وہ خود ہی سر اسیمہ اور پریشان ہیں لیکن جرمین یہاں ضرور جلد آنے والے ہیں۔
ہمیں جلدی کرنی چاہئے!۔

تہ خانہ محفوظ تھا لیکن گرے ہوئے مکان کے بلبر نے اس کا دروازہ
بند کر دیا تھا۔ ٹیٹو کے تینوں ساتھیوں نے جلد جلد بلبر ہٹا کر دروازہ کھولا اور
ٹیٹو کے پاس پہنچے۔

”میں اکثر یہ بات سوچا کرتا تھا کہ کہیں میری موت اسی تہ خانہ میں تو
واقع نہیں ہوگی۔“ ٹیٹو نے اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر کہا۔ ”لیکن یہ امید نہیں
تھی کہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب ہوائی حملہ کی بدولت مجھے یہاں
موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔“

ٹیٹو نے باہر نکل کر اپنے چاروں طرف نظر ڈالی اور ابھی وہ سڑک کے
دوسری طرف پیدا ہو جانے والے ایک بڑے سے غار کو دیکھ ہی رہا تھا کہ
فاصلہ پر بم پھینکنے کی آواز آنے لگی۔

اسٹیشن کے ارد گرد ابھی تک بم پھٹ رہے ہیں! ”پیادی نے اسے
بتایا۔ انہیں آئے ہوئے ایک گھنٹہ گزر چکا ہے اور تمام بلغراد تباہ ہو
گیا ہے۔ ہمیں جلد یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔ یہ علاقہ ان کے حملہ کا
نشانہ معلوم ہوتا ہے، بہت ممکن ہے کہ وہ پیرا شوٹ کے ذریعہ سے یہاں
اترائیں۔“

”آخر کار ہونے والی بات ہو کر ہی رہی!“ ٹیٹو نے افسوس کیساتھ
مسکراتے ہوئے کہا۔ ”دوسرے ساتھیوں کا کیا حال ہے ان پر کیا گزری؟“

”مجھے . . . کچھ معلوم نہیں!“ پیادہی نے اپنے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے جواب دیا
 ”میں ماٹل کے یہاں پڑا ہوا سوراہا تھا کہ دفعۃً میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت
 میں نے یہ سمجھا تھا کہ کوئی توپ چلی ہے اور شاید پولیس کو ہماری نقل و حرکت کا
 علم ہو گیا ہے لیکن ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے کہ ایک
 زور کے دھماکے نے مجھے بستر سے الٹک پھینک دیا۔ مکان کی تمام کھڑکیاں
 ٹوٹ گئیں اور ہم نے بروقت وہاں سے بچ نکلنے ہی میں خیریت سمجھی۔“

”اچھا ہی ہوا کہ ہم فوراً وہاں سے نکل آئے!“ ماٹل نے کہا ”ہم نے
 ابھی سڑک کو عبور ہی کیا تھا کہ اس مکان پر ایک بم گرا اور اب وہاں مٹی
 اور اینٹوں کے ڈھیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔“

”ہم نے یہاں جلد از جلد پہنچنے کی کوشش تو بہت کی لیکن کامیاب نہیں
 ہو سکے، پھٹنے والے بموں کے اثر سے بچنے کے لئے ہمیں قدم قدم پر پیٹ کے
 بل لیٹ جانا پڑتا تھا اور زمین کے قریب اگر دشمن گنوں سے گولیاں برسائے
 والے ہوئی جہازوں کی زد سے محفوظ رہنے کے لئے چھپ چھپ کر آگے بڑھنا
 پڑتا تھا۔ لیکن معلوم ہم کیوں انہیں نظر نہ آسکے اور ہانٹا آپہنچے۔“
 پیادہی نے ٹیٹو کو حالات کی تفصیل سنانے کے بعد کہا ”لیکن کیا مکان میں
 کوئی اور بھی تھا؟“

”مجھے معلوم نہیں“ ٹیٹو نے جواب دیا ”میں خود آدھی رات کے قریب
 یہاں آیا تھا اور سیدھا تہ خانہ میں چلا گیا تھا مگر میں دیکھ ضرور لینا چاہئے!“
 ٹیٹو کی یہ بات سن کر یہ لوگ شگستہ مکان کی طرف روانہ . . . ہو گئے

بلغراد سے روانگی

اس مکان کے مالک کا نام ماندرچ تھا اور ہوائی حملہ کے وقت وہ اور اس کا بھائی، دونوں بالائی منزل میں سوئے ہوئے تھے۔ بمباری کی بدولت اس کا بھائی تو وہیں ہلاک ہو گیا لیکن خوش قسمتی سے ماندرچ زندہ رہ گیا۔ اور ٹیوٹ اور اس کے ساتھی اسے ملبہ کے نیچے سے نکال لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کام سے فراغت پانے کے بعد سب ساتھیوں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ انہیں فوراً بلغراد سے باہر چلا جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ٹیوٹ نے کہا۔

ایک باجنگل میں پہنچ جانے کے بعد اول تو ہم اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں گے۔ دوسرے مجھے یقین ہے کہ ہمارے بہت سے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے ہوں گے پھر فی الحال سب آہ کام یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔

بیلوپول

ٹیوٹ نے جس جگہ کا ذکر کیا تھا وہ بیلوپول کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جگہ گذشتہ دس سال سے بلغراد آنے جانے والے تمام روپوش سیاسی کارکنوں کا مرکز بنا رہا تھا۔ اس جگہ کے وسط میں ان لوگوں نے ایک چھوٹا سا مکان بنا رکھا تھا اور اگرچہ یہ مکان بہت ہی معمولی اور پہاڑیوں پر بنے ہوئے ازن مکانات ہی کی طرح کا تھا جس میں راہ گیر اور سیاح ٹھہر جایا کرتے ہیں لیکن اس کے ایک گوشہ

میں سے ایک راستہ ایک بہت بڑے پختہ تہ خانہ تک جاتا تھا۔ یہ تہ خانہ بھی ٹام مانڈج کے گھر والے اس تہ خانہ کی طرح جس نے ٹیٹو کی جان بچائی تھی، کنکریٹ ہی کا بنا ہوا تھا۔ اس تہ خانہ میں خفیہ تحریک سے متعلق اہم ترین دستاویزات اور کاغذات رکھے رہتے تھے اور ایک شخص ہمیشہ پرے واری کی حیثیت سے وہاں موجود رہتا تھا۔ جسے ہدایت تھی کہ اگر کبھی پولیس کو اس جگہ کا سراغ لگ جائے تو وہ فوراً مکان کو بارود سے اڑائے اور اسکے ساتھ خود بھی ہلاک ہو جائے۔

یوگوسلاویہ پریٹنر کا حملہ کچھ اس درجہ غیر متوقع اور اچانک تھا کہ جب ٹیٹو اور اس کے ساتھی جنگل والے مکان میں پہنچے تو محافظ کو بھی اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ اس کے ملک کو بھی لڑائی کی آگ میں جھینکا جا چکا ہے۔ اس سے قبل بھی وہ ٹیٹو اور پیادی کو بارہا اس جگہ چھپا چکا تھا اور اس وقت بھی ان کی آمد کو ریزرہ کا کام تصور کرتا تھا۔ لیکن جب تہ خانہ میں داخل ہونے کے بعد ٹیٹو نے اپنے ارد گرد جمع ہونے والے ساتھیوں کے ساتھ بات چیت شروع کی تو اس کا ہجہ بدلا ہوا تھا۔ اور اس وقت محافظ اس بات کو سمجھ سکا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔

اس نازک ترین موقع پر ٹیٹو کا انداز گفتگو تو ضرور بدلا ہوا معلوم ہوتا تھا مگر اس کی حرکات و سکنات، اضطراب، مایوسی اور احساسِ شکست خوردگی کی جھلک سے بالکل پاک تھیں اور اس کے اسی استقلال کی بدولت اس کے ساتھیوں کے ذہن سے ان تمام مشکلات اور مصیبتوں کا احساس کا فوراً ہٹ گیا

تھا جو اس کی تجویز کو کامیاب بنانے کی صورت میں پیش آنے والی تھیں۔ اس وقت ٹیٹو کے ساتھیوں میں سے کسی شخص نے بھی معاملہ کے نشیب و فراز پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور سب لوگ خاموشی کے ساتھ ٹیٹو کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

مدافعت کی تیاریاں

ٹیٹو کی تجویز یہ تھی کہ ملک کے طول و عرض میں فوراً مدافعت کی تیاریاں شروع کر دی جائیں اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام خبر رسائی اور نقل و حمل کو ذرائع کی تنظیم اور اسلحہ کی فراہمی تھی۔ ان میں سے کوئی کام بھی آسان نہیں تھا۔ لیکن ان کی تکمیل میں تاخیر کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ خبر رسائی اور نقل و حمل کے ذرائع کی عدم موجودگی میں مدافعت کی کوئی تحریک بھی کامیاب نہیں ہو سکتی تھی اور اسلحہ کے بغیر دشمن کا مقابلہ ناممکن تھا۔

ٹیٹو کا جلد از جلد بلغراد واپس جانا ضروری تھا تاکہ وہ نئے حالات کی روشنی میں دوسرے فاشیت دشمن رہنماؤں سے تبادلہ خیالات کر سکے اور ماند چ بھی اس جگہ نہیں ٹھہر سکتا تھا کیونکہ اسے اسلحہ کی فراہمی کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ بیلو پول دالے مکان میں عارضی طور پر اسلحہ جمع کیے جائیں گے۔

یہ دونوں بلغراد کی طرف روانہ ہو گئے۔ اگرچہ اس موقع پر ان کا بلغراد جانا متوقع و محتمل تھا لیکن ٹیٹو کو اپنی ذہانت پر اعتماد تھا اسے یقین تھا کہ وہ گزرتا رہے گا۔

آگ بجھانے کے انجن

ماندج ابھی بلغراد کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اسے بلغراد فائر بریگیڈ کا ایک انجن اسی کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ بلغراد فائر بریگیڈ میں کام کرنے والوں کی انجن بلغراد کی تمام ٹریڈ یونینوں سے زیادہ مضبوط اور منظم تھی۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ فائر بریگیڈ یونین کے اراکین محفوظ بھی ہیں یا نہیں ماندج نے انجن کو ٹھہرایا اور اسے یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ اس انجن کو چلانے والا میچک کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اور میچک تو عمر ہونے کے باوجود بلغراد میں خفیہ کارکن پر جوش اور جفاکش کارکن تھا۔

بلغراد پر جرمن طیاروں کی بمباری کے باعث پانی کے تمام ذخیرے تباہ ہو گئے تھے۔ شہر میں پینے کے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا تھا لوگ لینے وٹینوب کا میلا پانی پینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور خصوصیت کے ساتھ شفا خانوں میں پینے کے پانی کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ میچک نے ماندج کو بتلایا کہ میں اور میرے تمام ساتھی جرمنوں کی اجازت سے پینے کا پانی حاصل کرنے کے لئے بلغراد کے گرد و نواح میں جا رہے ہیں اور جرمنوں نے زیادہ سے زیادہ لاریاں اور ٹرک میٹھا پانی لانے کے لئے آس پاس کے دیہات میں بھیج رکھے ہیں۔ اس نے ماندج کو جرمن کمانڈر کا دستخط کردہ وہ اجازت نامہ بھی دکھایا جس کی زد سے اسے اپنی مرضی کے مطابق شہر میں آنے جانے کی آزادی حاصل نہیں تھی جسے دیکھ کر ماندج کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

اس ملاقات کے تین ہفتہ بعد تک میچک کا آگ بھلنے کا انجن مسلسل دن اور رات بلغراد آنے اور وہاں سے واپس جانے میں مصروف رہا۔ جرمن اسے حسب ضرورت پیٹرول دیتے رہے اور وہ چوبیس گھنٹہ میں چار چار پانچ پانچ مرتبہ دیہات سے پانی بھر کر بلغراد لاتا رہا۔ بلغراد فائر بریگیڈ نے پچیس انجنوں پر مشتمل تھار ان سب انجنوں کے چلانے والوں نے بھی میچک ہی کی طرح جوش اور سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور تین گروہ بنا کر باری باری سے دن رات پانی لانے میں مصروف رہے۔

جرمن ان لوگوں کی سرگرمی کو دیکھ کر خود اپنی کمر تھکتے تھے انہیں خواب میں بھی اس بات کی امید نہیں ہو سکتی تھی کہ یوگوسلاویہ پر قبضہ کرنے کے بعد پہلے ہی چند ہفتوں میں وہاں کے لوگ ان کے ساتھ اس درجہ تعاون کریں گے۔ پانی کی تقسیم خود جرمن ہی کرتے تھے اور اس کی فراہمی کا انتظام بھی ان کا ذاتی معاملہ تھا لیکن اس مخلصانہ تعاون کو دیکھ کر انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ یوگوسلاویہ میں فاشیت کا مستقبل روشن ثابت ہوگا۔

انکشاف راز

بلغراد کی نواح میں ایک چھوٹی سی ندی پر جرمنوں نے کشتیوں کا ایک پل بنایا تھا۔ میچک کا ایک ساتھی ایک روز اپنے انجن کو اس پل پر سے لے جا رہا تھا کہ بدقسمتی سے پل کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا اور اس وقت اس بات کا انکشاف ہوا کہ فائر بریگیڈ کے کارکن جرمنوں کے ساتھ اس درجہ پر جوش

تعاون کیوں کر رہے تھے جس نے خود جرموں کو ان کا شکر گزار بنا رکھا تھا۔ پل کا ٹوٹ جانا بجائے خود کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا لیکن جب قریب کے جرمین سپاہی انجن کو ندی سے کانٹے میں ڈرائیور کی مدد کرنے کے لئے آئے تو سارا حال کھل گیا۔

انجن حسب معمول دیہات سے پانی لانے کے لئے جا رہا تھا اس نے اُسے خالی ہونا چاہیے تھا لیکن جب جرمین سپاہیوں نے اُسے دیکھنے کی کوشش کی تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ پانی سے بھرا ہوا ہونے کے مقابلہ میں بھی وزنی ہے۔ جرمین افسر نے تحقیقات کا حکم دیا اور جب سپاہیوں نے دیکھا تو ٹمک، رائفلوں، شین گنز اور بکوں سے بھرا ہوا تھا۔

اسلمہ کی فراہمی ایک منظم کوشش کا نتیجہ تھی۔ بیچک کو اسلمہ کی فراہمی میں کوئی دشواری پیش نہ آتی تھی۔ اس وقت بلیز اور پرنسٹن اور بدلتی کا عالم طاری تھا اور فوجی اسلمہ کے بہت سے ایسے ذخیرے موجود تھے جن کا حال اس وقت تک جرمینوں کو بھی معلوم نہ ہو سکا تھا۔ ایسی صورت میں اس کا کام صرف یہی تھا کہ وہ ان ذخیروں کا پتہ لگا کر وہاں تک پہنچ جائے۔ باقی کام اس کے ساتھی خود کر لیتے تھے اور چونکہ پانی فراہم کرنے کی تجویز خود جرمینوں کی تھی اس لئے فائرنگیٹس کے کارکنوں کی سرگرمیوں پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

گستاخوں کی سرگرمیاں

جرمین خفیہ پولیس نے فوراً تحقیقات شروع کر دی اور فائرنگیٹس کے تقریباً بیسٹھ ڈرائیوروں کو فوراً گرفتار کر کے گولی سے آزاد کیا۔ اتفاق سے اس روز بیچک بھتراد

میں موجود نہیں تھا۔ اسے اس حادثہ کی بروقت اطلاع مل گئی اور وہ اپنے انجن کو تیار کرنے کے بعد پیدل سیلوپول کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں اس بات کو بھی بد نظر رکھنا چاہیے کہ گرفتار شدہ ڈرائیوروں کو گولی کا نشانہ بنانے سے پہلے گستاخوں نے اس سارا کاحال معلوم کرنے کے لئے انہیں سخت ترین ذلتیں پہنچائی تھیں لیکن ان وحشیانہ مظالم کے باوجود کسی ایک شخص نے بھی اپنی زبان نہیں کھولی اور سیلوپول کے مکان کے متعلق انہیں ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔ یوگوسلاویہ کے یہ بیٹے فرزند اپنے نبوں پر خاموشی کی مہر لگاتے ہوئے موت کے آغوش میں پلے گئے لیکن اسلحہ محفوظ رہے۔ وہ اسلحہ جو مدافعت کی لڑائی کے اولین اسلحہ تھے۔

بلڈچ جو اسلحہ کی فراہمی کا ذمہ دار تھا سیلوپول واپس نہیں آسکا چند روز کے بعد جو اطلاعات موصول ہوئیں ان سے معلوم ہوا کہ وہ بھی جرمنوں کے ہاتھ لگیا تھا اور اسے بھی ہلاک کر دیا گیا تھا ان دنوں ٹیٹو بھی بلڈچ کی ہی میں موجود تھا اور اگرچہ وہ شہر میں آزادی کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا لیکن وہ محض اپنی خوش قسمتی کی بدولت گرفتار ہونے سے محفوظ رہا تھا۔

متی میں ٹیٹو، ڈاکٹر آفران ریبار سے یوگوسلاویہ کے پراسنے سیاست دانوں میں معزز ترین سمجھا جاتا تھا اور بیس سال قبل یوگوسلاویہ کی دستار سار جنس کنسٹیٹیوٹ اسمبلی، کا پہلا جمہوریت پسند صدر رہ چکا تھا۔ اس نے اور تباہ خیالات کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ان دنوں نے یوگوسلاویہ کی مدافعتی تحریک کا پہلا سیاسی لائحہ عمل دہر دگرام مرتب کیا۔ اس کام سے فراغت پانے کے بعد ان لوگوں نے ملک کے دوسرے جمہوریت پسند رہنماؤں کا ہتھ مل کر ان سے گفتگو کی اور نتیجہ یہ برآمد

ہوا کہ جون کے ختم ہونے سے پہلے ہی یوگوسلاویہ کی تمام جمہوریت پسند انجمنیں ،
حکومتِ علی اور لاکھ عمل کے بارہ میں متفق الزامات ہو گئیں۔

شعبہ مدافعت کے عسکری پہلو پر بھی غور کیا گیا۔ ناسیتیت ، ناسیتیت کے
اجامیوں اور مادرِ وطن کے غداروں کے خلاف جنگ شروع کرنے کے لئے عوام کو
منظم ہونے کی دعوت پر مشتمل اعلانات کی طباعت عمل میں آئی اور یہ اعلانات یوگوسلاویہ کے
مختلف شہروں کی دیواروں پر چسپاں نظر آئے گئے۔

الزامات

ٹیلٹورا اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ایک عام اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ —
انہوں نے اس وقت تک جو منوں کے خلاف مسلح جدوجہد شروع نہیں کی جس
وقت تک ہٹلر نے سنوویت روس پر حملہ نہیں کر دیا۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ ۲۲ جون ۱۹۴۱ء
تک دنیا کے دوسرے کمیونسٹوں کی طرح جو منی کے ساتھ ان کے تعلقات بھی خوشگوار
ہے اور اس طرح وہ جو منوں کے ہاتھوں سے یوگوسلاویہ کی بربادی کو خاموشی کے
ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھتے رہے۔

میں دنیا کے دوسرے ملکوں کے کمیونسٹوں کے اس طرز عمل کے متعلق کوئی رائے
ظاہر کرنے کا حق نہیں رکھتا جو انہوں نے ۲۲ جون ۱۹۴۱ء سے قبل جو منی کے ساتھ
اختیار کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ یوگوسلاویہ اور دوسری بلقانی ریاستوں کے کمیونسٹ
اور ان کے ہمدرد دوسری عالم گیر جنگ کے روزِ اول ہی سے ناسیتیت کے خلاف
جنگ آزما طاقتوں کی پہلی صف میں شامل رہے ہیں۔ انہوں نے ستمبر ۱۹۴۱ء میں

جرمنی کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو تیز کر دیا تھا۔ ٹیٹو کے خلاف یہ الزام کہ ---
 اس نے کیونست کی حیثیت سے ۲۲ جون ۱۹۴۱ء کے بعد ہونسی کے خلاف
 مسلح جدوجہد شروع کی۔

ایک احمقانہ الزام ہے اس کے برعکس ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں نے جن میں
 سے بیشتر کیونست تھے مدافعت کی تحریک کی تنظیم اسی وقت شروع کر دی تھی جب
 یوگوسلاویہ کی فوجیں جرمن فوجوں کے مقابلہ میں شکست کھا کر ہٹھ گئی تھیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ سویت روس پر جرمن فوج کشی شروع ہونے کے بعد
 یوگوسلاویہ کی تحریک مدافعت کی توسیع و تنظیم میں کچھ آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں جس
 کی وجہ سے یہ تھی کہ یوگوسلاویہ میں متعین بہت سی جرمن افواج کو وہاں سے واپس
 بلا کر مشرقی محاذ جنگ پر بھیجا گیا تھا۔ جرمنوں کی تجویز یہ تھی کہ وہ یوگوسلاویہ
 کے چند اہم شہروں میں صرف انتظام کے لئے جرمن فوج
 کے کم سے کم دستے رکھیں اور زیادہ سے زیادہ فوج کو وہاں سے واپس
 بلا لیں اسی لئے انھوں نے اتنے پونج کی سرکردگی میں کروئیا کی ایک آزاد ریاست
 قائم کرنے کی تجویز کی جسے افزائی کی تھی یہی وجہ تھی کہ انھوں نے سوویتوں کی حریفانہ
 اور خود غرضانہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اسے وہ علاقے دیدیئے تھے جنہیں اس
 نے طلب کیا تھا، اسی لئے انھوں نے بلغاریہ کی بادشاہ بورس کو نہ صرف تمام
 مقدونیا ہی جسے صوفیا کے قوم پرورد ہمیشہ بلغاریہ کا حق سمجھتے رہے تھے دیدیا تھا بلکہ
 مشرقی سربیا کا ایک بہت بڑا علاقہ بھی جسے کبھی صوفیا کے انتہا پسند نرین قوم پروردوں
 نے بھی اپنا حق نہیں سمجھا تھا اس کے حوالہ کر دیا تھا، منگری کو وائی رو دینا۔ ---

کا علاقہ دیدینے کی بھی یہی وجہ تھی اور اسی لئے انھوں نے اطالیہ کو یونان پر قبضہ کرنے کے لیے کی اجازت دیدی تھی۔ مشرقی بحار پر جرمن سپاہوں کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور بلغاریہ ریاستوں سے تہلہ جس قدر سپاہیوں کو واپس بلا کر سٹیٹ روٹس کی فوجوں کے مقابلہ میں بھیج سکتا ہے وہاں اسی قدر کامیابی کی توقع ہو سکتی تھی۔

بغاوت کا آغاز

یوگوسلاویہ کی فوجوں کی شکست کے چند ہی روز بعد ۲۰ اپریل کو سلاویوں کا متحدہ محاذ کے نام سے یوگوسلاویہ میں پہلی چھاپہ مار جماعت قائم ہوئی اور مدافعتی تحریک کے ماتحت ۵ رجمنٹوں کو سرسریا میں وال جیو کے مقام پر پہلی زبردست بغاوت عمل میں آئی۔ اس موقع پر چھاپہ مار سپاہیوں کے دستوں نے بلغراد میں سینڈوائے ٹیوٹو کے دستوں کی قیادت میں جرمن اور ان کی حامی یوگوسلاوی فوجوں پر حملہ کیا تھا اور جب جرمن امدادی فوج پہنچی تو چھاپہ مار دستے پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ چھاپہ مار فوج کے لئے ٹیوٹو نے اس جلدوجہد کے آغاز میں یہ قاعدہ بنایا تھا کہ — انھیں جرمنوں پر اس وقت حملہ کرنا چاہیے جب جرمنوں کو حملہ کی کوئی توقع نہ ہو لیکن جب یہ حملہ کریں تو چھاپہ مار سپاہیوں کو پسپا ہو جانا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا چھاپہ مار میں اسی قاعدہ پر عمل کیا گیا تھا۔ وال جیو میں جو کچھ پیش آیا تھا اس کی خبر بجلی کی طرح سرسریا کے طول و عرض میں پھیل گئی اور جرمن کے ختم ہونے سے پہلے ہی جبکہ ٹیوٹو ابھی بلغراد ہی ٹھہرے ہوئے تھا۔

سرب چھاپہ مار سپاہیوں کے پانچ بڑے بڑے دستے قائم ہو گئے۔ وسط میں جولائی

میں، یوگوسلاوی فوج کے سابق اسٹاف آفیسر میجر آربو جو الفوج کی زیر قیادت مائینگر و میں زبردست بغاوت برپا ہوئی۔ میجر آربو کچھ عرصہ کے بعد ٹیٹو کے ساتھ شریک ہو گیا اور میجر جنرل کے عہدہ پر فائز ہو کر ٹیٹو کا چیف آف اسٹاف مقرر ہوا۔ اسی طرح کروٹیا کے مزدور اور کسان بہاگ کر جنگل میں پہنچے لیکن وہاں جرمنوں کی گرفت سے محفوظ رہنے کے لئے بہت سے سرب پہلے ہی آپہنچے تھے یہ سب لوگ چھاپہ مار فوج میں شامل ہوئے اور چند ہی روز کے عرصہ میں تمام یوگوسلاویہ میں جرمنوں کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔

اس وقت تک جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان کے پیش نظر یوگوسلاویہ کی چھاپہ مار فوج کے کارناموں کو ان محدود صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ناممکن امر ہے مجھے امید ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد کوئی اور شخص جو ان کارناموں کو قلمبند کرنے کا میری نسبت زیادہ اہل ہو گا اس سلسلہ میں ان کامیابیوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کرے گا جو ٹیٹو کی رہنمائی میں یوگوسلاویہ کی چھاپہ مار فوج سے حاصل کی ہیں۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس موقع پر ان کارناموں میں سے دو چار واقعات کو بیان کرنے کے بعد یوگوسلاویہ کی جنگ آزادی کے اس اہم پہلو کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا جو ان لوگوں کی روحِ مدافعت سے متعلق ہے جو اس جنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی اس مستقل مزاجی اور ناقابل شکست ہمت سے واقفیت حاصل کیے بغیر جس نے انہیں فتح و کامرانی سے ہم آغوش کیا ہے یوگوسلاویہ کی صحیح صورت حالات سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور نہ اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ حصول مقصد کے لئے ان لوگوں کو کیا کیا مصیبتیں برداشت کرنی پڑی۔ ہیں

پسپائی کی داستان

۱۹۴۲ء کے موسمِ خزاں اور اس کے بعد ۱۹۴۳ء کے اواخر میں یوگوسلاویہ کے دو تہائی علاقہ پر ٹیٹو کا قبضہ رہا تھا اور یوسے مینیا نتر اس کے گرد و نواح میں جو سوئٹزر لینڈ سے بھی بڑا علاقہ ہے نہ صرف اس کا قبضہ ہی تھا بلکہ اس علاقہ کا انتظام بھی ٹیٹو اور اس کے ساتھی ہی کرتے تھے لیکن اس جنگ کے دوران میں ان لوگوں نے پسپائی کے موقع پر جس نظم و ضبط اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا وہ ان کے حقیقی جذبات و خیالات کا آئینہ دار ہے اور دورانِ پسپائی کے واقعات کے مقابلہ میں ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کے دوسرے کارنامے ماند پڑ جاتے ہیں۔

۱۹۴۳ء کے اوائل میں جرمن فوج کے چار ڈویژنوں نے اطالوی اور روسی فوجی افواج نیز ہائیڈرو جی کی مشہور فوج چٹنکس کے چند دستوں کی معیت میں ٹیٹو کے خلاف ایک زبردست حملہ شروع کیا تھا، یہ جارحانہ حملہ ٹیٹو کے اہم اور مستحکم ترین فوجی مرکز، مشرقی یوسے مینیا پر کیا گیا تھا اور اس حملہ سے پہلے جرمن طیاروں نے زبردست بمباری بھی کی تھی۔ اس زمانہ میں ٹیٹو کی چھاپہ بار فوج کے پاس نہ تو طیارہ شکن توپیں موجود تھیں اور نہ ہوائی حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے پناہ گاہیں۔ جس کی وجہ سے اس فوج کو پسپا ہونا پڑا تھا۔

لٹو کروئیا کے وہ فطائی فوجی گروہ جو کروئیا کی آزاد ریاست کے قیام کا نعرہ بلند کر کے جرمنی کے اشارہ پر یوگوسلاویہ کی آزاد قومی فوج سے برسرِ پیکار رہنے لگے اور جرمنوں کے ہاتھوں کو ملک میں خوف و ہراس پھیلاتے رہتے تھے۔

آزاد

اس جارحانہ حملہ کے دوران میں ایک مرتبہ جرمن ہائی کمانڈ نے فوج کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ۔

ٹیوٹو کی فوج کو محصور کر لیا گیا ہے۔

اور یہ اعلان حقیقت پر مبنی بھی تھا لیکن جو منوں کا یہ فخر زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ ٹیوٹو اپنی فوج کے پانچ بہترین ڈویژنوں کے ساتھ لے کر لڑنا پھڑنا محاصرہ سے نکل گیا اور اسی طرح جنوں ریزر مقررہ کرنا اور سپاہی کے دوران میں پیدل سفر کرنا ہوا جنوب کی سمت مانٹی ٹگرو کے قریب جا پہنچا۔ اس سپاہی کے دوران میں ٹیوٹو کی فوج اپنے چار ہزار زخمی سپاہیوں کو بھی ساتھ لائی تھی کیونکہ انہیں دشمن کے ہاتھوں میں پڑنے کے لئے چھوڑ دیئے کا نتیجہ ان کی ہلاکت کے علاوہ کچھ نہیں برآمد ہو سکتا تھا۔

بیتس میں کے اس پیدل سفر کے دوران میں ٹیوٹو کی فوج کے سپاہیوں کو قدم قدم پر دشمن کا مقابلہ کرنے کے علاوہ جو خوراک ملی تھی وہ کچا گوشت اور درختوں کے پتے تھے چار ہزار زخمی سپاہیوں میں سے صد ہا ایسے زخمی تھے جنہیں اسٹریچر پر لیا گیا یہ سفر طے کیا گیا تھا لیکن اس حال میں بھی ان کی رائفلیں ان کی بغل میں رکھی ہوئی تھیں، اگر ضرورت کے وقت وہ انہیں استعمال کر سکیں۔ عام حالات میں بہت سے زخمی صحت یاب ہو سکتے تھے لیکن اس وقت اس فوج کے پاس نہ تو ضروری دوائیں موجود تھیں اور نہ زخمیوں کو آرام ہی پہنچایا جاسکتا تھا جس کی وجہ سے بہت سے زخمی بجا اور نمونیا کا شکار ہو گئے لیکن جرمن ان میں سے محض پچاس سپاہیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس طرح بوگوسلاویہ کے چھاپہ مار سپاہیوں نے صبر برداشت اور جرات و بہمت کی ایک ایسی مثال قائم کر دی جس کی نظیر تاریخ میں مشکل ہی سے دستیاب ہوتی ہے۔

ٹیٹو اور اس کی فوج کی مشکلات اسی جگہ ختم نہیں ہوئیں بلکہ سپانی اور
 نرٹائی کے دوران میں اسلحہ کی قلت نے جو روز بروز بڑھ رہی تھی ہی جا رہی تھی انہیں
 اور بھی پریشان کر دیا تھا حتیٰ کہ ٹیٹو کو اسلحہ حاصل کرنے کے لئے جنوبی مغربی اسیٹیا
 میں اطالوی فوج کے دو ڈویژنوں پر حملہ کرنا پڑا اور اس طرح اسلحہ حاصل کر کے اس
 نے جو منوں کی پیشقدمی کو روک نے کے لئے جو من افواج پر حملہ کیا اور دو ہفتہ کی
 خونریز لڑائیوں کے بعد آخر کار انہیں سپانی پر مجبور کر دیا لیکن اسی وقت ہانلوئچ
 کی فوج بنے جسے دشمن نے اچھی طرح مسلح کیا تھا عقب سے ٹیٹو کی چھاپہ مار فوج کو دبا
 لیکن ٹیٹو کے لئے ہانلوئچ کی فوج کو شکست دینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ ہانلوئچ کے
 سپاہوں میں بیشتر کسان تھے اور موٹے ملتے ہی وہ ٹیٹو کے ساتھ آئے۔

برطانوی فوجی مشن

اس تاریخی سپانی کے بعد ۲۲ مئی کو چھ افراد پر مشتمل برطانیہ کا فوجی مشن ٹیٹو
 کے فوجی ہیڈ کوارٹرز میں وارد ہوا اس مشن کے صدر کا نام بسٹینٹ کرنل ڈیکن تھا
 اور ایک زبردست طوفانِ باد کے دوران میں انہیں پیراشوٹ کے ذریعہ سے یوگوسلاویہ
 میں اتارا گیا تھا اور اسی لئے ان لوگوں کو منزلِ مقصود پر پہنچنے میں چند روز کی تاخیر
 بھی ہوئی تھی۔

ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد ہی جو منوں نے ٹیٹو کے خلاف پانچویں زبردست
 پیشقدمی شروع کر دی اور ان لوگوں کو بھی جو میں گھنٹے تک مسلسل سپاہیوں سے رہنا
 پڑا اور آئندہ تین ماہ تک یہ حالت رہی کہ ٹیٹو کے اساتذہ اور برطانوی فوجی مشن کے

اراکین میں سے کسی شخص کو بھی کسی ایک جگہ ایک رات سے زیادہ سونے کا موقعہ نہیں ملا۔ ان لوگوں کا کھانا جڑی بوٹیوں اور گھوڑے کے گوشت کی بہت ہی قلیل مقدار پر مشتمل ہوتا تھا اور بیشتر مواقع پر انھیں یہ گوشت بھی کچا ہی کھانا پڑتا تھا حتیٰ کے دو ماہ تک انھیں روٹی کی صورت تک دیکھنی نصیب نہیں ہو سکی۔

۶۔ جوں کو جو ننوں کے ایک غیر معمولی طور پر سخت ہوائی حملہ کے دوران میں ٹیٹو کی قیام گاہ پر جو ہمیشہ میدان جنگ کے قریب ہی ہوتی تھی ایک بم گرا جس کی وجہ سے برطانوی فوجی سٹیشن کا ایک افسر ہلاک ہو گیا اور بم کے ایک ٹکڑے نے ٹیٹو کے بازو اور ڈھکن کی ٹانگ کو زخمی کر دیا۔ مسٹر چرچل نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

”اس نے ہماری دوستی کو بچھڑا کر دیا ہے“

حیرت انگیز بہادری

اسی ہوائی حملہ کے دوران میں ٹیٹو کا قدیم ترین دوست کرنل ولاد میر دیدیر اور اس کی بیوی میجر اولگا بھی شدید طور پر زخمی ہو گئے تھے۔ یوگوسلاویہ کے طول و عرض میں آج بھی اولگا کو عزت و احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ دیدیر کا سر پھٹ گیا تھا لیکن اسے سر پر باندھنے کے لئے پی ٹی ٹک نصیب نہ ہو سکی۔ اس نے درختوں کی نرم پتیاں جمع کیں اور ان میں لعاب دہن ملا کر زخم پر تھوپ دیا اور اسی حالت میں چوبیس گھنٹہ تک دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔

اولگا کے بائیں بازو کی دھجیاں اڑ گئی تھیں اور برابر خون بہہ رہا تھا۔ دو سپاہیوں نے اپنی قمیص اتار کر ڈاکٹر کے حوالہ کیں اور ڈاکٹر نے ان قمیصوں سے اس کے زخم کو

باندھ کر خون بند کیا۔ اور لگا اسی حالت میں دوسروں کی طرح نودن تک سفر کرتی رہی۔ اور لگا ڈاکٹر بھی تھی، اور روز کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کا زخم ستر گیا ہے اور اس نے بازو قطع کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور لگا ایک پتھر پر بیٹھ گئی، اس کا شوہر جو خود بھی شدید تکلیف میں مبتلا تھا اس کے قریب ٹھہرا ہو گیا اور ڈاکٹر نے اس کے شانے قطع کر دیا لیکن اس حال میں کہ بازو سن کرنے اور جو اسٹیم کو مارنے کی کوئی دوا تک موجود نہ تھی۔ اور لگا پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی لیکن بازو قطع ہو جانے کے بعد پہلی مرتبہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور وہ خاموشی کے ساتھ رونے لگی۔

اس واقعہ کے بعد ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ انھیں پھر سفر شروع کر دینا پڑا اور لگا کے لئے کسی طرح ایک گھوڑے کا انتظام کیا گیا اور اسے گھوڑے پر سوار کر کے دیدیر اس کے ساتھ ہیدل روانہ ہوا۔ شام کے قریب نہ معلوم کس طرح ایک شخص دو مقوی قلب گولیاں لایا لیکن اور لگانے یہ کہہ کر انھیں استعمال کرنے سے انکار کر دیا "انہیں ان لوگوں کے لئے رکھ دیجئے زندرہنے کا امکان ہے۔"

صبح کو اور لگا کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر ۲۸ سال تھی۔

اور لگا کے شوہر کرنل دیدیر اور ایک دوسرے افسر نے قبر کھودی لیکن دیدیر کا بہترین دوست ٹیوٹو اور لگا کی تدفین میں شریک نہ ہو سکا وہ فوج کے ساتھ رہنے پر مجبور تھا۔ جس وقت یہ دونوں شخص قبر پر مٹی ڈال رہے تھے ایک جو من طیارہ نے نمودار ہو کر مشین گن سے گولیاں چلائیں۔ اور لگا کی تہ پر چند گولیاں لگیں لیکن یہ دونوں شخص معجزہ طور پر ان کی زد سے بچ گئے۔ دیدیر نے اپنی رفیقہ حیات کا ریلوے اپنی جیب میں رکھا اور سب لوگ پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اور لگا یوگوسلاویہ پر قربان ہو گئی تھی لیکن جو لوگ زندہ رہے وہ اس بہادر
 خاتون کو کبھی فراموش نہ کر سکیں گے اور یوگوسلاویہ کی تاریخ کے صفحات پر اولگا
 کا نام ہمیشہ چمکتا رہے گا۔ ۱۹۴۷ء کے اوائل تک ٹیٹو کی فوج میں خواتین کی تعداد
 پچیس فیصد ہی تک پہنچ گئی تھی اور یہ واقعہ دنیا کی ٹائمز اور افواج کی تاریخ
 میں ایک جدید مثال واقع ہے لیکن اولگا دیدیر کی ذات بھی تو عدیم المثال تھی!

تواں باب استحاد کی قیمت ایک غمناک کہانی

امریکن صاحب قلم لوئس آونک نے جس کا آبائی وطن ساؤنییا ہے اپنی کتاب ٹیرا آبائی وطن میں بے حد پختہ کارانہ طور پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ساؤنییا میں بیٹوں کی بچاؤ مار فوج کا نظام کس طرح قائم ہوا لوئس نے اس معاملہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کسی قسم کی سیاسی یا نفسیاتی موشگافی سے کام نہیں لیا بلکہ اس سلسلہ میں ایک پھریدار ملارڈ اسٹوچ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ ایک سیدھا ساادہ واقعہ جو غمناک اور مختصر ہے اور نہ معلوم یوگوسلاویہ کے کس گوشہ میں پیش آیا ہوگا۔

لوئس آونک لکھتا ہے

”ملارڈ اسٹوچ کی عمر ۲۵ سال تھی اور اس کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہو سکا ہے اس سے اس کی زندگی کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی ہیں اس کے خاندان، بچپن، تعلیم اور تربیت وغیرہ کے متعلق بھی کوئی بات معلوم نہیں تھی کہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ مذہب کا پابند تھا یا نہیں یا اسے کسی لڑکی کے ساتھ صحبت بھی تھی“

قیاس کہتا ہے کہ ملارڈیوگو سلاویہ کا ایک معمولی فوجوان تھا، دبلا پتلا اور پوری خوراک نہ ملنے کی وجہ سے کمزور فوجوان۔ اس کی زندگی کی امتیازی خصوصیت صرف یہی تھی کہ اس کی ذات میں کوئی امتیازی وصف موجود نہ تھا اور اس میں کوئی ایسا جوہر نظر نہ آتا تھا جو دوسروں کو اس کے درخشاں مستقبل کا یقین دلا سکتا وہ یوگو سلاویہ کے ان لاتعداد باشندوں کی طرح ایک باشندہ تھا جو غربت کی آغوش میں پرورش پانے اور تمام عمر افلاس و جہالت میں گزار کر مر جاتے ہیں اور اگر ٹیڈ یوگو سلاویہ کو غلام بنانے کے لئے اس پر حملہ نہ کرتا تو ملارڈیوگا انجام بھی یہی ہوتا۔ لیکن جرموں نے یوگو سلاویہ پر قبضہ کر لیا اور ملارڈیوگا کا پالٹ گئی۔ ان کی آمد نے اس کے دل میں بغاوت کا بیج بو دیا اور بغاوت کے اسی بیج کی بدولت انتقام کی صورت میں جرموں کو یوگو سلاویہ کی سرزمین پر نہایت ہی تلخ فصل کاٹنا پڑی۔

بالائی سلیویا کے ایک شہر کراچ پر جہاں ملارڈیوگنا تھا جرم قبضہ کی تکمیل کے بعد ایک جرم انسرجوئل کی فراہمی کے نام پر اس علاقہ کو لوٹنے کے لئے فوج کے ایک دستہ کی ہمراہ یہاں آیا تھا ایک صبح کو اپنے بستر میں مردہ پا گیا۔ لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی اور اس قسم کے واقعات پیش آتے ہی رہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اپنی عادت کے مطابق جرموں کے ضمانت کے طور پر دس آدمیوں کو گرفتار کر کے اس بات کا اعلان کر دیا کہ — اگر چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر ان لوگوں نے جو اس قتل کے ذمہ دار ہیں خود کو جرم پولیس کے حوالہ نہ کر دیا تو گرفتار شدگان کو بازار میں گھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا جائے گا —

مقررہ وقت کے گزرنے سے ایک گھنٹہ پہلے ملارڈیوگ نے جرم پولیس کے دفتر

میں آکر اس بات کا اقرار کیا کہ — جرمن افسر کو میں نے قتل کیا ہے — اور جب اس سے دریافت کیا گیا کہ — اس کے اس جرم میں کون کون شریک ہے، اس نے اس قتل کا ارتکاب کیوں کیا اور اسلمہ رکھنے کی ممانعت کے باوجود اس نے بندوق کہاں سے حاصل کی؟ — تو اس نے جواب دیا کہ — اس سلسلہ میں میرا کوئی شریک نہیں، اس شخص کو قتل کرنے کے لئے خود میرے دل نے مجھے دعوت دی تھی اور میں نے اسے قبول کر لیا۔ نیز ایک پہرے دار کی حیثیت سے میرے پاس ہمیشہ ایک ریولور اور بندوق رہتی ہے۔ —

ملارڈ کے اقرار جرم کے بعد گرفتار شدگان کو رہا کر کے ان کی جگہ ملارڈ کو بازار میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا اور اس کی نعش، کراچی کے باشندوں کو خوفزدہ اور مرعوب کرنے کے لئے ایک ہفتہ تک اسی جگہ لٹکی رہی۔ جو منوں نے اس کے گلے میں ایک تختی باندھ دی تھی جس پر موٹے موٹے حروف میں سُرخ سیاہی سے لکھا ہوا تھا۔

تساوینیا کے اس خنزیر نے جرمن حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی“
لیکن کراچی کے کسی باشندے کو بھی اس بات کا یقین نہیں آسکا کہ جرمن افسر کا قاتل ملارڈ ہی تھا پھر جس رات کو یہ واقعہ پیش آیا ملارڈ شہر میں موجود بھی نہیں تھا اور حسب معمول شہر سے باہر کارخانہ میں پہرہ دے رہا تھا۔

آدمک کے بیان کے مطابق — جو لوگ ملارڈ سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ ملارڈ ایک شرمیلانہ جوان تھا اور نفسیاتی اعتبار سے اس میں اس قسم کے خطرناک کام کرنے کی مہمت ہی موجود نہ تھی — کراچی کے باشندوں نے جب

خفیہ طور پر اس واقعہ کی تحقیقات کی تو انھیں اصل حال معلوم ہو گیا۔ ملا رڈ کو اس قتل سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا اور اصل قاتل جو ایک چھاپہ مار سپاہی تھا جو من انسر کو قتل کرنے کے بعد پہاڑوں میں جا چھپا تھا۔ ملا رڈ نے بطور یرغمال گرفتار شدہ دس آدمیوں کو موت سے بچانے کے لئے اپنی جان دی تھی۔ اصل واقعہ معلوم ہو جانے کے بعد بعض لوگوں نے یہ خیال بھی کیا تھا کہ — شاید گرفتار شدگان میں ملا رڈ کا کوئی عزیز یا دوست شامل تھا لیکن یہ بات غلط تھی، ان لوگوں نے ملا رڈ کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا اور اس کی قربانی کسی ذاتی تعلق یا محبت پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس قربانی کو پیش کرتے ہوئے ملا رڈ کے روبرو ایک بلند تر مقصد تھا، عظیم تر مقصد، لوگوں کو سلاویہ کی تعمیر کا عظیم اور بلند تر مقصد ہے۔

چند ہی روز کے بعد جو منوں کو بھی اصل واقعہ کا پتہ چل گیا اور انھوں نے از سر نو انھیں دس آدمیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا اور یہ لوگ پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ جو منوں نے دوسرے دس آدمیوں کو گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکایا لیکن اس کے بعد کراچ میں ایک تندرست شخص بھی موجود نہ رہا اور سب لوگ پہاڑوں پر چلے گئے۔

کراچ کے باشندوں نے پہاڑوں پر انھیں دس آدمیوں کی سرگردگی میں چھاپہ مار فوجی دستے منظم کئے اور چند روز کے بعد ہی دستے اس علاقہ کے جو منوں کے لئے مستقل طور پر مصیبت اور ہلاکت کے سینا بن گئے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں جو من ہلاک شدگان کی تعداد بہت جلد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ چند ہی روز کے بعد ان دستوں کو بریگیڈ کی صورت میں تبدیل کر کے اسے ملا رڈ اسٹورسج بریگیڈ کے نام سے موسوم

کر دیا گیا، ٹیٹو کے ہیڈ کو آرٹرنسٹ جاری شدہ خبر ناموں میں اس بریگیڈ کے کارناموں کا بار بار ذکر آتا رہا ہے اور آج بھی یوگوسلاویہ میں اس بریگیڈ کی ہمت و جرات اور محبت وطن کی داستان کو فخر و مسرت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

قوت کاراز

مارل ڈاسٹو سچ بریگیڈ کے قیام کا واقعہ میں نے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس سے اس امر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یوگوسلاویہ میں چھاپہ مار فرج کس طرح منظم ہوئی لیکن اسی واقعہ سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ٹیٹو کی تحریک کی کامیابی کا پس منظر اور اس کی حقیقی قوت کاراز کیا ہے۔ ٹیٹو کی قوت کا حقیقی راز یہ ہے کہ اس کی بنیاد معدودے چند ممتاز افراد یا طبقات پر نہیں بلکہ عوام پر قائم ہے اور دنیا کی کوئی عسکری قوت بھی تو ملی آزادی کی کسی ایسی تحریک کو نہیں کچل سکتی جسے عوام کی تائید اور حمایت حاصل ہوتی ہے اور یہی وجہ تھی کہ جو من فوجی طاقت جو اس زمانہ میں زبردست ترین طاقت سمجھی جاتی تھی، یوگوسلاویہ کی تحریک آزادی کے مقابلہ میں سات مرتبہ پوری قوت کے ساتھ متحرک ہونے کے باوجود اسے کچلنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

اہم مسائل

یوگوسلاویہ میں چھاپہ مار سپاہیوں کی انفرادی سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں اور وہ ہر جگہ جنموں کے لئے مصیبت اور ہلاکت کا باعث بنے ہوئے تھے لیکن ٹیٹو نے محسوس کیا کہ اگرچہ عوام کا جوش اور حمایت ایسی باتیں پیمانے خود بہت زیادہ

اہمیت رکھتی ہیں لیکن ملک کو جو سنوں کی گرفت سے نجات دلانے کے لئے صرف انہیں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کام کے لئے فوجی تنظیم کی ضرورت ہے اور چھاپہ مار سپاہیوں کے منشر دستوں کی سرگرمیوں کو عسکری بنیاد پر متحد کئے بغیر یہ اہم کام انجام نہیں پاسکتا۔ اس ضرورت کو محسوس کرنے کے بعد ٹیٹو نے اپنی تمام تر توجہ فوجی تنظیم اور اس طرح تنظیم کی ہوئی فوج کو ایک باقاعدہ فوج بنانے کے مسئلہ پر مرکوز کر دی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی ضرورت تربیت یافتہ افسروں کی تھی۔ ٹیٹو جانتا تھا کہ جہاں تک سپاہیوں کا تعلق ہے کسی موقع پر بھی ان کی قلت محسوس نہیں ہو سکتی، یوگوسلاویہ کے باشندے اس کام کو انجام دینے کے لئے رضامند ہی نہیں ہیں بلکہ خواہشمند بھی تھے۔ لیکن افسروں کا معاملہ بالکل مختلف تھا، انہیں مخصوص ایسے افسروں کی فراہمی بہت ہی دشوار تھی جو پیش نظر مقصد کے ماتحت فوجی اور سیاسی رہنمائی کا کام انجام دے سکیں۔

ٹیٹو کی فوج میں یوگوسلاویہ کی شکست خوردہ فوج کے بہت سے افسر ضرور شامل تھے اور جہاں تک میدان جنگ میں فوجی دستوں کو کمانڈ کرنے کا تعلق ہے ٹیٹو ان افسروں کی قابلیت سے فائدہ بھی اٹھاتا تھا لیکن چھاپہ مار قسم کی فوج کے لئے ان افسروں کا وجود بیکار تھا۔ چھاپہ مار قسم کی جنگ کے لئے افسر بھی خاص ہی قسم کے درکار ہونے میں اور ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ فن حرب سے واقفیت کے علاوہ سیاسی اور نفسیاتی جنگ کی گتھیوں اور الجھنوں کو سمجھنے اور سلجھانے کی اہمیت بھی رکھنے ہوں۔ مختصر یہ کہ گوریلا فوج کے افسروں کو جنگی مسائل و معاملات میں بہارت حاصل ہونے کے علاوہ سیاسی رہنمائی کی قابلیت کا حامل بھی ہونا

چاہئے۔ کیونکہ کسی شخص میں عسکری اعتبار سے پوری قابلیت موجود ہونے کے باوجود اگر سیاسی فراست اور تدبیر کی کمی ہے اور وہ فوجی معاملات کے سیاسی پہلو کی ذمہ داریوں کو یا تو قبول نہیں کر سکتا یا قبول نہیں کرنا چاہتا تو ایسا شخص گوریلا فوج کی رہنمائی کے لئے بالکل بیکار ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارے لوگوں کی ذات ہمارے سامنے ایک زندہ مثال کے طور پر موجود ہے۔ یہ شخص متفقہ طور پر ایک ہوشیار فوجی انفرسٹیم کیا گیا تھا لیکن وہ اپنے حامیوں کی سیاسی رہنمائی کرنے سے قاصر رہا۔ حتیٰ کہ وہ انھیں مطمئن یا عارضی طور پر خاموش کرنے کی بجائے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موجب بن گیا اور آخر کار اپنی سیاسی کم فہمی ہی کی بدولت اسے دشمن کے ساتھ مصالحت کیلئے کی دلت تک بھی گوارا کرنی پڑی۔

فوجی تربیت گاہ

انسروں کی ضرورت کے پیش نظر ٹیٹو نے سب سے پہلے ایک ایسی فوجی تربیت گاہ قائم کی جہاں انسروں کو تربیت دی جاتی تھی۔ ٹیٹو کی یہ تجویز اس کے بہت سے ساتھیوں کی رائے میں عجیب و غریب اور ناقابل عمل تھی اور ان کا خیال تھا کہ ایک ایسے ملک میں جس پر دشمن کا قبضہ ہے اول تو انسروں کی تربیت گاہ قائم ہی نہیں کی جاسکتی اور اگر قائم کر بھی دی گئی تو اسے بہت عرصہ تک دشمن کی نظر سے محفوظ اور مستور نہیں رکھا جاسکتا۔ ٹیٹو کے ساتھیوں نے اس سلسلہ میں یہ رائے اس لئے بھی قائم کی تھی کہ اس وقت چھاپہ مار تحریک کا ہیڈ کوارٹر یعنی متحرک

ہی رہتا تھا۔ لیکن ٹیٹو اپنی رائے پر قائم رہا۔

ٹیٹو کی قائم کردہ یہ تربیت گاہ بھی لڑائی کے ان طریقوں کی طرح جو یہاں سکھائے جاتے تھے عجیب تھی اگر فوجی تربیت گاہ کی بجائے اسے علی لڑائی کا میدان کہا جائے تو میرے خیال میں یہ نام اس کے لئے زیادہ موزوں ہو گا۔ ٹیٹو نے فوج کے ہر دستہ کے ساتھ تعداد ایسے افراد کو منسلک کرنے کے بعد جو انسروں کی حسب ضرورت تربیت کے لئے موزوں تھے تمام کمانڈروں کو حکم دیدیا کہ وہ انھیں ایسے تمام افراد سے ملا دیں جو لڑائی میں امتیازی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔

اس اعتبار سے ٹیٹو کی یہ فوجی تربیت گاہ ایک ایسا عجیب ادارہ تھا جس میں کوئی ایسا امیدوار داخل نہ کیا جانا تھا جو اپنی جی اہلیت کا ثبوت نہ دے چکا ہو۔ مختصر یہ کہ اس تربیت گاہ کے قیام کا مقصد انھیں یاد کرنا نہیں بلکہ مستقبل میں ہونے والے فوجی انسروں کا انتخاب تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۳ء کے وسط تک ٹیٹو کی مرتب کی ہوئی تجویز کے مطابق چھاپہ مار سپاہیوں کے پانچ ہزار رہنماؤں کو فوج کے مختلف عہدوں پر متعین کر کے انھیں مختلف دستوں کی کمانڈ سپرد کر دی گئی۔

ٹیٹو کے ہیڈ کوارٹرز سے انسروں کے تقرر کے اعلان کے بعد یوگوسلاویہ کی باقاعدہ فوج کے جلاوطن انسروں میں ایک تہلکہ برپا ہو گیا اور انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ — یہ اعلان ایک فریب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا اور دو سال کی قلیل مدت میں پانچ ہزار فوجی انسروں کی تربیت ناممکن امر ہے۔۔۔۔۔ لیکن ان نئے کمانڈروں نے بہت جلد ہی ٹیٹو کی تجویز کی اصابت اور اپنے تقرر کی قدر و قیمت کو ثابت کر دکھایا اور راج یہ بات ایک تاریخی حقیقت بن گئی ہے کہ سوویت روس کی سرخ فوج

کے علاوہ جو مئی کے خلاف برسرِ جنگ یورپ کی افواج میں۔ سے کوئی فوج بھی ایسی نہیں تھی جو اس قدر جوین ڈویژنوں سے مقابلہ کرتی رہی ہو جس قدر کہ ٹیٹو کی فوج کے مقابلہ میں موجود تھے۔ ٹیٹو کے مقرر کئے ہوئے ان افسروں نے ڈھائی لاکھ سپاہیوں پر مشتمل ایک ایسی فوج کی تنظیم کی جس کی لڑائی کے طریقوں کا تمام دنیا کی قومی درسگاہوں میں ساہا سال تک مطالعہ کیا جاتا رہے گا۔

ان افسروں کی داستان خود ٹیٹو کی داستان ہے۔ یوگوسلاویہ کی فوج کا مارشل بنا دینے کے بعد ٹیٹو کو اتحادی کمانڈروں کی صف میں دہری درجہ حاصل ہے جو کسی ایسے مارشل یا جنرل کو حاصل ہو سکتا تھا جس نے اپنی ساری زندگی جنگی حکمت کے مطالعہ میں صرف کردی ہو لیکن اپنے مقرر کئے ہوئے افسروں کی طرح ٹیٹو کو بھی کسی فوجی مدرسہ یا افسروں کی تربیت گاہ میں داخل ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔ او بھے یقین ہے کہ عہدِ حاضر کا کوئی عسکری ماہر بھی اس بات سے انکار کی جرات نہیں کر سکتا کہ ٹیٹو نے محض اپنی رہنمائی قابلیت کی بدولت دوسری عالم گیر جنگ کے بہترین کمانڈروں کی صف میں اپنے نئے ممتاز ترین جگہ حاصل کی ہے۔ ٹیٹو میں ایک حقیقی عسکری اور سیاسی رہنمائی یہ صفات مونی مونی گرد آلود کتابوں کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ یہ تخلیق ہے ان مصائب اور شکلات کے احساس کی جو اس کے ملک پر نازل ہوئیں اور یہ نتیجہ ہے ان سچیدگیوں کا جس میں اسکا وطن مبتلا ہوا اور اس نے انھیں سلجھا کر اپنے اہل وطن کو مطمئن کیا پھر اسی قدر نہیں بلکہ اس تمام عرصہ میں وہ انسانی ذہن کے مطالعہ اور مختلف الحیالِ عمار کو متحد کر کے ان سے کام لینے کے وسائل پر غور کرنے میں بھی مصروف رہا اور انھیں باتوں نے اسے اس کی موجود

حیثیت تک پہنچنے میں مدد دی۔

فوج کی تنظیم ہو

انسروں کی تربیت کے سوال کو حل کر لینے کے بعد دوسرا ضروری مسئلہ فوج کو ایک منظم اور باقاعدہ فوج بنانا تھا۔ اس سلسلہ میں ٹیوٹو نے اپنی فوج کو گیارہ حصوں میں منقسم کر کے ان پر گیارہ کمانڈر مقرر کئے اور ان سب کو جنرل کے عہدہ پر ترقی دیدی۔ ان میں یوگو سلاویہ کی شاہی فوج کے تین سابق کرنل، دو ایفٹیننٹ کرنل، ایک میجر اور ایک کپتان نیز چار ایسے افسر شامل تھے جو انٹرنیشنل بریگیڈ میں کمانڈر رہ چکے تھے۔ ان لوگوں کو یہ اہم ذمہ داری سپرد کرتے ہوئے ٹیوٹو نے ان کی سماجی حیثیت اور درجہ کو مد نظر نہیں رکھا تھا بلکہ محض اس بات کا لحاظ کیا تھا کہ کمانڈر کی حیثیت سے ان لوگوں کی قابلیت کیا ہے اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت بھی کر دیا کہ ان لوگوں پر ٹیوٹو کا اعتماد بے جا نہیں تھا۔ کیونکہ انھیں لوگوں کی عسکری قابلیت کی بدولت ۱۹۴۳ء کے آغاز میں چھاپہ مار فوج یوگو سلاویہ کے وسیع علاقہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

رضا کار سپاہی

ٹیوٹو کی زیر قیادت یوگو سلاویہ کی فوج کی تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے میں اس کے ایک ایسے پہلو کو بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ چھاپہ مار فوج کے ان لاکھوں سپاہیوں میں سے — بحوشدید

مشکلات ہی میں نہیں بلکہ بعض اوقات ناقابل برداشت حالات میں ایک ایسے طاقتور دشمن کا مقابلہ کرتے رہے ہیں جس کی طاقت ہمیشہ بڑھتی ہی رہتی تھی اور جو پورے طور پر مسلح تھا۔ ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جسے جبراً بھرتی کیا گیا ہو۔ ٹیٹو نے جو من قبضہ سے آزاد کرائے ہوئے کسی علاقہ میں جبراً بھرتی کا قانون نافذ نہیں کیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ ٹیٹو کی فوج میں رضا کار ہونے کا مطلب کیا تھا اور اس لفظ کے حروف کن کن مصیبتوں اور نذیتوں کے حامل تھے۔ دوسرے ممالک میں بھی لوگ رضا کارانہ طور پر فوج میں بھرتی ہوتے ہیں اور وہ کسی ایسے دستہ میں اپنا تبادلہ بھی کر لیتے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ مصائب و مشکلات کا شکار بنا ہوا ہو لیکن ٹیٹو کی فوج میں رضا کار ہونے کا معاملہ ہی مختلف تھا ٹیٹو کی فوج میں رضا کار ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ایسے اشخاص اپنی ذات ہی کو خطرہ میں نہیں ڈالتے تھے بلکہ دوسروں کے لئے بھی شدید ترین خطرات پیدا کر دیتے تھے انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا تھا کہ اگر قسمت نے انکا ساتھ نہ دیا اور وہ گرفتار ہو گئے تو اگرچہ ان کی ہلاکت یقینی امر ہے لیکن معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو جائے گا بلکہ ان کے اس جرم کی پاداش میں ان کے خاندان، دوستوں حتیٰ کہ قصبوں اور شہروں کو بھی نیست و نابود کر دیا جائے گا اور ہر شخص اس بات کو جانتا تھا کہ اگر گرفتاری کے بعد اسے شناخت بھی کر لیا گیا تو اس کے ساتھ اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی زندہ نہ رہ سکے گا۔ اس صورت میں اس جگہ کے باشندوں کو بھی مصیبتوں کا شکار ہونا پڑے گا جہاں وہ پیدا ہوا ہے اور جو ان اس شہر یا قصبہ کو آگ لگا دیں گے۔ ان تمام باتوں کے باوجود یوگوسلاوا کے باشندے رضا کارانہ طور پر ٹیٹو کی فوج میں بھرتی ہوئے۔ ایک دو نہیں بلکہ

ہزاروں۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔

جرموں کے وحشیانہ مظالم

جرموں کے مقبوضہ یونگوسلاویہ میں روزانہ جو وحشیانہ مظالم برپا ہوتے رہتے ہیں برطانیہ یا ایسے دوسرے ملکوں کے باشندے جنہیں جرموں سے سابقہ نہیں پڑا ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ٹیٹو کی تحریک کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ان مظالم کی تصویر کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس بات کو مبالغہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اگر جرموں کو یہ شیعہ ہو جاتا تھا کہ مذاں تقسیم یا کافروں کے باشندے چھاپہ مار سپاہیوں کے ساتھ وابستہ ہیں تو وہ تحقیق و تصدیق کی زحمت گوارا کئے بغیر وہاں کے مردوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اس جہتی کو آگ کی دھڑ کر دیتے تھے۔

اس سلسلہ میں اگرچہ بہت سے واقعات بیان کئے جاسکتے ہیں لیکن میں یہاں مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ پیش کروں گا۔ سرسیاسکے وسطی علاقہ شنادیا میں کرانگوت کے نام سے ایک شہر آباد ہے۔ سال ۱۹۵۱ء کے موسم خزاں میں ٹیٹو نے اس علاقہ میں چھاپہ مار سپاہیوں کا ایک دستہ منظم کیا تھا۔ چند روز کے بعد شہر سے باہر اس دستہ نے جرموں پر حملہ کر کے ان میں سے چھپیس کو زخمی اور دس کو ہلاک کر دیا۔

اس واقعہ سے ایک ہفتہ بعد جرموں نے شہر کو محصور کر کے ایک ایک گھر کی تلاش لی اور پندرہ سے پچاس سال کی عمر کے تمام مردوں کو جن کی تعداد سات ہزار تھی گرفتار کر کے دو دو سو کی گھریوں میں اپنے ساتھ لے گئے۔ ان میں سے کسی شخص کو بھی اصل واقعہ کا علم نہیں تھا اور چونکہ اس وقت تک جرموں کا طرز عمل بہت

زیادہ قابل اعتراض نہیں رہا تھا اس لئے ان میں سے عام لوگ تو یہ خیال کرنے لگے تھے کہ انھیں مزدوری کرنے کے لئے جبراً لے جایا جا رہا ہے اور بعض کا خیال تھا کہ جو جن محض شناخت ناموں کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں مگر چند لوگوں کی یہ رائے بھی تھی کہ وہ ہر ایک سو آدمیوں میں سے ایک آدمی کو بطور پرغمال گرفتار کر لیں گے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ تقریباً ایک سو آدمیوں کو بیہمانہ طریقہ پر قتل کر دیا جائے گا غالباً اس وقت تک مگر انگوٹات کے باشندے اس قسم کے واقعات کو وحشی جو منوں کے پیمانہ سے ناپٹے کے عادی نہیں ہوئے تھے اور اسی لئے انھیں اس بات پر یقین نہ آتا تھا کہ کوئی شخص دوسروں کو میدان جنگ کے علاوہ اس طرح قتل بھی کر سکتا ہے۔

شہر کے عام باشندوں کو گرفتار کرنے کے بعد جو جن عدالت میں پہنچے اور جج دُکلا، مزمنی گواہوں، کلرکوں حتیٰ کے ضعیف العمر دربان کو بھی گرفتار کر لیا۔ پھر انھوں نے مدرسہ کا رخ کیا اور تمام اُستادوں اور طلبا کو ساتھ لے کے بعد بازار میں آئے اور دوکانداروں سے لے کر خریداروں تک جو شخص بھی نظر آیا اسے گرفتار کر لیا۔ گرفتاریوں کا یہ سلسلہ تمام دن قائم رہا اور شام کے وقت جو جن آٹھ ہزار افراد کو جنیں بچے، جوان اور بوڑھے غرضیکہ ہر عمر کے مرد شامل تھے ہمراہ لے کر شہر کے باہر چلے گئے۔ ان لوگوں کو یہ رات کھلے میدان میں بسر کرنی پڑی اور کئی سو جو جن سپاہی مشین گنوں سے ان پر ہرہہ دیتے رہے۔ یہ لوگ رات بھر جاگتے رہے۔ سردی کی وجہ سے زمین پر بیٹھنا بھی دشوار محسوس ہوتا تھا۔ اس لئے یہ بھوکے پیاسے خوفزدہ اور تھکے ماندے لوگ اپنے مستقبل سے قطعاً بے خبر کھڑے ہی کھڑے صبح ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ یہ واقعہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء کا ہے اس روز سہ شنبہ تھا۔

ممکن ہے کہ کراگیوات کے متعلق اس واقعہ کو بہت سے لوگ محض، پراپیگنڈا تصور کر کے اس پر یقین نہ کریں اور یہ خیال کریں کہ بہر حال ناشی جو جن بھی تو انسان ہی تھے۔ لیکن یہ واقعہ صرف بحرف درست ہے اور اگر کوئی شخص ٹیٹو کے حالات کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتا ہے تو اسے اس واقعہ کی تمام ہولناکیوں کو مد نظر رکھنا چاہیے ٹیٹو کے ان اعلانات کو پڑھ کر جن میں اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ وہ کسی حالت میں بھی دشمن کے ساتھ اشتراک عمل کرتے والے ہاں ٹوچ اور اس کے ساتھیوں سے محبت نہ کریں گے بعض لوگ ٹیٹو کے اس رویہ کو غیر مصالحانہ قرار دے کر اس کی مذمت کیا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ ایک اخبار نے تو یہاں تک بھی لکھ دیا تھا کہ — ٹیٹو کا یہ طرز عمل اتحادیوں کے مقصد اتحاد پر ایک کاری ضرب ہے — لیکن ایسے تمام افراد کو کراگیوات کے واقعہ پر غور کرنا چاہیے اور یہ سمجھ کر کہ یہ صد ہا واقعات میں سے محض ایک ہے۔ میں نے بذات خود بار بار اور مختلف پہلوؤں سے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے میں نے کراگیوات سے آنے والے لوگوں کے بیانات کا جو جن سرکاری بیانات سے مقابلہ کیا ہے اور میں نے انہیں بالکل درست پایا ہے لیکن یہاں میں اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ ایک چشم دید گواہ کے الفاظ میں پیش کروں گا۔ اس شخص نے معتبر ذرائع کی وساطت سے اپنا بیان ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں رہنے والے جنوبی سلاواکیا کے باشندوں کی متحدہ انجمن کروانہ کیا تھا جنہیں دسج ہے کہ میں نے ایک جو جن سپاہی کو اس انسانیت سوز ظلم میں شریک ہونے سے انکار کرتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا — میں یہ نہیں کر سکتا نہ جنگ

نہیں، آپ کو اس بات کا اختیار ہے کہ آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ میں جو منوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ جو من انسر نے اس سپاہی کو گرفتار کر لیے کا حکم دیدیا اور مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد اسے گولیوں کا نشانہ بنا دیا ہوگا۔ اس روز ایک یہی واقعہ پیش آیا تھا جو من انسر کے حکم سے جو من سپاہی مشین گنیں لے کر ایک قطار میں کھڑے ہو گئے اور دوسرے جو منوں نے چالیس چالیس کی ٹکڑیوں میں قیدیوں کو شمار کرنا شروع کیا۔“

”کیا وہ سب لوگوں کو گولی کا نشانہ بنا دینا چاہتے ہیں؟ بظاہر یہ بات ناممکن ہے لیکن میں جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کی موجودگی میں اپنا دل میں بھی اس سوال کا صحیح جواب سوچتے ہوئے ڈرتا تھا“

”سرب قوم کے کچھ لوگوں نے آہستہ آہستہ آپس میں مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جو منوں کے اس حصہ سے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن سوال یہ تھا کہ۔۔۔ یہ اقدام کون کرے اور یہ کوشش کس طرح اور کس سمت میں شروع کی جائے؟۔۔۔ چاروں طرف جو من سپاہی موجود تھے اور مشین گنوں کے علاوہ ان کے پاس دستی بم بھی تھے اس لئے یہ خیال کرنا ہی موت کو دعوت دینا تھا۔ ان تمام شکوک کے باوجود ممکن تھا کہ ہم لوگ موت کے منہ سے نکلنے کے لئے کوئی جدوجہد کرتے لیکن شکل یہ آپڑی تھی کہ تقریباً ہر گرفتار شدہ سرب کے ساتھ اس کا ایک لڑکا بھی گرفتار تھا۔ ہم لوگوں نے خیال کیا کہ۔۔۔ یہ بات ناممکن

ہے کہ وہ ہم سب ہی کو قتل کر دیں۔۔۔۔۔ بہر حال اب ہم لوگ ابھی طرح سمجھ گئے تھے کہ جو جن جو کچھ کر رہے ہیں اس کا تعلق دس جو منوں کے مارے جانے اور چھپیس جو منوں کے زخمی ہو جانے سے ہے۔ اس حال میں جو منوں کے اصول استقام کے ماتحت ہم میں سے کم و بیش دو ہزار تین افراد کا قتل کر دیا جانا بقیہ امر تھا۔ اس بات پر غور کرنے ہوئے ہم اس نتیجہ پہنچے کہ۔۔۔۔۔ جو منوں کے زحف سے نکل جانے کی کوشش کی صورت میں ممکن ہے کہ یہ لوگ قتل عام ہر اترائیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ فرار کی جدوجہد کو ملتوی ہی کر دیا جائے۔۔۔۔۔“

”تیدیوں کی چالیس چالیس پر مشتمل جماعتوں کو ایک طرف چلنے کا حکم دیدیا گیا اور یہ جماعتیں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد روانہ ہوئے لگیں ان میں سے ایک جماعت کے افراد صرف طالب علم تھے اور ان میں سے بیشتر کے ہاتھوں میں اس وقت بھی کتابیں موجود تھیں۔ انھیں رخصت ہونے دیکھ کر ایک پرنسپل ڈاکٹر پنٹو جی ان کے ساتھ جانے کے لئے دوڑا اس کے الفاظ یہ تھے۔۔۔۔۔ اگر تم لوگ ان بچوں کو ہلاک کرنے کے لئے جا رہے ہو تو مجھے بھی ان کے ساتھ ہی بے چلو میں انھیں کے ساتھ ہلاک ہونا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔“

”تیدیوں کی ہلاکت کا کام شروع ہو گیا، ہم مشین گنوں کے سہم ناک اور ہلاکت خیز گنیت سن رہے تھے۔ وہ لرزہ خیز گنیت جھنسنے سننے رہنے کے مقابلہ میں رجانا سہل تر ہے مجھے کئی مرتبہ ان جماعتوں میں شریک کیا

لیکن کب؟ اس شخص نے پھر کہا "کیا دنیا کو یہ خوبچکاں داستان برداشت
معلوم ہو سکے گی اور کیا اس سے ہمیں فائدہ پہنچے گا؟"

"بلاشبہ! پرنسپل نے پھر جواب دیا

اور اسی وقت ان لوگوں کو بھی قتل گاہ کی طرف چلنے کا حکم مل گیا۔"
ہر پانچ سات منٹ کے بعد مشین گنز کے سر ہونے کی آواز آتی تھی
اور ہر مرتبہ چالیس افراد کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا۔ مقامی ورزش
گاہ کے ایک سولڈیئر، بارہ پرنسپل، درگاہ کا ناظم، تیس استاد، سات
پادری، چارج اور صد ہا دوسرے قیدی موت کے گھاٹ اتار چکے تھے۔
"قتل و خونریزی کا یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک قائم رہا لیکن میں صحیح طور پر
وقت کا تعین نہیں کر سکتا۔ بعد میں ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ حسب مقتولین
کی تعداد دو ہزار تین سو تک پہنچ گئی تو قتل کے ذمہ دار مہجر نے کسی جگہ
ٹیلیفون کیا اور تھوڑی سی دیر کے بعد قتل کا یہ سلسلہ پھر شروع کر دیا گیا
میرا خیال ہے کہ مہجر نے کرنل زمینین سے مشورہ کیا ہو گا۔ جس کے حکم
سے اس نے پھر قیدیوں کی ہلاکت کا حکم دیدیا۔"

"آخر کار یہ سلسلہ ختم ہوا لیکن کوئی شخص بھی صحیح طور پر اس بات کا اندازہ
نہیں کر سکتا کہ اس روز کس قدر افراد جو منوں کے وحشیانہ انتقام کے
شکار ہوئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مقتولین کی تعداد تین ہزار چار سو
تک پہنچ گئی تھی، بعض لوگ اس تعداد کو چار ہزار قرار دیتے ہیں اور چند
اشخاص کی رائے ہے کہ اس روز چھ ہزار افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ مقامی

میونسپل کمیٹی کے چیرمین کا بیان ہے کہ اس روز شہر کے مردوں میں سے ساٹھ فیصدی افراد گولیوں کا نشانہ بنے تھے اس اعتبار سے مقتولین کی تعداد چار ہزار پانچ سو تک پہنچ جاتی ہے۔

ہم لوگوں کو شہر میں واپس بھیج دیا گیا لیکن وہاں پہنچ کر کم از کم میں اس نتیجے پر ضرور پہنچا کہ یہاں آنے کے مقابلہ میں مرجانا بہتر تھا۔ قدم قدم پر آہ و بکا اور سینہ کوئی کی دل گداز آوازیں سنائی دیتی تھیں شہر ایک ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کے ایک دو افراد جو منوں کی دھشیا نہ سیرجی کی نذر ہو گئے ہوں۔ بعض خاندان ایسے بھی تھے جنہیں اپنے چار چار پانچ پانچ اور چہ چہ افراد سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانا پڑا تھا۔

ایک ہفتہ تک شہر کی تمام گلیاں اور سڑکیں ویران اور سنسان پڑی رہیں اور میں نے محسوس کیا کہ زندگی کی وہ فطری خواہش ہی جو بہر صورت برتنفس کے دل میں موجود ہوتی ہے افسردہ ہو گئی ہے۔ اس عرصہ میں نہ تو کسی شخص نے اپنی دکان کھولی اور نہ شہر کے کینے اور رستوں پر ہی گئے۔ شہر میں تقریباً کوئی مرد باقی نہ رہا تھا اور ہر خاتون ماتمی لباس پہنے ہوئے نظر آتی تھی۔

اس غمناک حادثہ میں جو لوگ کام آئے تھے، اندازہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس تیس اور چالیس لاکھ دینار کے درمیان اثاثہ موجود تھا لیکن جو منوں نے ان کی ہر شے پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی مسرتہ دولت میں سے شہر کے غریبوں کی امداد کے لئے انھوں نے دو لاکھ پچاس ہزار دینار

بطور چندہ دیئے۔“

”ایک ہفتہ کے بعد جو منوں نے شہر کی دیواروں پر ایک اعلان چسپا کرایا جس میں تحریر تھا کہ

دکرا گیوات کے نزدیک جو منوں نے دو ہزار تین سو کمپونٹوں
بد معاشوں اور ان کے ہمدردوں کو سزائے موت دی ہے،
اس اعلان میں مقتولین کی جو تعداد بیان کی گئی تھی اسے اسی حالت
میں درست تسلیم کیا جاسکتا تھا جبکہ وہ اپنے ایک سابقہ اعلان کے
مطابق ہر ملک شدہ جو من کے بدلہ میں ایک سو اور ہزار جمی کے بدلے
میں سچاس افراد کو ہلاک کرتے۔ حالانکہ انھوں نے اس تعداد سے
کہیں زیادہ افراد کو ہلاک کیا تھا۔“

”مقتولین کے عزیزوں اور دوستوں کو ان کی نعشیں لے جانے اور
انہیں مذہبی احکام کے مطابق علیحدہ علیحدہ سپرد خاک کرنے کی اجازت
نہیں دی گئی اور اس قسم کی درخواست کرنے والوں کو یہ جواب دیا
گیا کہ سزائے موت پانے والے لوگ کیونٹسٹ اور بد معاش تھے
جنکی باقاعدہ تدفین کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“

یہ ہے ایک واقعہ جس کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر گیرات
کے باشندوں کو ٹیٹو کی حمایت کی کیا قیمت ادا کرنی پڑی۔ جو من یوگوسلاویہ کے
باشندوں کو اس طرح مرعوب کرنے کے بعد انہیں اپنی اطاعت اور متابعت پر
آمادہ کرنا چاہتے تھے لیکن ان بے شمار غلطیوں کی طرح جو ان سے سرزد ہوتی رہی ہیں

ان کی یہ بھی ایک زبردست غلطی تھی۔ ان کے حق میں اس کا نتیجہ برعکس برآمد ہوا۔ یوگوسلاویہ کے تمام باشندے ٹیٹو کے پرچم کے سایہ میں مجتمع اور متحد ہو گئے۔ یوگوسلاویہ نے اتحاد کی جو قیمت ادا کی وہ بہت زیادہ تھی اور وہاں مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ایسے بہت سے واقعات پیش آئے لیکن ہر واقعہ ٹیٹو کی قوت و طاقت میں اضافہ کا باعث ثابت ہوا اور آج انھیں قربانیوں کی بدولت یوگوسلاویہ کے ہر گوشہ کے باشندے ٹیٹو کے گرد جمع ہیں۔

دسواں باب

ہہائیلووچ

پچھدہ مسئلہ

ٹیٹو اور اس کے حامیوں کے رد پر سب سے اہم داخلی سیاسی مسئلہ جنرل ہہائیلووچ اور اس کی زیر کمان فوج کا تھا۔ یوگو سلاویہ کی شکست کے بعد ایسے ہزار ہا سپاہی جنکے افسروں نے اطاعت قبول نہیں کی تھی، یوگو سلاویہ اور جو مینی کے مابین ناراضی صلح کو تسلیم نہ کرنے کے باعث اپنے.. تمام اسلحوں کو پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ شکست کے بعد یوگو سلاویہ کے جو شہری اور فوجی افسر ملک سے بچ رہے تھے ان میں سے بعض نے اطاعت قبول کر لی تھی، بہت سے گرفتار ہو گئے تھے اور معدودے چند ہرزگووینا کے شہر موستر تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

موستر میں پناہ گزین ہونے والے افسروں میں، یوگو سلاوی فوج کا ایک اسٹاف افسر کرنل درازا ہہائیلووچ بھی تھا۔ جو منوں کے خلاف جنگ جاری رکھنے کی غرض سے ہہائیلووچ نے بہت سے دوسرے فوجی افسروں کو جمع کر کے فوج کی از سر نو تنظیم شروع کی۔ یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ فوج کو از سر نو منظم کر کے جو منوں کا مقابلہ کرتے رہنے کی تجویز خود ہہائیلووچ کی تجویز تھی یا سمووچ کی سرکردگی میں قائم شدہ حکومت نے یوگو سلاویہ سے رخصت ہوتے ہوئے اسے

ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی بہر حال موسٹر میں جو فوج جمع ہوئی وہاں ٹیلو پچ اس کا کمانڈر مقرر ہوا۔

یوگوسلاویہ کے طول و عرض میں مدافعت کی تحریک پھیلتی جا رہی تھی اور سپاہیوں، مزدوروں اور کسانوں کے بہت سے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے رات کی تاریکی میں جو منوں اور ان کی حامی یوگوسلاوی فوجوں پر چھاپہ مار کر انہیں پریشان کرنا شروع کر دیا تھا وہ ہزار ہا کسان جو گرفتاری اور ہلاکت کے خوف سے بہاڑوں میں جا چھپے تھے اپنے عزیزوں کے قاتل اور اپنے دیہات کو تباہ کر دینے والے جو منوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر اس جماعت میں شریک ہونے کے لئے تیار تھے۔ جو اس مقصد کے لئے منظم کی جاتی۔ چنانچہ وہاں ٹیلو پچ نے ممتاز چھاپہ مار رہنماؤں کے پاس اپنے نمائندے بھیجے اور وہ اس خیال سے اس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوئے کہ اس طرح انہیں دشمن کا باقاعدہ طور پر مقابلہ کرنے کا موقع مل سکے گا۔

دو متضاد خیالات

دوسری طرف چھاپہ مار سپاہیوں کی بہت سی جماعتیں پہلے ہی ٹیٹو کے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ وابستہ ہو چکی تھیں اور ٹیٹو کے نمائندے بھی اطراف ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ ٹیٹو کے نمائندے اگرچہ فوجی افسر نہیں تھے لیکن ان کی سیاسی سرگرمیوں کے باعث ان کے اضلاع کے لوگ انہیں اچھی طرح جانتے تھے اور چونکہ انہیں، ان ہی کے اضلاع میں بھیجا گیا تھا اس لئے وہاں کی چھاپہ مار جماعتیں جو زیادہ تر سپاہیوں، مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل تھیں ٹیٹو ہی کے پرچم کے سایہ میں

صح ہونے لگیں۔ وہ ہائیلوپج کو ماضی کا مظہر تصور کرتے تھے۔ ہائیلوپج کی تحریک مدافعت سابقہ حکومت کے نام پر جاری تھی اور وہ لوگ اس حکومت کو جبر و تشدد اور ظلم و تعدی کا مترادف تصور کرتے تھے۔

اس کے برعکس، ان کی نظر میں ٹیٹو مستقبل کا علمبردار تھا۔ وہ ناسیٹیت کی طرح سابقہ حکومت کا بھی شدید دشمن تھا اور فتح حاصل ہو جانے کے بعد وہ ہائیلوپج کی طرح اسے از سر نو قائم کرنے کی بجائے لوگوں کو سلاویہ کو اس سے نہ صرف آزادی کی راہ چاہتا تھا بلکہ ایک ایسی حکومت قائم کرنے کا خواہشمند بھی تھا جس میں ہر شخص کو آزادی اور انصاف حاصل ہو سکے۔

ٹیٹو اور ہائیلوپج کے درمیان اختلافات کی جو خلیج ابتدا ہی سے حائل تھی آئندہ چل کر وہ وسیع تر ہو گئی اور آہستہ آہستہ اسے پر کرنا ناممکن بن گیا۔ شروع شروع میں یہ اختلاف خیالات ہی تک محدود تھا لیکن رفتہ رفتہ یہ فوجی معاملات پر بھی حاوی ہو گیا۔ ہائیلوپج کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ اپنی فوج اور فوجی قوت کو محفوظ و برقرار رکھے اور جب کبھی اتحادی افواج بلقان میں داخل ہوں تو اس کے پاس سابقہ حکومت کی دفا دار ایک ایسی زبردست فوج موجود رہے جس کے بھروسہ پر وہ حکومت از سر نو قائم کی جاسکے۔ ہائیلوپج اور اس کے حامی اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر ملک کے باشندوں نے ان کی رائے دریافت کی جائے تو سابقہ حکومت کے قیام کا کوئی امکان نہیں پیدا ہو سکتا لیکن انھوں نے اپنی حکمت عملی کی بنیاد بھی اپنے اسی علم و یقین پر قائم کی تھی۔

ہائیلوپج کے برعکس ٹیٹو نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ — اس کا

مقصد جو منوں سے لڑنا اور انھیں نیست و نابود کرنا ہے — وہ جنگ کے ختم ہونے تک اپنی فوجوں کو محفوظ رکھنے اور انھیں ایک داخلی قوت کی طرح استعمال کر کے اپنی امریت قائم کرنے کا خواہشمند نہیں تھا۔ ہائیلوپچ کی طرح ٹیٹو نے بھی یوگوسلاوی عوام کے جذبات کا صحیح اندازہ کر لیا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ دشمن کی شکست کے بعد جب ملک میں آزادانہ طور پر عام انتخابات ہوں گے تو اسے اکثریت حاصل ہوگی اور اس کی حکمت عملی کی بنیاد اس کی اسی رائے پر قائم تھی۔

دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھنا چاہیے کہ — ٹیٹو نے جنگ کے بعد اپنی تحریک کو قائم اور خود کو برسرِ اقتدار رکھنے کی تجاویز سوچنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ فی الحال اس کا مطمح نظر اپنے ملک پر حملہ کرنے والوں کے خلاف جنگ جاری رکھنا تھا اور اگر اسے دشمن کو تباہ کرنے میں کامیابی نصیب ہو سکی تو اسے کابل یقین تھا کہ عوام کی تائید و حمایت اسے ہی حاصل ہوگی —

ٹیٹو نے اپنے اسی زبردست یقین اور عوام کی کابل تائید و حمایت حاصل ہونے کی اسی توقع کی بدولت ابتداء میں ہائیلوپچ کو کوئی خصوصی اہمیت نہیں دی۔ وہ خصوصی اہمیت جو ملک کو آزاد کرانے والی افواج کے کسی دشمن کے لئے ضروری تھی، ٹیٹو جانتا تھا کہ ہائیلوپچ کو یوگوسلاوی عوام میں کوئی مقبولیت حاصل نہیں اور خود ٹیٹو تمام مسائل کے حل کو یوگوسلاویہ کی آزادی میں مضمر سمجھتا تھا اس آزادی میں جو وہ جو منوں ہی کو نہیں بلکہ داخلی طور پر اپنے ملک کے باشندوں اور ان کے حامیوں کو بھی شکست دے کر حاصل کرنا چاہتا تھا اور اسے یقین تھا کہ یہ دو شرط آزادی حاصل ہو جانے کے بعد ہائیلوپچ اور اس کے حامیوں کی

طاقت خود بخود زائل ہو جائے گی۔ اسے اپنے اس نظریہ پر اس قدر اعتماد تھا کہ
 ۱۹۴۱ء میں ایک مرتبہ اس نے ہائیٹیوچ اور اس کے تمام ساتھی افسروں کو پھٹو
 کر لینے کے باوجود انہیں گرفتار نہیں کیا اور جب اس کے بعض دوستوں نے اس
 کی وجہ دریافت کی تو ٹیٹو نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ
 ”میں اس معاملہ میں عوام کی خواہشات کی تعمیل کی ذمہ داری نہیں
 لینا چاہتا چند روز کے بعد لوگ ہائیٹیوچ اور اس کے پیش نظر مقاصد
 سے خود ہی متنفر اور علیحدہ ہو جائیں گے“

معاملہ کا دوسرا پہلو

اس معاملہ کا ایک دوسرا اہم پہلو بھی تھا جسے ٹیٹو نے نظر انداز کر دیا۔ سب
 نہ سمجھا ہائیٹیوچ یوگوسلاویہ کی جلاوطن حکومت کا نمائندہ تھا اور بعد میں اسے یوگوسلاویہ
 کا وزیر جنگ بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس جلاوطن حکومت کو برطانوی حکومت اور
 عوام کی ہمدردی حاصل تھی اور وہ اس ہمدردی کا غلط استعمال بھی کر سکتی تھی۔
 چنانچہ اس نے ٹیٹو اور اس کی فوج کے خلاف زبردست پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا
 تھا وہ اسے — خطرناک ترین کیولنڈ، دہشت انگیز اور بد معاش — ثابت
 کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور ہائیٹیوچ کو یوگوسلاویہ کی تحریکِ مدافعت کا ہیرو
 قرار دے کر برطانیہ اور امریکہ کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کیا جا رہا تھا۔

اس وقت ہائیٹیوچ کی فوجیں ٹیٹو کی افواج کے ساتھ برسرِ جنگ تھیں اور فوجی
 اعتبار سے ان کی سرکوبی نہایت ضروری تھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود ٹیٹو نے

حصہ اس بنا پر ان کے خلاف قدم اٹھانے سے گریز کیا کہ اس طرح یوگوسلاویہ کی جلا وطن حکومت کو اس کے خلاف شہر انگیز پروپیگنڈا کرنے کے لئے اور مسائل جانے گا اس نے وقت کی ضرورت اور مصیحت کو مدنظر رکھا حتیٰ کہ اس نے ایک قدم بڑھا کر ہائیٹیوچ کے ساتھ سمجھوتہ کر لینے کی کوشش بھی کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

صبر اور تدبیر

ٹیٹو نے ہائیٹیوچ اور یوگوسلاویہ کی جلاوطن حکومت کے مقابلہ میں جس صبر و برداشت اور تدبیر و معاملہ نہی کا مظاہرہ کیا دوسری عالمگیر جنگ کی تاریخ میں اس کی مثال دستیاب نہیں ہو سکتی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کسی قدر تامل ہوتا ہے کہ یوگوسلاویہ کا کوئی دوسرا ملک بھی دوسری عالمگیر جنگ کے زمانہ میں اپنے کسی سیاسی رہنما کے متعلق ٹیٹو ہی کی طرح معاملہ فہم اور صلح پسند ہونے کا دعویٰ کر سکے گا۔

ٹیٹو نے یوگوسلاویہ کے پہاڑوں میں چھپ کر ایک ایسی تحریک شروع کی تھی جس نے یورپ کی آزادی اور مدافعت کی تحریک میں بہت جلد ممتاز ترین جگہ حاصل کر لی۔ اس نے مقبوضہ علاقہ میں جو ممنوں کے درمیان محصور رہتے ہوئے اور شکست خوردہ اور تباہ شدہ حکومت کی اساس پر، بہت ہی قلیل عرصہ میں پانچ لاکھ سپاہیں پرستل ایک زبردست لشکر منظم کیا، اس کی یہ فوج سوویت روس کی سرخ فوج کو چھوڑ کر ذرا آفریقا اور یورپ کی تمام افواج کی نسبت کہیں زیادہ جو من ڈو شیرٹوں سے پہنچو سیرما زیادہ تھی اور یوگوسلاویہ کی آبادی کے اعتبار سے اس کی فوج کو یورپ کے تمام ممالک حتیٰ کے سوویت روس اور جرمنی سے بھی زیادہ نقصان جان اٹھانا پڑا، جنگ کے

درخواست کی گئی تھی اور راضی کو فراموش کر بیٹے کا یقین دلایا گیا تھا حتیٰ کہ یوگوسلاویہ کے باشندوں نے اپنا فیصد صادر کر دیا اور پانچویں میں جمہور کے نمائندوں کی ایک مجلس قانون ساز منتخب کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ — وہ ہائیلمیوچ اور لندن میں بیٹھی بھئی اس کی پشت پناہ یوگوسلاوی حکومت سے قطعاً بیزار اور بے تعلق ہیں۔ —

ان تمام باتوں کے باوجود بعض تنگ نظر برطانوی اخبارات نے یوگوسلاویہ کی اس قومی مجلس کے مذکورہ بالا فیصد کی مذمت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

”یہ اقدام یوگوسلاویہ کے اتحاد پر ایک کاری ضرب ہے“

مصالحت و مفاہمت کی کوشش

مجھے ٹیٹو اور ہائیلمیوچ کے اختلافات کے سلسلہ میں جب قدر تحریرات دستیاں پہن سکی ہیں میں نے بار بار ان کا مطالعہ کیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس سلسلہ میں اخباری اطلاعات کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ ان تمام تحریرات میں سب سے اہم وہ خطوط ہیں جو مفاہمت و مصالحت کی کوشش کے طور پر ٹیٹو نے ہائیلمیوچ کو بھیجے تھے۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ خطوط شائع نہیں ہوئے اور میں اس موقع پر انہیں سے ایک خط مؤرخہ ابرکتبر ۱۹۴۷ء کا انقباس پیش کرتا ہوں۔ یہ خط چٹانک دستوں کے کمانڈر ہائیلمیوچ کے نام روانہ کیا گیا تھا اور اس پر یوگوسلاویہ کی چھاپہ مار فوج کے اعلیٰ کمانڈر کی حیثیت سے ٹیٹو کے دستخط ثبت ہیں۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط اس وقت روانہ

گیا تھا جب فریقین کے نمائندے مصالحت کے سلسلہ میں کئی بار طویل گفت و
 کرنے کے بعد بھی کسی نتیجے پر پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ گفت و شنید کا یہ سلسلہ
 منقطع ہو چکا تھا اور ہائیڈروجن نے ٹینیسی کے پاس آ کر ایسے تمام فوجی اور سیاسی مسائل پر تبادلہ
 خیالات کرنے سے انکار کر دیا تھا جو ان دونوں کی علیحدگی کا باعث بنے ہوتے تھے۔ اس خط کا اقبال اس میں

”ہمیں ہمارے نمائندہ کپتان میٹج نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے لئے
 مستقل مصالحت کرنی ناممکن ہے۔ اس کی بجائے آپ ہمارے
 پاس اپنے نمائندوں کو صرف اس لئے بھیج رہے ہیں کہ وہ ہمارے
 ساتھ مل کر بعض سچیدہ مسائل کا حل دریافت کرنے کی کوشش کریں
 ہمارا خیال ہے کہ اس گفت و شنید سے وہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا
 جس کی ہمیں اور آپ کو توقع ہے بہر حال ہم بھی اس امید پر اچھوٹے
 نمائندے بھیج رہے ہیں کہ شاید بعض اہم سوالات اور بالخصوص
 ان مسائل کا حل دریافت ہو جائے جو ہمارے او آپ کے تعلقات پر خراب اثر ڈال رہے ہیں
 ”آپ نے خواہش ظاہر کی ہے کہ — بعض خاص مسائل

پر ہماری جو رائے رہے ہم اسے وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔ ہم
 ایشیہ اس بات کا لحاظ رکھیں گے لیکن یہاں ہم ایک مرتبہ پھر اس
 بات پر زور دینا چاہتے ہیں کہ ہر سوال بحث اور تبادلہ خیالات کا
 محتاج ہے اور اس کے بعد ہی کسی آخری نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے
 بہر حال جہاں تک ہمارا اور آپ کا معاملہ ہے ہم مندرجہ ذیل مقاصد
 حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں۔

درا، دشمن کے خلاف متحد ہو کر فوجی کارروائی کرنا۔ ہم دشمن کے مفہوم کو جو منوں ہی تک محدود نہیں سمجھے بلکہ اطالوی نیرینڈیچ اور بیویج کی فوجوں کو بھی اس کے مفہوم میں شامل تصور کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں فوجی کارروائی کرنے کے لئے ہمیں ایک مشترکہ عملہ مقرر کرنا چاہیے۔

۲۶) ہماری اور آپ کی افواج کو رسد اور دوسرا ضروری سامان بہم پہنچانے کے لئے یہی مشترکہ عملہ اپنی تجاویز مرتب کرے اور اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے یا تو متعدد افراد کو نامزد کر دے یا ضرورت کے مطابق ماتحت مجائیس قائم کرے۔

۲۷) دشمن کا جو سامان ہاتھ آئے اسے محاذ جنگ کی ضرورتوں کے تحت آپس میں تقسیم کر لیا جائے۔ اس سلسلہ میں ہمارا اصول یہ ہے کہ ہر شے محاذ جنگ پر جانی چاہیے اور ہر چیز کو ڈرائی میں صرف کرنا چاہیے ۲۸) مختلف علاقوں اور مقامات میں فوجی کارروائیاں مشترکہ طور پر کی جائیں۔ ہمارے اور آپ کے فوجی کمانڈر علیحدہ علیحدہ ہوں لیکن فوجی کارروائیوں میں زیادہ سے زیادہ اشتراک عمل سے کام لیں۔ چھاباک کے واقعات اس معاملہ میں ہمارے لئے مثال کا کام دے سکتے ہیں

جنرل نینڈیچ اور آرنٹے ہینڈیچ علی الترتیب سربیا اور کروٹیا میں ہٹلر کے مقرر کئے ہوئے حکمران سے اور ان دونوں کی افواج بھی یوگوسلاویہ آزاد فوجی فوج کے خلاف برسرِ جنگ

(۵) مشترکہ عملہ کے ساتھ معدودے چند افراد پر مشتمل ایک ایسی جماعت بھی مستقل طور پر وابستہ کر دی جائے جو ہمارے اور آپ کے درمیان پیدا ہو جانے والے اختلافات پر فوراً غور کرنے اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرتی رہے۔

(۶) عارضی طور پر ایک ایسی مرکزی طاقت بھی قائم کر دی جائے جو عوام کے لئے خوراک فراہم کرے، اقتصادیات پر نظر رکھے۔ جنگ جاری رکھنے کے وسائل ہتھیار لے اور عوام کی حفاظت نیز قیام امن کی ذمہ دار ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ اپنے ملک کو دشمن کی گرفت سے آزاد کرنے کی جدوجہد کے موجودہ دور میں، ان امور میں کسی کو بھی اضلاع کے پرانے حکام، فرقہ وارانہ انتظامی جماعتوں اور چند اربہ وغیرہ کے ہاتھوں میں چھوڑ دینا ایک شدید غلطی ہوگی۔ ملک کے باشندوں کو دشمن کے مقابلہ میں متحد کرنے کے لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ ایسے حکام مقرر کئے جائیں جو عوام سے نزدیک تر پہنچنے کے باعث اپنے فرائض کو ذمہ دارانہ طور پر انجام دے سکیں۔ سابقہ حکومت کی پولیس اضلاع کے حکام اور فرقہ وارانہ انتظامی ادارے اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ پرانی حکومت کے انتظامی افسروں نے دشمن کی ملازمت اختیار کر لی ہے اور وہ دشمن کے اثر و اقتدار کے ماتحت آگئے ہیں۔ ان لوگوں کو عوام کا اعتماد حاصل نہیں رہا اور وہ قوم کے موجودہ نازک ترین دور میں اس کے لئے بیکار محض ہو چکے ہیں

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قوم کو آزاد کرانے والی جماعتیں ہی جو عوام نے کسی تحریک و ترغیب کے بغیر قائم کی ہیں عوام کی حقیقی نمائندگی کرتی ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ آئندہ ان جماعتوں کو، سیاسی معتقدات سے بالاتر رہ کر عوام منتخب کیا کریں اور جن مقامات پر انتخابات ناممکن ہوں وہاں ایسے تمام سیاسی گروہوں کے نمائندے جو دشمن سے برسرِ جنگ رہنے کے حامی ہیں۔ ان جماعتوں کے اراکین کو نامزد کریں۔ ہم آزاد شدہ علاقوں کے انتظام کے لئے ایک مرکزی بلریشن کمیٹی کے قیام کو بھی ضروری تصور کرتے ہیں اور امن و قانون کی حفاظت کے لئے تجویز کرتے ہیں کہ ہر شہر اور گاؤں میں عوام کی حفاظت کرنے والی جماعتیں بنائی جائیں۔

دعا، اصولاً ہم لازمی فوجی بھرتی کے مخالف ہیں۔ فوجی خدمات رضا کارانہ ہونی چاہئیں اور لوگوں کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ اپنی مرضی سے آپ کے چٹنگ دستوں میں بھرتی ہو یا ہماری چھاپہ مار فوج ہیں۔ اللہ کسی شدید ضرورت کے وقت مقامی طور پر جبریہ بھرتی کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے لیکن ایسے موقعوں پر مشترکہ عملہ ہی کو بھرتی کی اجازت دینے کا مجاز ہوگا۔ رضا کارانہ بھرتی کا نائدہ یہ ہے کہ رضا کاروں پر مشتمل دستے جبراً بھرتی کئے ہوئے سپاہیوں کے دستوں سے بہتر ثابت ہوتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ہمارے اور آپ کے پاس اس قدر اسلحہ بھی موجود نہیں کہ انہیں ناقابلِ اعتبار لوگوں کے حوالہ کیا جاسکے۔

(۸) ہم چاہتے ہیں کہ ہماری چھاپہ مار فوج اور آپ کے چٹنگوں کے تمام دستے، اٹکنے کے کمانڈر اور عملہ کے تمام اراکین غیر مشروط طور پر اپنے اعلیٰ انیسروں کے احکام کی تعمیل کریں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ چھوٹے چھوٹے کمانڈروں کو دشمن کے خلاف فوجی کارروائی کرنے یا مشترکہ فوجی معاملات میں ان کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔

(۹) فریقین کے اعلیٰ کمان کے ہیڈ کوارٹرز میں باہمی تصادم کو مسدود کرنے کے لئے ہم اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر دو ہیڈ کوارٹرز دو جدا گانہ شہروں میں رکھے جائیں اور اپنی حدود میں دونوں کمانیں بالکل آزاد ہوں لیکن دونوں کے عملہ میں ایک دوسرے کے نمائندے موجود رہیں۔

(۱۰) اپنے سب سے بڑے دشمن، جو منوں کے خلاف اپنی جدوجہد کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ ہم جاسوسوں اور پانچویں دستہ کے ان لوگوں اور ان وسائل کے خلاف بھی شدید جدوجہد جاری رکھیں جو ہماری آزادی کی اس لڑائی میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہماری تجویز یہ ہے کہ مشترکہ فوجی عدالتیں قائم کی جائیں اور یہ عدالتیں ایسے جرائم کی تحقیقات کرنے کے بعد عوام کے ان دشمنوں کو مناسب سزائیں دیں۔ جاسوس اور پانچویں دستہ سے تعلق رکھنے والے افراد جب جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے پکے

جائیں تو آئندہ انہیں اسی علاقہ کی فوج (کمان سزائے جس علاقہ میں
 از تکاب جرم کیا گیا ہو اور ایسے مواقع پر سزا دینے والے افسر ہی
 اس سزا کے حق بجانب یا اس کے برعکس ہونے کے ذمہ دار ہوں گے
 اس معاملہ میں ذاتی اختلافات دشمنی یا نفرت کو مد نظر نہ رکھا جائے اور
 اگر کبھی یہ بات ثابت ہو جائے کہ کسی شخص کو ذاتیات کی بنا پر سزا دی
 گئی ہے تو سزا دینے والے کے خلاف شدید ترین کارروائی عمل میں
 لائی جائے۔

۱۱۱، غدار اور دشمن کے اشاروں پر چلنے والی فوجوں کو جو قلمی آزادی
 کی جدوجہد میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہے کمزور اور بیکار بنانے کے نئے
 فریقین کو مشترکہ کارروائی شروع کرنی چاہیے۔

۱۱۲، ہمارے لئے یہ امر ناقابل برداشت ہے کہ جاسوس اور پانچویں
 دستہ کے لوگوں کے پاس قوم کے خلاف ان کی بزدلانہ سرگرمیوں
 کے وقت ہماری یا آپ کی طرف سے جاری کئے ہوئے شناخت
 نامے موجود ہوں۔ ایسے لوگوں کو خواہ وہ ہماری فوج سے تعلق رکھتے
 ہوں یا آپ کی فوراً درخواست کر کے متذکرہ بالا مشترکہ فوجی عدالتوں
 کے سپرد کر دینا چاہیے اور ایسے تمام افراد یا جماعتوں کو جس کے
 خلاف جاسوسی کا شبہ ہو، اس بات کا لحاظ کئے بغیر کہ ان کے پاس
 ہمارے شناخت نامے موجود ہیں یا آپ کے فوراً گزار کر کے تحقیقات
 کے لئے مشترکہ مجلس تحقیقات کے حوالہ کر دینا چاہیے۔

یہ ہیں ہمارے مطالبات اور تجاویز۔ ان باتوں کے علاوہ بہت سے اور معاملات ہیں لیکن ان پر ہمارے نمائندے تبادلہ خیالات کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

مجموعہ موجودہ حالات کو بے حد نازک اور ان کی وجہ سے ہم سب پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو بہت زیادہ اہم تصور کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں معمولی معمولی باتوں پر لڑتے جھگڑتے رہ کر باہمی اشتراک عمل کو ناممکن اور تعلقات کو خراب تر نہیں بنالینا چاہئے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ باہمی سمجھوتہ کے لئے اپنا تمام اثر و اقتدار استعمال فرمائیں گے تاکہ ہماری فوجیں متحد ہو کر اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی جدوجہد کریں۔ ہمارا نصب العین ہے — اپنے عزیز وطن کو نفرت انگیز دشمن اور اس کے نمک خواروں سے آزاد کرانا —

مذکورہ بالا اہم تحریر کا مطالعہ اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ ٹیٹو جرمینوں اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف جنگ کرنے کی بنیاد پر ہائیلوچ کے ساتھ مصالحت کر لینے کی کتنی کوشش کرتا رہا ہے ہائیلوچ کے حق میں پروپیگنڈا کرنے والے افراد ٹیٹو کے خلاف عام طور پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ ہائیلوچ کی فوج کو اپنے ماتحت کر لینا چاہتا تھا لیکن اس تحریر میں نہ تو ہائیلوچ کی فوج کو اپنے ماتحت کر لینے کا کوئی مطالبہ موجود ہے اور نہ اس نے اپنے اشتراکی رجحانات اور خیالات کا کوئی مظاہرہ ہی کیا ہے۔ اس کے برعکس اس خط میں تمام فوجی اور سیاسی مسائل پر صریحاً ایک ہی نقطہ نظر سے بحث کی گئی اور وہ نقطہ نظر ہے — یوگوسلاویہ

کا قومی اتحاد۔ اور اگرچہ ٹیٹو اس بات کو جانتا تھا کہ چھاپہ مار فوج کے مقابلہ میں جس کی تعداد اور قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا ہاٹیلو پوج کی فوج کسی اعتبار سے بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی لیکن اس کے باوجود فوجی کاروباروں کے لئے مشترکہ کے تقریر کی تجویز پیش کر کے اس نے اس غیر اہم فوج کو اپنی فوج کے مساوی تسلیم کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

ہاٹیلو پوج کا جواب

ٹیٹو کی مذکورہ بالا تجاویز کا ہاٹیلو پوج نے جو جواب دیا اس میں پہلی دوسری چھٹی اور ساتویں تجویز کو بالکل مسترد کر دیا تھا ساتویں تجویز کو مسترد کرنے کا مطلب صاف ہے۔ اگر ٹیٹو کی طرح ہاٹیلو پوج بھی فوجی بھرتی کو رضا کاروں ہی تک محدود رکھتا تو اس کی فوجی طاقت و قوت کی تعمیر ناممکن تھی یہ واقعہ ہے کہ اس کی فوج کے بیشتر سپاہی وہ لوگ تھے جنہیں جلا وطن حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے اس نے ان علاقوں سے جن پر اس کا قبضہ تھا بکھر بیٹھا تھا۔

ہاٹیلو پوج پہلی تجویز کو بھی منظور نہیں کر سکتا تھا۔ ٹیٹو کی یہ تجویز مشترکہ جنگی کارروائیوں سے متعلق تھی اور بعد کے واقعات نے یہ بات ثابت کر دی کہ ہاٹیلو پوج نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ دشمن کے خلاف فوراً کوئی فوجی کارروائی شروع کرنے کی بجائے ایک ایسی حکمت عملی اختیار کرے گا جس کے ماتحت کبھی کبھی دشمن کے ساتھ عارضی مصالحت بھی کی جاسکے۔

ان باتوں کے باوجود ٹیٹو نے اپنے نمائندوں کو باقی ماندہ تجاویز پر

مشتعل صلحنامہ پر دستخط کر لینے کی اجازت دیدی۔ کیونکہ ٹیٹو اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اگرچہ اس قسم کے سمجھوتہ کے لئے اسے بہت زیادہ قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے لیکن اگر سمجھوتہ ٹھہر اور باہمی تصادمات جاری رہے تو خواہ ان کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ برآمد ہو ان سے دشمن کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔

ایک اور تحریر

اس سلسلہ میں میں ایک اور تحریر پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ ٹیٹو اور ہہائیلوچ کے مابین مذکورہ بالا جو ذی صلح کے بعد جو واقعات پیش آئے اس تحریر سے ان پر روشنی پڑتی ہے یہ تحریر دراصل وہ روئداد ہے جو ٹیٹو کے ہیڈ کوارٹرز سے سلاوینیا کے محاذ آزادی کی مجلس انتظامیہ کو روانہ کی گئی تھی یہاں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یوگوسلاویہ کی آزادی کی تحریک میں سلاوینیا کی مذکورہ بالا مجلس نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ اس روئداد میں مذکور ہے،

د، ہمارے نمائندوں نے ہہائیلوچ کے نمائندوں کے ساتھ بہت سی صحبتوں میں تبادلہ خیالات کیا اور ایسی تمام ملاقاتوں کے بعد تمام کارروائیوں کے متعلق تحریری بیانات مرتب کئے گئے۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء تک درازا ہہائیلوچ مشترکہ طور پر فوجی کارروائی شروع کرنے کی تمام تجویزوں کو یہ کہہ کر مسترد کرتا رہا کہ ابھی اس سلسلہ میں اشتراک عمل کا وقت نہیں آیا۔ ان باتوں کے باوجود ہمارے فوجی عملے نے ہہائیلوچ کے نمائندوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ جس کی رو سے فریقین ایمانداری

کے ساتھ ایک دوسرے کو سامان اور اطلاعات بہم پہنچا کر اس حالت میں بھی مدد دینے کے پابند رہیں گے جبکہ چٹنگ دستے فوجی سرگرمیوں میں یا تو حصہ نہ لے سکیں گے یا حصہ نہ لیں گے۔ اس وقت تک ہمارے چھاپہ مار فوج نے نہ صرف سر اجیو سے چھا جا کر تک تمام علاقہ دشمن کی گرفت سے آزاد کرالیا تھا بلکہ ہم تقریباً بلگرام کے گرد و نواح میں بھی پہنچ گئے تھے۔ ہم نے اس جزوی معاہدہ کے مطابق جو ہمارے اوپر درازہا نیلونچ کے مابین ہوا تھا اس آزاد شدہ علاقہ میں چٹنگوں کو ان کی سرگرمیاں بڑھانے چٹنگ بھرتی کرنے اور ہمارے مقامی فوجی عملے کے دوش بدوش مساوی حیثیت سے اپنا عملہ قائم کرنے کی اجازت دیدی اور ابتدا میں ہمارے فوجی عملے کی ذموت پر چٹنگوں نے جو منوں اور ان کے حامیوں کے خلاف فوجی کارروائیوں میں ہمارے ساتھ اشتراک عمل بھی کیا۔

۱۹۴۷ء دشمن کی ان تادیبی بھڑوں کے سلسلہ میں جو اس نے سریبا کے باشندوں کے مسلح دستوں کے خلاف شروع کی تھیں اور جنھیں نہایت ہی ہولناک کہا جاسکتا ہے دخصوصاً وہ ہما ت جو شمالی سریبا میں شروع کی گئی تھیں ہمارے عملے نے درازہا نیلونچ کے عملے کے روبرو ایک مشترکہ جماعت بنا کر آزاد شدہ علاقہ کے شہری حکام کو اس طرف توجہ دلانے اور شہری زندگی کو معمول کے مطابق بنانے کے لئے ضرورتاً یہ اختیار کرنے کی تجویز پیش کی ہماری تجویز یہ تھی کہ شہری حکام کو جمہوری طریقہ پر آزاد

انتخابات کے ذریعہ سے منتخب کیا جائے اور شہری انتظامات کے بنیادی اداروں یعنی قومی آزادی کی پبلک ورکس کمیشن میں سیاسی عقائد و رجحانات کا لحاظ کئے بغیر محض ویسٹرن آڈیو ہی کو شریک کیا جائے بشرطیکہ وہ ملک کی آزادی کی موجودہ جدوجہد میں ہمارے ساتھ متفق آرائے ہوں لیکن درازا ہائیڈرو پمپ نے ہماری دونوں تجاویز کو مسترد کر دیا۔ اس نے مشترکہ کارروائیوں کے لئے کوئی جماعت بنانے کی تجویز کو غیر ضروری قرار دیا اور شہری انتظامات کے سلسلہ میں کہا کہ عوام میں مقبول نہ ہونے، بلغراد کی امرانہ اور قابل نفرت حکومت کے قائم کردہ ہونے اور دشمن کی امداد کرتے رہنے کے باوجود ہمیں پرانے انتظامی اداروں ہی کو برقرار رکھنا چاہیے۔ ہماری دونوں بنیادی تجاویز کو مسترد کر دینے کے باوجود تہا سے اور ہائیڈرو پمپ کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہو گیا جس کے ماتحت چھاپہ مار فوج اور چٹنگوں کے تعلقات از سر نو دالہ ہو گئے۔ معاہدہ پر دستخط ہونے کے دوسرے ہی دن اپنی دیانتداری کے اظہار کے لئے ہمارے اسٹاف نے ہائیڈرو پمپ کے پاس پانچ سو بندوبست اور چالیس ہزار کارٹونس بطور تحفہ روانہ کئے۔ یہ سامان ہمارے سپاہیوں نے دشمن سے چھینا تھا۔

(۴) ان تمام باتوں کے باوجود معاہدہ کے چند ہی روز بعد ہائیڈرو پمپ کی فوج کے بعض افسروں نے ہماری فوج پر حملے شروع کر دیئے۔ پوزیٹو کے مقام پر ایک ٹرین میں انھوں نے پہلے دستہ کے کمانڈر مسیطان

بلنگوئیچ فوج ہمسایہ میں لڑنے والے انٹرنیشنل بریگیڈ کا ایک ممتاز رکن رہ چکا ہے اور جس کے پاس شناخت سے متعلق تمام کاغذات موجود تھے گرفتار کر لیا۔ پوزیٹنگ کو چھاپہ مار فوج نے آزاد کرایا تھا اور ہم نے یہ مقام ہائیڈرو فوج کو اس لئے دیدیا تھا کہ وہ یہاں اپنی فوج کی تنظیم اور اس میں اضافہ کر سکے۔ ان افسروں نے شدید ترین وحشیانہ ذہنیتیں دینے کے بعد ہمارے کمانڈر کو ہلاک کر دیا۔

اس واقعہ کی اطلاع پا کر ہمارے عملدہ نے صرف احتجاج کرنا ہی مناسب سمجھا کیونکہ ہم باہمی جنگ و جدل سے بچنا چاہتے ہیں۔ اس واقعہ کے دوسرے ہی دن چٹنگوں کے ایک گروہ نے گولڈ بارود سے بھری ہوئی ہماری ایک لاری کو روک کر ڈرائیور اور مکانیڈ سپاہیوں کو قتل کرنے کے بعد لاری کو تباہ کر دیا۔ یہ لاری محاذ جنگ پر جا رہی تھی۔ اسی دن کو سیراٹ کے مقام پر چٹنگوں نے چھاپہ مار فوج کے تمام عملدہ سے اسلحہ چھین لئے۔ رہنماؤں کو سخت جسمانی اذیت دی اور نو افراد کو ہلاک کر دیا۔ جنہیں سلاوینیا کا ایک ایسا باشندہ بھی تھا جسے جرمنوں نے جلا وطن کر دیا تھا۔ ۸ نومبر ۱۹۴۱ء کی رات کو انھوں نے رات بھشی آئیٹلیسا اور ان دوسرے متعدد مقامات پر چھین چھاپہ مار فوج نے آزاد کرایا تھا اور جو ہمارے ہی قبضہ میں تھے حملہ کرنے کی تیاریاں کیں اور اس علاقہ میں موجود تمام چٹنگ دستوں کو جن میں وہ دستے بھی شامل تھے جو کریمووا اور والیوود کے قریب چھاپہ مار دستوں کے

ساتھ مل کر جو منوں کا مقابلہ کر رہے تھے جمع کر کے ہم پر حملہ کر دیا اس طرح ان لوگوں نے جو خود کو درازا ہائیٹیوٹیج کے چٹنگ کہتے ہیں اور جنہیں لندن میں مقیم لیوگوسلاوی حکومت لیوگوسلاویہ کی باقاعدہ فوج قرار دیتی ہے باہمی جنگ و جدل کا آغاز کر کے دشمن کو ہمارے خلاف جارحانہ لڑائی شروع کرنے کا موقع بہم پہنچایا۔

۱۹۴۱ء، مذکورہ بالا واقعہ ایک کھلی ہوئی غداری تھی چھاپہ مار فوج سنے اسے غداری ہی قرار دیا۔ چھاپہ مار فوج اس اچانک حملہ کی مدافعت کے لئے تیار نہیں تھی اس کے باوجود دو دن کی لڑائی کے دوران میں ہم نے انہیں شکست دے کر کئی سو سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے بیشتر قیدی گمراہ کئے ہوئے کسان تھے۔ انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔ اس طرح ہم نے اس علاقہ کو چٹنگوں سے خالی کرنا شروع کیا لیکن ہائیٹیوٹیج کی غداری سے فائدہ اٹھا کر جرمنوں نے اس علاقہ میں ہم پر پانچ اطراف سے حملہ کر دیا چھاپہ مار فوج نے جو منوں کو بھی شکست دی اور آج یہ علاقہ چٹنگوں سے بالکل پاک ہے۔

۱۹۴۵ء چھاپہ مار فوج پر چٹنگوں کے حملہ کے دوران میں ہمارے عملے نے بار بار داتا ہائیٹیوٹیج سے یہ درخواست کی کہ وہ اس باہمی جنگ و جدل کو جس سے دشمن ہی فائدہ پہنچ سکتا ہے بند کر دے لیکن ہماری ایسی تمام درخواستیں یا تو سن کر رد کر دی گئیں یا ان کا کوئی جواب ہی نہیں دیا گیا۔ مگر اب یہ امر روز بروز روشن کی طرح عیاں ہو گیا ہے کہ ہائیٹیوٹیج نے

ہماری درخواستوں کو کیوں مسترد کیا تھا۔ ہائیلوپچ کے اسٹاٹ
 میٹڈ کو اٹریز پر قبضہ کرنے کے بعد چھاپہ مار فوج کو جو دستاویزات
 ملی ہیں ان سے واضح ہو گیا ہے کہ ہائیلوپچ نادرچ اور جو منوں سے
 بلا ہوا ہے اور اس نے کمیونسٹوں سے لڑنے کے معاوضہ میں جو دراصل
 سرسبا کی جدوجہد آزادی کے خلاف برسرِ جنگ ہونے کے مترادف
 ہے ان سے کثیر رقم وصول کی ہیں اور بلغداد ریڈیو پر نیدرچ نے خود
 اس بات کی تصدیق بھی کر دی ہے۔

(۶) ہم آئندہ چند روز کے اندر اندر ایک مرتبہ پھر ہائیلوپچ کے ساتھ
 سمجھوتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ چھاپہ مار اور رضا کار فوج کے اعلیٰ
 اراکین یہ کوشش ہائیلوپچ کی شخصیت سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ سرسبا
 کے باشندوں کے مفاد کے پیش نظر کرنا چاہتے ہیں لیکن کامیابی کا
 امکان بہت ہی کم ہے۔ ہائیلوپچ کا کم از کم مطالبہ یہ ہے کہ چھاپہ مار
 فوج کو ایک جداگانہ فوج کی حیثیت سے منسٹر کر کے تمام دستوں کو
 اس کے ماتحت دیدیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ہم اس مطالبہ کو تسلیم
 نہیں کر سکتے، ہم اسے تسلیم نہیں کریں گے اور ہمیں اس قسم کا سمجھوتہ
 کرنا بھی نہیں چاہیے۔“

ہم سرسبا میں پیش آنے والے ان واقعات سے آپ کو مطلع کر رہے
 ہیں، یہ واقعات محض سرسبا کے عام اتحاد کے علمبردار رجعت پسند
 عناصر کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہیں۔ ہم آپ کو ہدایت کرتے ہیں کہ

آپ اپنی تمام تر قوت سلاوینیا کی آزادی کی جدوجہد کو مضبوط تر بنانے پر مرکوز کر دیں تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کا سدباب ہو سکے۔
 ”آخر میں ہم یہ اطلاع دینی بھی ضروری تصور کرتے ہیں کہ کرا لیبودہ،
 کروشیوات اور گریوٹیوات کے مغرب میں سر بیا کا وہ تمام علاقہ جو
 بوسینیا کی سمت میں پھیلا ہوا ہے دشمن سے آزاد کر لیا گیا ہے۔“

تنبیہ!

ان واقعات کے بعد ٹیٹو نے متعدد بار ہائیٹیچ کے پاس اس مفہوم کے پیغامات روانہ کئے کہ اگر چٹنک چھاپہ مار فوج کی سرگرمیوں میں دخل انداز نہ ہوں تو چھاپہ مار سپاہی بھی ان سے کوئی تعرض نہ کریں گے لیکن ہائیٹیچ اس نچویر کو ہمیشہ مسترد کرتا رہا اور آہستہ آہستہ اس کے اس معاندانہ اور مخالفانہ طرز عمل نے چھاپہ مار فوج کے خلاف کھلی ہوئی جنگ کی شکل اختیار کر لی اور اس کی اسی حکمت عملی کی بدولت اسے ٹیٹو کے خلاف دشمن کے ساتھ اشتراک عمل کے وہ زریں مواقع حاصل ہوئے جن کی دلفریبی کو نظر انداز کر دینا اس کے لئے قطعاً ناممکن تھا حتیٰ کہ
 ۱۹۴۱ء میں اس کے حاشیائی بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے کہ ہائیٹیچ نیز گورگوسلاویہ پر نابض اطالوی افواج اور دشمن کی دوست غدار یوگوسلاوی جماعتوں کے درمیان
 خوش گوار تعلقات قائم ہیں۔

اطالوی جنرل ارناسٹو جو اطالیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد اطالیہ کی عارضی حکومت کے وزیر اعظم مارشل بڈوگلیو کا شریک کار ہو گیا تھا اور یہی

مغربی یوگوسلاویہ کے گورنر کی حیثیت سے وحشیانہ مظالم برپا کرنے میں غیر معمولی شہرت حاصل ہے، نومبر ۱۹۴۳ء کو ریٹائر کے خصوصی نامہ نگار سٹریٹس اسپرگ سے کہا تھا۔

میں نے تیس ہزار چنگوں کو اپنے ہاتھ سے اسلحہ تقسیم کئے تھے تاکہ وہ انھیں اپنے مخالفین کے مقابلہ میں استعمال کر سکیں۔

سوال یہ ہے کہ ہائیلوچ کی فوج نے اطالوی فاشیوں کے ساتھ اتحاد عمل کیوں کیا؟

اس سوال کا جواب صاف ہے۔ یہ دونوں ایک مضبوط رشتہ میں منسلک تھے۔ یوگوسلاوی عوام کے انتقام کے خوف کے رشتہ میں افاشی حکام ان تمام دشمنوں کے مقابلہ میں جن سے انھیں دوچار ہونا پڑ رہا تھا یوگوسلاویہ کے باشندوں کو اپنا زیادہ دشمن تصور کرتے تھے اور ٹیٹو سے ان کے خوف زدہ رہنے کی اصل وجہ بھی یہی تھی کہ وہ اسے عوام کا محبوب رہنا سمجھتے تھے۔ ہائیلوچ بھی مذکورہ بالا وجہ کے ماتحت عوام سے خوفزدہ تھا اور ٹیٹو سے اس لئے نفرت کرتا تھا کہ ٹیٹو کی ذات میں اسے وہ تمام خوبیاں نظر آتی تھیں جو خود اس کی ذات میں موجود نہیں تھی۔ ٹیٹو عوام کا محبوب رہنا تھا۔ قوم اس سے محبت کرتی تھی اور لوگ

اس پر کامل اعتماد کرتے تھے۔ ان حالات میں اطالوی اور جرمن فاشیوں نیز ہائیلوچ کے لئے ٹیٹو کی تحریک کو کمزور کرنا ضروری تھا ایک طرف تو ٹیٹو کی قوت میں اضافہ ہائیلوچ کی خواہشات کے لئے پیغام مرگ کے مترادف تھا اور دوسری طرف فاشی اس کی ہر کامیابی کو فاشیت پر ایک کاری ضرب تصور کرتے تھے اس

نے ہائیلوچ اور فاشیوں کا اشتراک عمل ایک قدرتی بات تھی اور ٹیٹو کی کامیابی کی شکل میں ان کے لئے جو ناکامیابی مقرر تھی اسے باہمی اشتراک عمل ہی کے ذریعہ سے مسدود کیا جاسکتا تھا۔

اب جبکہ سٹرجون کے الفاظ میں ہائیلوچ کی دشمنی کے ساتھ گجائش پیدا کرنے کی حکمت عملی بے نقاب ہو چکی ہے بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جنگ کے بعد ہائیلوچ اور اس کے معاونین کا کیا ختم ہوگا؟

میراجیال ہے کہ جنگ کے بعد ہائیلوچ کا سوال کسی پریشانی کا باعث نہیں بن سکتا اگر یوگوسلاویہ کے باشندوں کو ایک مرتبہ بھی آزادی کے ساتھ حکومت کے انتخاب کا موقع میسر ہو جائے تو ہائیلوچ خود بخود گوشہ گمنامی میں مستور ہو جائے گا۔ کیونکہ یوگوسلاویہ کے حالات کے سلسلہ میں یہ امر حقیقت مسلمہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ ٹیٹو کی تحریک حریت خواہی زبردست اکثریت کی نائید و حمایت حاصل ہے اور یہ تحریک ہائیلوچ کے عقاید و خیالات سے مختلف ہی نہیں بلکہ متضاد بھی ہے۔

گیارہواں باب

مقدونیا کا مسئلہ

پیرو کی داستان

ابھی پیرو گفتگو میں مصروف ہی تھا کہ باہر برپا ہونے والے ایک زبردست دھماکے نے مکان کی دیواروں کو ہلا دیا اور ابھی اس دھماکے کو برپا ہونے چند لمحہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ مکان کا دروازہ کھلا اور درو آدمی اپنے ہاتھوں میں ریوا اور تھے ہوئے اندر داخل ہوئے

”معلوم نہیں اس دھماکے کا مطلب کیا ہے؟ ایک شخص نے کہا

”بہتر ہے کہ تم خود جا کر معلوم کرو“ پیرو نے جواب دیا ”میرا خیال ہے کہ یہ

دھماکہ بل کے قریب کسی جگہ ہوا ہے، لیکن ہوشیار رہنا“

دونوں شخص اسی سرعت کے ساتھ جس طرح وہ مکان میں داخل ہوئے تھے واپس چلے گئے اور ان کے چلے جانے کے بعد پیرو نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”دھماکوں کے متعلق اپنے تجربہ کی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ

اس دھماکہ کی وجہ ڈائنامیٹ ہے“

”کیا یہ کام کسی دشمن کا ہے؟“ میں نے دریافت کیا۔

”میرا یہ خیال نہیں! دن کے وقت ڈائنامیٹ لے کر پھرنے کی حماقت

کس سے سرزد ہو سکتی ہے؟ شاید کسی وجہ سے بارود کا ذخیرہ اڑ گیا ہے۔
 ابھی پیرو اپنا جملہ ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ایک اور دھماکہ ہوا۔ پہلے دھماکہ
 سے بھی زبردست دھماکہ — یا شاید میں نے اسے پہلے دھماکہ کے مقابلہ
 میں زبردست دھماکہ محسوس کیا — اور دیرپے کے کوڑا پھینکے۔
 ”کیا یہ دھماکہ بھی اتفاقیہ طور پر ہوا ہے؟“ میں نے دریافت کیا
 ”نہیں بابہ بات نہیں! لیکن ہمارے نوجوان رات کے وقت کام کرتے
 ہیں۔ بہر حال لعنت بھیجے ان پر“

پیرو نے اپنے باپ سے ایک طویل کش لینے ہوئے کہنا شروع کیا
 سنسور لینے نے مجھے منے کے لئے اپنے مقاصد بھیجے تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ
 روپے کے علاوہ بہت سے اسلحہ جات بھی تھے۔ ایسے اچھے اسلحہ جات جنہیں دیکھ
 کر ہمارے منہ میں پانی بھرا آیا تھا۔ ہلاکت آفریں بم اور چھوٹی چھوٹی مشین گنیں غرضیکہ
 ان کے ساتھ وہ تمام چیزیں تھیں جنکی ہمیں ضرورت تھی۔ اسے لئے میں نے کہا تھا کہ
 میں انکے ساتھ مصالحت کر لینے پر آمادہ ہو گیا تھا“

”یہ شرمناک بات تھی! سیوا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا
 ”تم خاموش رہو! پیرو نے سیوا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں نے جو
 کچھ کہا تھا وہ یہ ہے کہ میں مصالحت کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ
 نہیں کہ میں نے مصالحت کر ہی لی تھی۔ کیوں! کیا درست ہے؟“
 ”نہیں یہ بات نہیں! میں نے کسی قدر شک آمیز لہجہ میں کہا ”ہاں!
 تو پھر کیا ہوا؟“

”مسولینی کے نمائندے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے مجھے البانیہ لے جانا چاہتے تھے اور وہ مجھے تیرا میں لےنے کے خواہشمند تھے۔ میں نے ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا“ پیرون نے کہا ”کیوں؟“ میں نے دریافت کیا۔

”میں کل کا بچہ نہیں تھا! پیرون نے مسجد کی کے ساتھ مسکراتے ہوئے جواب دیا ”میرا خیال ہے کہ خود تھیں بھی اس بات پر یقین نہیں آسکتا کہ مسولینی درحقیقت ہمارے ساتھ مصالحت کا خواہشمند تھا۔ کیوں کیا میرا قیاس صحیح نہیں؟ دراصل ان کا مدعا ہمیں اپنے قابو میں کر لینا تھا اور اسلحہ کی پیشکش محض ہمیں بھلنے کے لئے کی گئی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ہم اسلحہ کی ضرورت کس درجہ محسوس کر رہے ہیں اور اسی لئے وہ ہمیں متاثر کرنے کی نیت سے وہ عجیب و غریب مشین گنیں اور بم اپنے ساتھ لائے تھے میں نے زندگی بھرتے اچھے اوزار نہیں دیکھے“

”اوزار! میں نے تعجب کے ساتھ کہا۔

”یہ عوامی اصطلاح ہے۔“ میری بات سن کر سیوال نے جواب دیا۔

”اور یہ اصطلاح ترکوں کے زمانہ حکومت سے مشہور چلی آرہی ہے۔ ہر وہ شے جو انسان کی ہلاکت کا موجب ہو سکتی ہے اوزار کہلاتی ہے۔ آپ سمجھے؟“

”اچھی طرح؟“ میں نے جواب دیا اور پیرون نے کہنا شروع کیا

”میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ مصالحت کرنے کے خواہشمند ہیں تو گفت و شنید کے لئے اپنے وفد کو البانیہ کے پہاڑوں میں بھیج دیجئے۔ میں اور میرے رفقاء کار وہاں آپ کے منتظر رہیں گے۔ میں نے ان سے ہم بھی کہہ دیا تھا کہ آپ جو اسلحہ جات ہمیں دینا چاہتے ہیں ان میں سے نصف اپنے ساتھ

لے کر انہیں میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ جو تباہی زبھی پیش کریں گے، اسلحہ جات حاصل کرنے کے لئے میں انہیں منظور کر لوں گا اور سرحد عبور کرنے کے بعد یوگو سلاویہ میں چلا آؤں گا پھر یہاں پہنچ کر اپنے تمام وعدوں کو بھول جاؤں گا۔ یہ کہتے ہوئے پیرو کے خشک اور محروم کششیں، چہرہ پر مسرت اور مسکراہٹ کی، ایک لہر نمودار ہوئی اور اسی عالم میں اس نے کہا، "اس قسم کے معاملات طے کرتے ہوئے انسان کو اپنی عقل سے کام لینا چاہئے۔"

"اور تم وہ اوزار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے؟ میں نے دریافت کیا "نہیں! سیوا نے گفتگو میں دخل دیتے ہوئے کہا "دوسروں کے پاس کبھی

عقل ہے اور وہ بھی اپنی عقل سے کام لیتے ہیں!"

پیرو نے چین بھین ہو کر سیوا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

نغم خاموش رہو۔ واقعہ میں سنار ہائوں۔ میں تمہیں صرف اس غرض سے اپنے ساتھ لایا تھا کہ اگر کسی وقت میں اپنے خیالات تعلیم یافتہ لوگوں کی طرح ظاہر نہ کر سکیں تو تم میری امداد کرو۔"

سیوا پیرو کی اس بات کا کوئی جواب دینے کی بجائے مسکراتا رہا لیکن پیرو خاموش تھا اور اس کے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار ظاہر ہو گئے تھے پیرو کے ساتھ میری اس ملاقات کا مقصد مقدونیا کی گوریلا تحریک کے حالات معلوم کرنا تھا۔ مجھے قبل ازیں پیرو کے ساتھ ملنے کا اتفاق پیش نہیں آیا تھا اور میرے متعلق اسے بتلادیا گیا تھا کہ میں تعلیم یافتہ اور ان لوگوں میں سے ہوں جو اخبارات کے لئے مضامین لکھا کرتے ہیں۔ پیرو چونکہ خود لکھنے اور پڑھنے سے محروم تھا اس

نے میرے متعلق، مذکورہ بالا اطلاعات کا اس پر بہت زیادہ اثر پڑا۔ لیکن نہیں! میں بے چارہ پیرو کو بدنام کر رہا ہوں۔ وہ چھٹا لفظ لکھنا جانتا تھا۔ چھٹی اہم ترین الفاظ۔ جن میں سے وہ تین الفاظ کو ایک نظر میں لکھتا تھا اور تین کو دوسرے میں۔ وہ الفاظ تھے آزادی۔ یا موت۔ گوریلا سردار۔

پیرو بلقان کی بھڑھی اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں ایک تعلیم یافتہ شخص تھے گفتگو کرنا اس کے لئے دشوار نہ ہو جائے اور اسی لئے وہ سیوا کو اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ سیوا دسکالا مدرس، درحقیقت ایک تعلیم یافتہ اور قابل شخص تھا۔ وہ ہر اس کتاب کو جو اسے پڑھنے کے لئے دی جاتی تھی نہ صرف پڑھ ہی سکتا تھا بلکہ نظم بھی موزوں کرتا رہتا تھا۔ ایسی اچھی نظم جسے ساز کے ساتھ گایا جاسکتا تھا اور لوگ اسے نغمہ اور گیت کی طرح گاتے تھے۔ دراصل سیوا ہمیشہ کے اعتبار سے کبھی بھی مدرس نہیں رہا تھا لیکن اپنی دانشمندی اور ذہانت کی بدولت اعزازی طور پر دسکالا مدرس، اسکے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔ سیوا کی عمر اس وقت پچاس سال کے قریب تھی۔ طویل القامت، لاغر اندام اور سر پر لمبے لمبے سفید بال۔

مقدونیا میں تعلیم یافتہ لوگ عموماً سر پر لمبے بال رکھتے ہیں۔ تاکہ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں آسانی کے ساتھ امتیاز کیا جاسکے۔ پیرو کی عمر بھی تقریباً یہی تھی لیکن وہ سیوا کے مقابلہ میں کم از کم دس سال جوان معلوم ہوتا تھا۔ وہ جسمانی ساخت کے اعتبار سے قوی اور مضبوط واقع ہوا تھا اور اس کے گندم گوں چہرہ پر اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں بہت زیادہ نیلی نظر آتی تھیں لیکن ان آنکھوں میں اخلاص، محبت، اور مروت بھلکتی تھی اور پیرو کے لبوں پر ہمیشہ

مسکراہٹ کھلتی رہتی تھی۔ پیرو کی داستان سنتے ہوئے میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا رہا کہ بھول اور آتش گیر مادوں کی طرح اس کی مسکراہٹ بھی ایک "دوڑا" ہے اور وہ اپنے اس "دوڑا" سے بھی ضرور کام لیتا ہوگا لیکن شاید ایسے مواقع پر جب ہم اور آتش گیر مادے ختم ہو جاتے ہوں گے۔

ایک گوریلا سردار کی حیثیت سے پیرو، ترکی، سربیا اور بلغاری افواج کا مقابلہ کر چکا تھا۔ اس کی دائیں آنکھ کے نیچے نم کا ایک ٹکڑہ لگ جانے کی وجہ سے زخم ہو گیا تھا اور اس کا ابھرا ہوا نشان آج تک موجود تھا اور جب وہ صوبیا میں تھا تو اس کا بائیں ہاتھ بھی قطع ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے دشمنوں نے کرسمس کیک میں ایک خوفناک بم چھپا کر اس کیک کو پیرو کے پاس بھجوا دیا تھا اور جب وہ اس کیک کو تراش رہا تھا تو بم نے لپٹ کر اس کے ہاتھ کو ٹسکتے کر دیا تھا۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ اس موقع پر اس کی رفیقہ حیات اور دو لڑکیاں بھی ہلاک ہو گئی تھیں۔ پھر اس کے جسم میں ابھی تک متعدد گولیاں بھی موجود تھیں۔ اسے ان گولوں کی صحیح تعداد یاد نہیں رہی تھی۔ لیکن ان میں سے کم از کم دو گولیاں ترکی حکومت کے اس زمانہ کی یادگار تھیں جس کے متعلق پیرو کا کہنا تھا کہ اس زمانہ میں لڑائی لڑائی ہوتی تھی اور گوریلا گوریلا۔۔۔ پیرو اپنے جسم میں پانچ چھ گولوں کی موجودگی کے لئے سربیا پولیس کے سپاہیوں کا رہن منت تھا۔ اپنی زندگی کے تقریباً چاس برس میں اسے چار ریاستوں کا باشندہ رہنے کا موقع ملا تھا۔ ترکی سلطنت، سربیا، بلغاریا اور یوگوسلاویہ۔۔۔ اور چاروں ریاستوں میں اسے سزائے موت دی گئی تھی۔ حتیٰ کہ بلغاریہ میں یہ واقعہ

چار مرتبہ پیش آیا تھا۔ پھر جزیرہ نمائے بلقان کوئی ممتاز قیدخانہ ایسا نہیں تھا جس کی پیرو نے سیریز کی ہو۔ اسے سالونیکا، اسکوپے، بلغراد، صوفیا اور استنبول غرضیکہ ہر بڑے قیدخانہ میں رہنے کا موقع ملا تھا۔

پیرو نے بہت سے پلوں کو بناہ کیا تھا۔ اپنے دشمنوں پر بہت سے ذہنی بم پھینکے تھے اور وہ ڈائنامیٹ کو ایسی ہی آسانی کے ساتھ استعمال کر سکتا تھا جیسی آسانی کے ساتھ اس بدبو دار نیتا کو جسے وہ اپنے پائپ میں پھر کر پیار کرتا تھا۔ اس کی زندگی کا بیشتر حصہ پہاڑوں میں بسر ہوا تھا اور اسی لئے اس نے بلقان کی (کوہستانی) لقب بھی اختیار کیا تھا۔ وہ سردی ہو یا گرمی دونوں موسموں میں باہر سو یا کرتا تھا اور اسے صحیح معنی میں مقدونیا کا گوریلا کہا جاسکتا تھا۔

سیوا کی مسکراہٹ تہقیر میں تبدیل ہو چکی تھی اور پیرو اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً پیرو نے بگڑ کر کہا۔

اگر تم اسی طرح ہنستے رہے تو میں تمہارا سر کھل ڈالوں گا اور پھر تمہارا وہ منفر جس پر تم اس درجن نازاں ہو چکے انڈوں کی طرح فرش پر بہت ہو نظر آئے گا!

”اچھا“ سیوا نے سوالیہ انداز میں کہا ”لیکن میرے منفر کے بغیر تمہارا کیا حال ہوگا؟“ پیرو ہنس پڑا اور میری طرف مخاطب ہو کر کہا ”یہ درست ہے۔ سیوا کے دماغ کے بغیر میں بالکل بیکار ہوں“

”ہمیں اصل موضوع کی طرف رجوع کرنا چاہیے“ میں نے کہا ”ہاں تو پھر مسولینی کے دوستوں کا کیا حشر ہوا؟“

لیکن اس سے قبل کہ پیرو میرے سوال کا جواب دیتا پہلے کی طرح پھر دروازہ کھلا اور وہی دونوں اشخاص جو کچھ دیر پہلے آئے تھے کمرہ میں داخل ہوئے لیکن اب ان کے ہاتھوں میں ریو اور موجود نہیں تھے۔

”وہ مجھے تھے“ ایک شخص نے کہا ”پل پر نصب مجھے“

پیرو کا چہرہ جمک اٹھا لیکن سیول نے کہا

”مجھے معلوم تھا کہ وہ انھیں اڑانے والے ہیں کل ایک بلغاری افسر نے

مجھے یہ بات بتائی تھی“

”ولیکن تم نے مجھ سے یہ بات کیوں نہ کہی؟“ پیرو نے دریافت کیا

پیرو، سیول سے اس افتخار راز کی وجہ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن سیول خاموش رہا۔ پھر یہ سمجھ کر کہ وہ دونوں جس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے میں اس سے قطعاً ناواقف تھا۔ پیرو نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ بادشاہ الکزنڈر اور بادشاہ پیٹر کے مجھے تھے۔ دریائے وارڈار کے پل

پر نصب شدہ مجسموں میں سب سے بڑے مجھے۔ بلغاریہ والوں نے انھیں

اڑا دیا ہے!“

”انھوں نے صرف یہی ایک کام ایسا کیا ہے جسے ہم پسند کرتے ہیں“

سیول نے کہا اور پیرو نے پھر اپنی داستان شروع کر دی۔

میں پیرو کے مکان سے غروب آفتاب کے بعد روانہ ہوا اور اس نے

مجھے میری نیام گاہ پر پہنچانے کے لئے اپنے ایک آدمی کو میرے ساتھ کر دیا۔

اگرچہ کہ فریڈ کا فاد شام کے چھ بجے سے ہو جاتا تھا لیکن میرا رہنا مجھے ایسے راستوں

سے لے گیا جو باغات اور مکانات کے قریب سے ہو کر گذرتے تھے اور جنھیں صرف مقامی باشندے ہی جانتے تھے اور اسی لئے اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ جو من اور بلغاری سپاہی ہمیں دیکھ لیں گے۔

میرے دوست کے مکان پر میرے علاؤ دؤاؤا و اشخاص بھی ٹھہرے ہوئے تھے ان میں سے ایک بلغراد کے ڈاکٹر اکرا پانچ اور دوسرا صوفیا کا اخبار نویس جارج والکون تھا میں اور جارج، طبی امدادی دستے کے اراکین کا بھیس بدل کر حال ہی میں اسکو پی پہنچے تھے اور اکا اگرچہ اسکو پی ہی نہیں پیدا ہوا تھا لیکن یوگو سلاویہ کے زوال کے بعد اس اندیشہ سے کہ کہیں جو من اسے گرفتار کر کے بلغراد میں قید نہ کر دیں اس نے بلغاریہ میں حتی شہریت حاصل کر لیا تھا لیکن اس کے باوجود اسے بلغاریہ میں رہنا نصیب نہ ہو سکا۔ اکا مشہور کمیونسٹ تھا۔ اس لئے اسے چھپ کر اسکو پی آجانا پڑا۔ اب اکا میرے دوست کے مکان میں چھپا ہوا تھا اور وہاں سے مغرب کی طرف بوسینیا جانے کے لئے مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ واقعہ ۱۹۴۱ء کی موسم خزاں کا ہے۔ اس وقت ٹیٹو بوسینیا میں فوج جمع کر رہا تھا۔ میں اور جارج پوشیدہ طور پر یونان چلے جانے کی کوشش میں مصروف تھے اور ارادہ یہ تھا کہ ہم یونان سے ترکی چلے جائیں گے۔ چند ماہ کے بعد میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گیا لیکن میری کامیابی کے چند ہی روز کے بعد جارج کو صوفیا کے مرکزی قید خانہ میں پھانسی دیدی گئی۔

مقدونیا کی آزادی کی حقیقت

اس زمانہ میں، یوگوسلاوی مقدونیا کے دارالحکومت اسکوپئی میں شدید انتشار برپا تھا یونان پر ہٹلر کی طوفان آسا پیشقدمی کے دوسرے ہی روز جرمینوں نے اس شہر پر قبضہ کر کے وادی وارڈار کی سڑک کو جو سربیا سے اسکوپئی ہوتی ہوئی ساکنیکا اور یونان جاتی تھی منقطع کر دیا تھا اور اس طرح نالستی فوج نے اس واحد راستہ کو مسدود کر دیا تھا جس پر سپاہیوں کو یوگوسلاوی فوج کے بچ بچکنے کا امکان تھا۔

اپریل ۱۹۴۱ء میں یوگوسلاویہ اور یونان کو فتح کر لینے کے بعد ہٹلر نے سوویت روس پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور اگرچہ سوویت روس پر جون میں حملہ کیا گیا تھا لیکن اس نے امن قائم رکھنے اور مدافعت کی تمام تحریکات کو بچلنے کے لئے فوجی اعتبار سے بعض اہم مقامات پر متعدد منتخب رجمنٹوں کو چھوڑ کر باقی تمام یونان اطالیہ کے حوالہ کر دیا گیا تھا۔ یوگوسلاویہ کو متعدد حصوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ سلوونیا میں جرمینی اور اطالیہ حصہ دار تھے۔ دانی و وینا ہنگری کا حصہ قرار پایا تھا۔ دلمانیا اور ماسٹی ننگر دو کو اطالیہ کے سپرد کیا گیا تھا اور کروٹیا، لوسینیا اور ہیرزیگووینا کو ملا کر ایک جداگانہ ریاست قائم کرنے کے بعد اُسے بلغاریہ کے حوالہ کر دیا گیا تھا۔

صوفیا کی حکومت نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ مقدونیا کی اسی "آزادی" کا اعلان کیا تھا۔ فیوہرر کے اسی کارنامہ کو سراہنے کے سلسلہ میں اس

کی صحت کی بقا و ترقی کے لئے بے شمار جام پئے گئے تھے اور اس امر پر عام مسرت اور اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا کہ اس نے ازراہ کرم مصیبت زدہ مقدونیا کو آزاد کرانے کے بعد مرحمت خسروانہ سے کام لے کر اسے اس ملک کے حوالہ کر دیا ہے جو حقیقتاً اس کا صحیح مالک تھا۔ تمام محوری اخبارات یہ ثابت کرنے میں ایک دوسرے سے گونے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ مقدونیا کے باشندے دراصل بلغاری ہیں اور مٹلہ کے نظام نوئے انھیں حقیقی آزادی عطا کی ہے اور ایسی بے شمار تصاویر شائع کی جا رہی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ مقدونیا کے باشندے انھیں غلام بنانے والے جرموں اور ان کے ذریعہ سے ملک پر قبضہ کرنے والے بلغاری حکام کا پر تباہ استقبال کر رہے ہیں اظہار مسرت کے ان ایام میں، میں اور جارج وائلکوف خاردارانہ روں سے بے ہونے جو من قید خانہ میں محبوس تھے۔ یہ محبس بلغاریہ میں جرموں کا قائم کیا ہوا پہلا محبس تھا اور کوہستان روڈروپی میں واقع تھا لیکن بعد میں آئے یونان میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اسی قید خانہ میں مقدونیا کی وفاتی تحریک کے چند رہنما بھی مقید تھے لیکن بعد میں یہ لوگ ٹیڈ کی منظم کی ہوئی فوج میں شامل ہو گئے تھے ایسے وقت میں جب کہ مٹلہ اور صوفیا میں بیٹھے ہونے اس کے اجیر مقدونیا کی آزادی کے راگ الاپ رہے تھے۔ مقدونیا کے رہنماؤں کے ساتھ قید خانہ میں مقید رہنا ایک عجیب و غریب امر تھا۔ بیکاری کے ان طویل اوقات میں جو قید خانہ میں بسر ہو رہے تھے مقدونیا کے ان رہنماؤں نے جن میں سے بیشتر ساہا سال سے گوریلا جنگ جو کی طرح زندگی بسر کرتے رہے

تھے، سیاسی نظریات اور اعداد و شمار کی الجھنوں سے دور رہتے ہوئے نہایت سادگی کے ساتھ مجھے مقدونیا کے اس مسئلہ کو سمجھایا جسے لائیکل سمجھا جاتا تھا اور انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ اگر صحیح زاویہ نظر کے ماتحت غور کیا جائے تو یہ مسئلہ لائیکل نہیں بلکہ اس کے برعکس اسے نہایت آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ کو مقدونیا کے زاویہ نظر سے حل کرنا چاہیے بلکہ بلغراد، صوفیا اور ایٹینس کے زاویہ نظر سے نہیں۔ صحیح نقطہ نگاہ کے ماتحت، مقدونیا کے نقطہ نگاہ کے ماتحت! اس معاملہ کو سر بیا، بلغاریہ اور یونان کے نقطہ نگاہ سے دیکھنا صحیح نہیں۔

چند ماہ کے بعد جب ہم جنوب کی طرف فرار ہو جانے کی راہیں تلاش کر رہے تھے، مجھے اور جارج کو مقدونیا میں چند ہفتے بسر کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس قیام کے دوران میں مقدونیا کے باشندے ہمارے دوست بن گئے تھے اور انہوں نے ہمیں پناہ دی تھی۔ اسی زمانہ میں ہمیں پیرولتھانسکی اور اس کے دوست ستیلا مدرس سے بہ تمام اسکوپئیہ پیروگی پورے شہیدہ قیام گاہ میں ملاقات کرنے کا موقع ملا تھا۔ جو من اور بلغاری پولیس پیرو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی اور اسی لئے وہ غیر قانونی طور پر، زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ غیر قانونی طور پر زندگی بسر کرنے کی اصطلاح ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جو گذشتہ بیس سال سے بلقان کے تمام ترقی پسند سیاسی کارکنوں کے زندگی بسر کرنے کے طریقوں پر منطبق ہوتی ہے۔

میں یہ بات بنا چکا ہوں کہ مقدونیا کے ان رہنماؤں نے جو میرے ساتھ

مقیّد تھے بعد میں ٹیٹو کی فوج میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ اگست ۱۹۴۱ء میں بلغاری گوریلاؤں نے ہمارے اس قیدخانہ پر چھاپہ مار کر قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مقدونزی اسیروں کو بھی رہا کر لیا تھا۔ اگست ۱۹۴۱ء میں مجھے مقدونیا کے جن باشندوں سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ مقدونیا میں پہنچکر میں نے دیکھا کہ وہ بھی ٹیٹو کے فوج میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس زمانہ میں انہوں نے چھوٹی چھوٹی گوریلا جماعتیں بنانے کی تھیں۔ لیکن یہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں جنہیں محوری حکومتوں کے سامان اور مورچوں پر چھوٹے چھوٹے جھاپے مارنے کے لئے منظم کیا گیا تھا۔ دو سال کے بعد دو ریگڈرز کی شکل میں تبدیل ہو گئیں اور آج ٹیٹو کی زیرِ کمان، یوگوسلاویہ کی آزاد قومی فوج کے ایک جزو کی حیثیت سے یہی ریگڈرز باقاعدہ طور پر دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس امر میں مجھے مطلق شبہ نہیں کہ ان ریگڈرز کے سپاہی ٹیٹو کی فوج کے بہترین سپاہی ہیں کیونکہ گذشتہ چند سال کے عرصہ میں بلغاری سپاہیوں نے اپنے اچھے سپاہی اور بعض مواقع پر بہترین سپاہی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ پھر مقدونیا کے لوگ بلغاریوں میں بہترین نشانہ باز بھی سمجھے جاتے ہیں اور مجھے یہ کہنے میں بھی تکلف نہیں کہ مقدونیا کے باشندوں کی اکثریت، ٹیٹو کی حامی اور معاون ہے۔ مقدونیا حقیقی معنی میں ٹیٹو کا مقدونیا ہے اور اگر بڑوں اور آئین گیر ماڈوں سے تباہ شدہ اس بدنصیب سرزمین پر کبھی امن و سکون کا پرچم اہرا سکا تو مقدونیا ٹیٹو ہی کا مقدونیا سمجھا جائے گا۔

میں اپنے اس خیال کی تائید میں کوئی تاریخی بیان پیش کرنا نہیں چاہتا

البتہ مقدونیا کے باشندوں کے چند سادہ الفاظ ضرور نقل کر دینا چاہتا ہوں اور انھیں نقل کرتے ہوئے میں اس امر کو مد نظر رکھ رہا ہوں کہ الفاظ اور معانی کے اعتبار سے نقل اور اصل قول میں کوئی فرق پیدا نہ ہو۔ میرے ایک سوال کے جواب میں پیرو نے پرجوش انداز میں کہا تھا۔

”نہیں! ہم سربیا کے ساتھ منسلک رہتے ہوئے قطعاً مطمئن نہیں تھے۔ انھوں نے ہمیں لفظ مقدونیا استعمال کرنے اور ہماری زبان بولنے سے منع کر دیا تھا۔ آج بلغاریہ والے بھی جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں آزاد کرانے کے لئے آئے ہیں اسی طریقہ کار پر عمل کر رہے ہیں“

”کیا بلغاریہ والے سربیا والوں کے مقابلہ میں بہتر نہیں؟“ میں نے دریافت کیا۔
 ”ان سے بھی بدتر!“ پیرو نے جواب دیا ”فرق یہ ہے کہ وہ ہمیں ’جنوبی سرب‘ کہنے کی بجائے ’بلغاری‘، ’مقدونی‘، کہتے ہیں۔ معلوم نہیں اس مرکب لفظ کا مطلب کیا ہے۔ کم از کم میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اب صرف بلغاری زبان بولنے کی اجازت ہے۔ مدارس میں ہمارے بچوں کو بلغاری زبان سکھائی جاتی ہے اور گھر پر بولی جانے والی زبان کو فراموش کر دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری زبان سربی زبان ہے۔ خدا کی لعنت ان سربیوں اور بلغاریوں پر! ان دونوں میں سے کسی کو بھی بہتر سمجھ کر منتخب نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ترک ایسی قوم تھی جس نے ہماری زبان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی۔ کاشس! ہم کبھی بھی ترکی حکومت سے علیحدہ نہ ہو سکتے!“

ایک عجیب مثال

ان جو انگریزوں اور برطانیہ کے باشندوں کے لئے جہاں آزادی کا دور دروڑ ہے۔ پیرو کے الفاظ کا مطلب سمجھا اور اس سلسلہ میں اس کی تلخی کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے لیکن میں ایک عجیب و غریب مثال دے کر پیرو کے جذبات و خیالات کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر آپ تصور کر سکتے ہیں تو ذرا اس بات کا تصور کیجئے کہ انگریزوں نے دقیقاً اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کا ٹینڈ کو، شمالی انگلستان، کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ اس فیصلہ اور اعلان کے بعد انہوں نے انگریزی پولیس کی ایک زبردست جمعیت ان احکام کے ساتھ وہاں بھیجی ہے کہ اگر کوئی مرثیہ عورت خود کو اسکاچ ظاہر کرنے کی حوالت کرے تو اسے فوراً گرفتار اور قید کر لیا جائے۔ گینگ (اسکاٹ لینڈ کی زبان) بولنے کو قابل سزا جرم نیز اسکاٹ لینڈ کے تمام مدارس میں اسکاچ استادوں کا تقرر شروع قرار دیا گیا ہے کسی اسکاچ سیاستداں کو اسکاٹ لینڈ کے کسی حلقہ انتخاب سے منتخب ہونے کی اجازت باقی نہیں رہی۔ اسکاٹ لینڈ کے باشندوں کے لئے خود کو اسکاٹ لینڈ کا باشندہ کہنا خلاف قانون ہو گیا ہے اور اس کی بجائے وہ خود کو شمالی انگریز سمجھنے پر مجبور کئے جا رہے ہیں۔

بلاشبہ یہ تصور حیرت انگیز اور مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے لیکن گذشتہ تیس سال سے سربیا، یونان اور بلغاریہ کی قومیں مقدونیا والوں کے ساتھ جو سلوک کرتی رہی ہیں وہ قطعاً یہی ہے وہ بلغراد کی نظر میں جنوبی سرب، ایجنڈہ کی رائے میں سلاو

رسلو و زبان بولنے والے یونانی، اور صومالیہ کے خیال میں بلغاری رہے ہیں اور سربیا۔ یونان اور بلغاریہ والے اپنے اپنے مذکورہ بالا خیالات ہی کے ماتحت انہیں اپنے اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں۔ لیکن کسی قوم نے کبھی خود مقدونیا والوں سے یہ بات دریافت نہیں کی کہ وہ آستان کی بارائے رکھتے ہیں۔

مقدونیا جزیرہ نمائے بلقان کے وسط میں واقع ہے اور اگر اس کی سرحدیں مختص نہیں لیکن اندازہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دریائے میستاکے مغرب میں واقع علاقہ، ضلع سالونیکا کے شمالی علاقہ البانوی کوڈ کے مشرقی خطہ اور اسکوپی کے جنوب میں پھیلے ہوئے علاقہ پر مشتمل ہے۔ یہاں کاشدوں کی اکثریت سلاو نسل سے تعلق رکھتی ہے اور مقدونیا زبان جو اگرچہ سربی اور بلغاری زبانوں جیسی، لیکن ان سے بالکل مختلف پھولتی ہے سلاوا توام کے علاقہ مقدونیا میں یونانیوں، ترکوں، اہل رومانیا اور یہودیوں کی بھی ایک معقول تعداد آباد ہے۔ خاص مقدونیا میں جو جنگ عظیم اول کے بعد سے یونان کا ایک حصہ رہا ہے۔ سلاوا توام کی آبادی بہت کم ہو گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے سلاوی یوگو سلاوا اور بلغاریہ میں چلے گئے ہیں اور باقی ماندہ میں سے بیشتر کو یونانیوں نے مار غم کر لیا ہے۔ اسی لئے اب مقدونوی سلاوا عموماً بلغاریہ یوگو سلاویہ ہی آباد ہیں۔

میرے دریافت کرنے پر سلیوانے کہا

”جب ہم ترکی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں مشغول تھے تو بلقان میں آباد تمام اقوام ہماری امداد اور اعانت کر رہی تھیں اور سرب، بگاری اور یونانی مقدونیا کو آزاد کرانے کے لئے ہمارے دوش بدوش کام کرتے تھے لیکن اس کے بعد بلغراد، صوفیا اور اتھنز نے مقدونیا پر اپنا اپنا حق جمانا شروع کر دیا۔ اور انھیں کے اشاروں پر سربیا، بلغاریہ اور یونان کے حامی گروہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے۔ ایسے گروہوں کو مقدونیا کی آزادی کی جدوجہد سے کوئی تعلق نہیں اس کے برعکس، وہ ہمیں محکوم بنانے والوں کے ساتھ ملکر ہم سے لڑتے ایسے ہیں اور ہمارے موجودہ غاصب حکمران بعض صورتوں میں ترکوں سے کہیں بدتر نہیں۔“

یہ ہے بلنصیب مقدونیا کی مختصر تاریخ اور اس بد نصیبی کی اصل وجہ یہ ہے کہ بلقان کی تمام اقوام مقدونیا کے مسئلہ کو سطحی اور مصنوعی طور پر حل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں، وہ مقدونیا والوں پر اپنی رائے نافذ کرنا چاہتی ہیں اور ان کی یہ حکمت عملی کامیاب ہو سکی ہے اور زائدہ کا مباب ہو سکتی ہے۔ مقصد و نیا کا مسئلہ اسی طرح الجھا ہوا ہے اور اس حکمت عملی کے ماتحت قدرتی طور پر اسے الجھا ہی و مہا بھی چاہئے تھا۔

اگرچہ مقدونیا مستی ظلم و تشدد کے ماتحت شدید ترین اذیتوں میں مبتلا ہے اور اس کے بناہ شدہ دیہات سے شعلے بلند ہو رہے ہیں لیکن ان آلام و مصائب کے باوجود اب اس کا مسئلہ حل ہو جانے کے قریب ہے اور اس پیچیدہ مسئلہ کو حل کرنے کا شرف ٹیٹو کو حاصل ہوا ہے۔

ٹیوٹو کی مقبولیت

بلغاری کے نام سیاست دانوں میں محض ٹیوٹو ہی کو یہ اعلان کرنے کی جواز۔ دانش اور توفیق نصیبی تھی کہ مقدونیا کے باشندے بہر حال مقدونیا کے باشندے ہیں وہ اپنے ہی لئے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں ٹیوٹو نے جدید یوگوسلاویہ میں مقدونیا کی مکمل خود مختاری اور آزادی کو تسلیم کیا ہے۔ جزائری سرحدوں میں محدود مقدونیا کی کامل آزادی کو اجتناب سے اس نے متعدد ممتاز اور مزید مقدونیز رہنماؤں کو جدید یوگوسلاویہ کی وفائی اور جمہوری ریاست کے انتظامات میں اپنا نائب بھی مقرر کر دیا ہے۔

اپنی اس حکمت عملی کی بدولت ٹیوٹو نے مقدونیا میں بڑی مقبولیت حاصل کر لی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسے مقدونیا میں جس قدر حمایت حاصل ہے یوگوسلاویہ کے کسی دوسرے علاقہ میں اس قدر تائید اور حمایت حاصل نہیں ایک موقع پر مدرس سلوانے مجھے کہا تھا۔

”ہم مقدونیا والوں کے لئے گوریلا تحریک سے علیحدہ رہنا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟ انھوں نے ہمیں رٹنے کی دعوت دی ہے۔ جو منوں اور اہل بلغاریہ کے خلاف رٹنے کی دعوت جو اس وقت ہمارے ملک پر قابض ہیں اور ہم اس دعوت کو لبیک کہیں گے۔ انھوں نے ہمیں ایک ایسے کام کی دعوت دی ہے جس کے لئے ہمیں کبھی دعوت نہیں دی گئی تھی وہ ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لئے رٹنے کی دعوت دے رہے ہیں اور دوسرے لوگوں کے برعکس وہ ہمیں انسان تصور

کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں آزادی دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مقدونیا کو آزادی دینے کا وعدہ ان کی تمنا ہے میں ان کے دوش بدوش کھڑے ہو کر لڑنا خود اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے لڑنا ہے اس لئے ہم ان کے ساتھ ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔“

میں نے چھوٹے سے دریچہ کی راہ سے باہر دیکھا تو شام کا رندھلکارا کی تازگی میں تبدیل ہونا جا رہا تھا۔ مگر ابھی سیوا کی گفتگو ختم نہ ہو سکی تھی اس نے کہا ”قبل پر نصب شدہ سربراہ شاہوں کے مجسموں کو اڑا دینے کے سلسلے میں میں اہل بلغاریہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں۔ انہوں نے پہلی اور شاید آخری مرتبہ یہ ایک اچھا کام کیا ہے۔ لیکن کل وہ ان کی جگہ دوسرے مجسمے نصب کر دیں اور ابھی مرتبہ وہ بلغاریہ کے بادشاہوں کے مجسمے ہوں گے۔ بلغاریہ والوں نے اپنے خوبصورت راستوں کو اپنے بادشاہوں کے نام پر منسوب کر رکھا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں“

میں نے مذاق کے طور پر کہا کہ کم از کم ناموں کا فرق تو ضرور ہے لیکن سیوا کے لبوں پر سکر اہٹ تک نمودار نہ ہوئی اور اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اسے اس طرح سمجھئے کہ جنگ سے پہلے ہمارے شہر کے فوجی گورنر کا نام سلج تھا اس کی فطرت کے لحاظ سے اسے تخریر سمجھنا چاہیے۔ وہ ہر اس شخص کو جس کے متعلق یہ شبہ بھی ہو جاتا تھا کہ وہ سربراہ کا حامی نہیں گزرتا کر لیتا تھا۔ اب وہ جلا گیا ہے اور اسکی جگہ ایک بلغاری فوجی گورنر آ گیا ہے۔ اس کے متعلق اپنے علم کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا نام سواؤ ہوگا۔ بہر حال وہ ہر اس شخص کو جس کے متعلق

اسے بلغاریہ کے موافق نہ ہونے کا مشہور ہونا ہے گرفتار کر لیا ہے۔
 ”یہ بات نہیں!“ پیرو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ”بات یہ ہے کہ ہم کسی
 فوجی گورنر کے ماتحت رہنا نہیں چاہتے۔ اس سنے کوئی فرق نہیں پڑنا کہ اس کا
 نام ’آچ‘ پر ختم ہونا ہے یا ’اڈو‘ پر۔“

”تم دانشمندی کی بات کر رہے ہو“ سیوا نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا ”جب
 ہم آزاد ہو جائیں گے تو ہمیں کسی فوجی گورنر کی ضرورت باقی نہ رہے گی“

میں مقدونیا کے مسئلہ پر جس قدر غور کرتا ہوں اسی قدر زیادہ سمجھ
 س بات کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ اس مسئلہ کا حل پیرو کے الفاظ میں مضمر ہے۔
 مقدونیا کے آزاد ہو جانے کے بعد وہاں کسی فوجی گورنر کی ضرورت باقی
 نہیں رہے گی خواہ اس کا تقرر صوفیا سے کیا جائے یا بلغاریہ سے پیرو کے الفاظ
 سے ٹیٹو کی وہ دور بینی واضح ہو جاتی ہے جس کے ماتحت اس نے مقدونیا
 کو وہیں کے باشندوں کے حوالہ کر دینے کا فیصلہ کیا ہے اور محض اس ایک ہی اقدام

سے اس نے اہل مقدونیا کی محنت اور وفاداری کو خرید لیا ہے۔ ۱۹۴۳ء
 کے اواخر میں جب یوگوسلاویہ کی آزاد قومی فوج کی جانب سے شائع شدہ۔
 اطلاعات میں مقدونوی بریگیڈ رزادران کی کامیابیوں کا ذکر آنے لگا تھا تو
 یوگوسلاویہ سے باہر مقیم ایسے مقدونے چند افراد میں جنہیں ان اطلاعات پر کوئی
 تعجب نہیں ہوا ایک میں بھی تھا۔ ایسے مواقع پر مجھے سیوا کے الفاظ اور
 پیرو کے جوش کا خیال آ جاتا تھا مقدونیا نے اپنا راستہ منتخب کر لیا ہے
 آزادی کا راستہ وہی راستہ جس کی طرف بڑھنے کی وہ ہمیشہ کوشش کرتا رہا

ہے جو شخص اس کی رہنمائی کر رہا تھا وہ اس کی تاریخ میں اس کے عظیم ترین سبب
داں کی حیثیت سے موسوم کیا جائے گا۔ اور وہ شخص ہے ٹیٹو!

ان تمام باتوں کے باوجود ٹیٹو مقدونیا کا باشندہ نہیں بلکہ مقدونیا کے عام لوگوں کی
طرح وہ بھی جنوبی سلاویوں کی تھی لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ عوام کا رہنما ہے۔ یوگوسلاویہ اور مقدونیا
کے مزدوروں اور کسانوں کا رہنما ٹیٹو نے مقدونیا کو آزاد کر دیا ہے اور صرت
اس لئے کہ مقدونیا کا باشندہ نہ ہونے کے باوجود اس نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے
مقدونیا کے باشندوں کی نظر میں اس کی شخصیت کو چار چاند لگتے ہیں۔
اس واقعے کے بعد مقدونیا کا رہا شدہ اسے ادب اور احترام کی نظر سے دیکھتا
رہے گا اور اس ملک کی آئندہ نسلیں اس بات کو یاد رکھیں گی کہ ان کی آزادی
کے تقارہ پر اس وقت چوٹ پڑی تھی جب ٹیٹو یوگوسلاویہ کی آزادی کا محاذ قائم
کر رہا تھا۔

بلقان ہی کے لئے نہیں بلکہ یورپ کے باقی ماندہ ممالک کے لئے بھی ٹیٹو
کا مذکورہ بالا فیصلہ بے شمار خطرات کو مسدود کر دینے کا موجب ثابت ہوا ہے
ان مشکلات کو جنہیں یورپ کے مختلف ممالک کے بڑے بڑے قابل اور تجربہ کار
مدبرین بھی حل نہ کر سکتے تھے ایک ایسے شخص نے حل کر دیا ہے جس کے پاس ہر
میں داخل ہونے کے لئے نہ تو وقت تھا اور نہ سرمایہ اور اب جنوب و مشرقی یورپ
کا وہ خطہ جسے طاعون کا مرکز سمجھا جاتا تھا اس مرض کے جو انہم سے بالکل پاک
ہو چکا ہے۔

بارھواں باب

تدبیر

تحریک کا سیاسی پہلو

ٹیٹو کے قائم کردہ محاذ آزادی کے سلسلہ میں فوجی اعتبار سے اسے جو کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں آج تمام دنیا ان کی معترف ہے لیکن سیاسی محاذ پر بھی اس کی کامیابیاں کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ فوجی کامیابی کے مقابلہ میں اس کی سیاسی کامیابیاں زیادہ وسیع اور اہم ہیں۔ کیونکہ اگر ٹیٹو نے تحریک کو سیاسی اعتبار سے کامیاب بنا سکتا تو اس کے لئے اپنی قومی فوج کو مضبوط اور متحد بنانا قطعاً ناممکن تھا اور جنگ کے بعد یوگوسلاویہ کی تحریک آزادی کا سیاسی پہلو وہ اہم امر ہوگا جس کا اثر یوگوسلاویہ کی داخلی زندگی ہی پر نہیں بلکہ جزیرہ نماے بلقان کے تمام سیاسی نظام پر پڑے گا۔

ٹیٹو نے جب یوگوسلاویہ کے تمام جمہوری عناصر کو منظم اور متحد کرنے کے لئے قدم اٹھایا، تو اس تنظیم اور اتحاد کی بنیاد نسلی مساوات پر رکھی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ ٹیٹو عرصہ دراز سے اس اصول کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھا چنانچہ اس نے اپنے ایک مقالہ میں جو ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا لکھا تھا۔

اس وقت یوگوسلاوی ریاست کی زمام اقتدار سربی اتحاد و عوام

کے حامیوں کی ایک ایسی جماعت کے ہاتھ میں ہے جو اس ملک میں آباد دوسری اقوام کو کچلنے کے لئے نیم نو آبادیاتی قسم کے ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ جیب تک نسلی امتیاز کی بنا پر جبر و تشدد کا یہ بازار گرم رہے گا یہاں کوئی مستقل اور منظم ریاست قائم نہیں ہو سکتی اور کسی بیرونی حملہ آور کی پہلی ہی ضرب میں اس کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔

ٹیٹو کے مذکورہ بالا الفاظ درست ثابت ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں یوگوسلاویہ کی شکست کی وجہ سامان جنگ اور فوج کی تعداد کے اعتبار سے دشمن کی برتری یا یوگوسلاوی فوج کے افسروں کی ناقابلیت ہی نہیں تھی بلکہ یوگوسلاوی فوج میں بھرتی کئے جانے والے عوام میں قومی اتحاد کا جذبہ بھی مفقود تھا۔ یوگوسلاوی فوج کے چھٹا نوے فیصد ہی سے زیادہ افسر سرب تھے چونکہ حکومت اپنی سربی اتحاد عام کی حکمت عملی کے باعث غیر سربی لوگوں کو فوجی عہدے دینے پر تیار نہیں تھی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اہل سربیا کی طرح کروٹیا اور مقدرونیا کے باشندوں نے جوش اور جاں بازی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہیں کیا لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ سپاہیانہ جوہر سے محروم تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اس لڑائی کو اپنی لڑائی نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن یوگوسلاویہ کی شکست کے بعد جب ٹیٹو نے قومی آزادی کی تحریک شروع کی اور وہ یوگوسلاویہ میں آباد تمام

قوموں کو اس بات کا یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ جرمنوں اور ان کے حامیوں کے خلاف لڑنا اپنی ہی آزادی کے لئے لڑنا ہے اور یہ لڑائی عوام کی آزادی کی لڑائی ہے تو بلا امتیاز قومیت سب لوگوں نے نہایت جہمت، جرات اور استقلال کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا۔

مشکلات

قومی آزادی کی تحریک کے ابتدائی دور میں ٹیٹو، یوگوسلاویہ میں آباد تمام اقوام کے لئے مساوی حقوق و اختیارات تسلیم کرانے اور نہتہا پسند قوم پرور جماعتوں کو خواہ وہ سرسبیا اور کروٹیا کے باشندوں پر مشتمل تھیں۔ یا مقدونیا والوں پر توڑ دینے کی شدید ترین جدوجہد کرتا رہا تھا۔

یہ مقصد آسانی کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ ہٹلر کی مشہور کتاب "مائن کیفٹ" میں تمام سلاو قوموں کو صفحہ ہستی سے نابود کر دینے کی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ وہ جرمن جو اس کتاب کی تعلیمات پر ایمان رکھتے تھے یوگوسلاویہ میں آباد اقوام کے مابین بے اعتمادی اور منافرت پیدا کر کے ہٹلر کی اس تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے کروٹیا میں اہل سرسبیا اور سرسبیا میں اہل کروٹیا کے خلاف بے رحمانہ قتل عام کی ایک ہم شروع کرادی تھی، ہٹلر نے بوڑھے سفاک ترین نالوں میں سے ایک قاتل آتے پیوٹیچ کو کروٹیا کی جدید ریاست کا حکمران مقرر کر دیا تھا اور بالآخر اس کے حامیوں کی امداد سے کروٹیا کے ایک ایک سرب کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار

رہے تھے۔ اس کے برعکس جو منوں نے بلغراد کی حکومت کی عنان ایک انتہا پسند سرب جنرل نیچچ کو سپرد کر دی تھی اور پوپچ کے برعکس جو جن اسے سربیا میں موجود تمام غیر سرب عناصر کو معدوم کرنے کے لئے شہ دینے رہتے تھے۔

جوین جو زیرہ نمائے بلقان کے طول و عرض میں اسی حکمت عملی سے کام لے رہے تھے۔ رومانیہ اور ہنگری اگرچہ جوینی کے حلیف تھے لیکن اس نے ان دونوں کے مابین مصالحت کو ناممکن بنانے کی غرض سے رومانیہ سے ٹرانسلوانیا کا نصف علاقے کو ہنگری کے حوالہ کر دیا اور اس طرح یہ دونوں ریاستیں ایک دوسرے کی دشمن ہو گئیں۔ جو منوں نے بحر اوقیانوس کے شمالی صوبہ جات یونان سے لے کر بلغاریہ کو دیکھتے اور آہستہ آہستہ یونانی عذاروں کی حکومت قائم کر کے اس کی معرفت بلغاریہ کی مخالفت کی ہم شروع کرادی حتیٰ کہ اہل البانیا اور اہل یونان کو بھی ایک دوسرے کے خلاف صف بستہ رکھنے کے لئے اسی قسم کے ذرائع اختیار کئے۔

ان حالات کے پیش نظر، نسلی اور قومی تعصبات کو معدوم کر دینے کے سلسلہ میں ٹیوٹو کا عزم آسانی کے ساتھ عملی صورت اختیار نہیں کر سکتا تھا اور ایسی صورت میں کہ ناسنی جو منوں نے اہل سربیا کے ذہن پر یہ بات نقش کر دی تھی کہ ان کی ماؤں بہنوں، بچوں اور بزرگوں کے قتل کے ذمہ دار کر ڈٹ ہیں، اور اہل گروٹیا کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کر سکتے تھے۔ کسی ایک شے سے نقصان اٹھانے کے بعد طبعی طور پر انسان اسی قسم کی دوسری

چیزوں سے خائف رہتا ہے۔ کسی ایک کروٹ، سرب، رومانی یا بلغاری کی بددست تلخ تجربہ حاصل کرنے کے بعد ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا اصول کے ماتحت کسی فرق اور امتیاز کے بغیر اگر ان، اقوام کے ہر فرد کو، ظالم، جابر، سفاک اور منشد بد سمجھ لیا گیا تھا تو اگرچہ یہ ایک حماقت تھی مگر اسے غیر طبعی نہیں کہا جاسکتا تھا۔

ان تمام مشکلات اور مواعظ کے باوجود ٹیٹو اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہوا اور جنگ سے پہلے انتہا پسندانہ قوم پروری کے جس تخریبی جنون نے یوگوسلاویہ ہی نہیں بلکہ تمام بلقان کو متاثر اور مسموم کر رکھا تھا اس نے اپنے تخریب کو اس سے قطعاً مٹا نہ دے دیا یہ کامیابی اس کے ایک زبردست کارنامہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ٹیٹو بذات خود کروٹیا کا باشندہ ہے لیکن جب اس نے کروٹیا کی عارضی حکومت قائم کی تو اس میں اہل کروٹیا کے مقابلہ میں اہل سربیا کی تعداد زیادہ تھی۔

بے تعصبی

ٹیٹو بے تعصبات سے بھی بالاتر رہا اور ذاتی طور پر کمیونسٹ ہونے کے باوجود اس نے اس عارضی حکومت میں داخلی امور کے اہتمام و انصرام کے لئے جو حکومت کا ایک اہم شعبہ تھا ایک بادری کا، مجلس واضع قوانین کے منصب نائب صدرت پر ایک یہودی کا اور وزارتِ رسل و رسائل کے عہدہ پر ایک مسلمان کا تقرر کیا۔ حتیٰ کہ گوریلانوں کے ہر دستہ میں اس

دستہ کے سپاہیوں کے عقیدہ کے مطابق قدیم یا جدید عقاید کا ایک پاؤی بھی ہونا تھا اور ایسے بڑے دستوں کے ساتھ جو ہر دو عقاید کے سپاہیوں پر مشتمل ہوتے تھے دو پاوری مقرر کیے جاتے تھے۔

یوگو سلاویہ کو متحد کرنے اور اسے آزاد کرانے کے سلسلہ میں سب سے اہم فیصلے ویچی کے دوسرے اجلاس میں جو آزاد شدہ علاقہ کے ایک مقام چھپی میں نومبر ۱۹۴۳ء میں منعقد ہوا تھا کئے گئے تھے۔ اور اس موقع پر ٹیوٹو نے اپنی وہ زبردست پہلی سیاسی تقریر کی تھی جسے زمانہ مستقبل کے مورخین جزیرہ نمائے بلقان کے گذشتہ افسوسناک حالات کے پیش نظر اس خطہ ارض کے متعلق ایک اہم ترین اعلان قرار دیں گے۔

اس موقع پر ویچی نے جدید یوگو سلاویہ کے اس دستور کی بنیاد رکھی تھی جو ”یوگو سلاویہ میں آباد تمام اقوام کی اخوة باہمی اور مساوات عمومی“ کے اصول پر مرتب کیا گیا تھا اور یوگو سلاویہ کی وفاقی جمہوری ریاست کے آئین کے اندر یوگو سلاویہ کے تاریخی صوبہ جات — سرہیا۔ کروٹیا۔ سالونیا۔ مانٹی ٹیگر۔ پوسینا۔ وائی وودیا اور مقدونیا — کی کامل خود مختاری کو تسلیم کیا تھا۔

ان صوبہ جات کی سرحدات متعین کرنے کے سلسلہ میں ٹیوٹو اور اس کے نائبوں نے قومی تعصبات سے غیر متاثر رہتے ہوئے صرف

قومی حق خود ارادیت کے اصول کو پیش نظر رکھا تھا۔ مثال کے طور پر یوسینا کے معاملہ کو لے لیجئے۔ اس خطہ میں کروٹ، سرب اور مسلمان آباد ہیں۔ کروٹ قوم پرور مطالبہ کرتے تھے کہ تاریخی اور اقتصادی وجوہ کی بنیاد پر یوسینا کو کروٹیاں میں شامل کیا جانا چاہیے لیکن اسی قسم کی دلائل کی بنیاد پر سرب قوم پرور اسے سربیا میں شامل کرانے کے خواہشمند تھے مگر ٹیٹو نے فیصلہ کیا کہ یوسینا اہل یوسینا ہی کے لئے ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کروٹ اور سرب۔ اس فیصلہ کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اہل یوسینا اپنی آزادی پر فخر محسوس کرنے اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے بیش از بیش جدوجہد کرنے لگے اور اس علاقہ میں قومی مدافعت اور آزادی کی تحریک میں نمایاں قوت پیدا ہو گئی۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی کچھ کم دلچسپ ثابت نہ ہوگا کہ ٹیٹو کے اس سیاسی عمل کی جو یوگوسلاویہ یا جزیرہ نمائے بلقان ہی کے لئے نہیں بلکہ براعظم یورپ کے لئے بھی زبردست ترین اہمیت کا حامل ہے تمام قوم پروردوں کی جانب سے شدید مخالفت کی گئی تھی ایک طرف تو سربیا کے قوم پرور ٹیٹو پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ سربیا کے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے اور دوسری طرف کروٹ قوم پرور یہ کہتے تھے کہ اس نے کروٹیاں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں۔ پھر یہ الزامات دشمن کے مقبوضہ یوگوسلاویہ میں جرمنوں کے اشارہ ہی پر عاید نہیں کیے جاتے تھے بلکہ انھیں براہ فہوی اخبارات میں بھی جگہ دی جاتی تھی حتیٰ کہ ماضی کی طرح اس موقع پر بھی بلقان کے

تمام قوم پروردوں نے خواہ جرمنی کے مقبوضہ یورپی ممالک میں آباد اور اس کے اشاروں پر چلنے والے تھے یا جمہوریت پسندی کا حامی رہیں کہ غیر مقبوضہ یورپی ملکوں میں جلاوطن کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے تھے ٹیٹو کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا تھا۔

اس موقع پر میں یہ کہہ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یوگوسلاوی اقوام کے ان مفروضہ لائحہ عمل مسائل کو انگلستان اور امریکہ کے اجازت میں بے حد اہمیت دی گئی تھی جس کی ذمہ داری بھی انہیں قوم پروردوں پر عاید ہوتی ہے جو یہ بات ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یوگوسلاویہ میں کوئی مضبوط اور مستحکم حکومت اسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے جب کہ اس میں مختلف اقوام کو سمجھی کے ساتھ قابو میں رکھنے کی صلاحیت موجود ہو لیکن ٹیٹو نے اس خیال کی غلطی کو بے نقاب کر دیا ہے اور عملی طور پر ثابت کر دکھایا ہے کہ ریاست عوام کو جو آزادی دیتی ہے وہ اسے کمزور نہیں کرتی بلکہ طاقتور بنا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا سبق ہے جسے ہمیشہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

عہد زار میں روس کی مختلف قوموں نے بھی اسی طرح منظم اور متحد ہو کر اپنے ان حکمرانوں کا مقابلہ کیا تھا جو انہیں کچلتے رہتے تھے۔ اور آج سوویت حکومت کی زبردست ترین حامی وہی اقوام ہیں جن کے وطن کو عہد زار میں نوآبادیات کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ٹیٹو کے یوگوسلاویہ کو طرح چونکہ مذکورہ بالا روسی نوآبادیات کے باشندوں کو بھی آزادی مساوات اور خود مختاری نصیب ہو گئی تھی اور انہیں اس حقیقت کا احساس

ہو گیا تھا کہ وہ جس ریاست میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ان کی ہی ریاست ہے اس نے اس کی حفاظت اور بقا کے لئے انہیں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس مسئلہ پر جن لوگوں نے ٹیٹو سے گفتگو کی تھی انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ یوگوسلاویہ میں روسی طرز کی حکومت قائم کرنے کا خواہشمند ہے۔ یوگوسلاویہ میں دو ایوان قائم کیے جائیں گے۔ ایوان اول آبادی کے اعتبار سے منتخب کئے ہوئے نمائندوں پر مشتمل ہوگا اور اس ایوان کا ایکٹ کن تقریباً چالیس اور پچاس ہزار کے درمیان افراد کی نمائندگی کرے گا لیکن ایوان ثانی میں تمام اقوام کے مساوی نمائندے شامل ہوں گے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ ایوان اول میں، اس وجہ سے کہ یوگوسلاویہ میں سرب اقوام بکثرت آباد ہیں سرب نمائندوں کی اکثریت ہوگی لیکن ایوان ثانی میں مقدونیا کے باشندوں کو جو سرب اقوام کے مقابلہ میں تقریباً ۱/۵ ہیں مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔

صحیح حکمت عملی کے نتائج

ٹیٹو کے دوسرے اصول — عوام کو جمہوری اختیارات اور حقوق تفویض کرنا — پر نہایت استقلال کے ساتھ عمل کیا جا رہا ہے یوگوسلاویہ کی قومی فوج جب کسی شہرہ تصدیہ یا کاؤں کو آزاد کرتی ہے تو وہاں فوجی گورنر مقرر کرنے کی بجائے عام انتخابات کرائے جاتے ہیں۔

فوج کا کمانڈر لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان سے ان کے نمائندے منتخب کر کے لئے درخواست کرتا ہے اور یہ نمائندے فوج کے ساتھ ملکر اپنے شہر، قصبہ گاؤں کا انتظام کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے ٹیٹو نے ابتداء ہی سے فوج اور عوام کے مابین جمہوری طریقہ پر ایک گہرا ربط اور تعلق پیدا کر دیا ہے اور یہ تعلق بہت زیادہ مفید ثابت ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر رسد رسانی کے مسئلہ ہی کو لے لیجئے۔ اگرچہ رسد کی فراہمی فوجی حکام کی زیر نگرانی عمل میں آتی ہے لیکن اس کا انتظام مقامی قومی جماعتیں کرتی ہیں۔ فراہمی رسد کے سلسلہ میں کسی کو ضبط کرنے یا کسی شخص کو مجبور کر کے کوئی شے لینے کی اجازت نہیں۔ فوج کا مقامی قومی مجالس کو اپنی ضروریات سے مطلع کرو دیتا ہے اور یہ مجالس ضروری اشیاء کی فراہمی میں بالکل آزاد ہوتی ہیں۔

جبر و تشدد کے اندیشہ سے آزاد ہو جانے کے بعد فراہمی رسد کے مسئلہ میں کسانوں نے ہیرت انگیز فراہمی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اور وہ فوجی کمانڈر یا قومی مجلس کی توقع اور مطالبہ سے کہیں زیادہ سامانِ رضا کا امانہ طور پر دیتے رہتے ہیں۔ عوام کو جمہوری حقوق اور اختیارات تفویض کر دینے کے باعث کسانوں میں از سر نو خود اعتمادی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ قومی فوج ان اجنبی افواج کی طرح تصور نہیں کرتے جو انہیں بوستے کے لئے آئی رہی ہیں اسے اپنی فوج سمجھتے رہے ہیں۔

ٹیٹو کا تیسرا اصول جمہوری حکومت ہے اور اس کے اسی اصول سے ماتحت جیجسی میں آزاد شدہ علاقوں کے نمائندوں پر مشتمل پارلیمنٹ قائم کی

تھی۔ حتیٰ کہ اس میں جرمنی کے مقبوضہ علاقوں میں قائم شدہ قومی مجالس کے نمائندہ بھی شریک ہوئے تھے۔ اس پارلیمنٹ نے جو یوگوسلاویہ کو آزاد کرانے والی مخالف فاشیت قومی مجلس کے نام سے مشہور ہے ایک کارکن جماعت منتخب کر کے ان اوقات میں جبکہ مجلس کا اجلاس نہ ہو رہا ہو اس کارکن جماعت کو حسب ضرورت کام کرنے کے تمام اختیارات تفویض کر دیتے تھے اور اس جماعت کو قومی مجلس کے رد و رد جواب وہ قرار دیا گیا تھا۔ قومی مجلس کے اس اجلاس کے بعد تمام نمائندے جکی تعداد دو سو آٹھ تھی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے تھے اور ان کی عدم موجودگی میں کارکن جماعت ہی تمام ضروری قوانین بناتی اور ان پر عمل کرتی رہی تھی۔

کارکن جماعت نے ایک قومی کابینہ منتخب کر کے اسے قومی حکومت اور قومی مجلس کی حقیقی کارکن جماعت تسلیم کر لیا تھا۔ اس کابینہ میں ایک صدر، تین نائب صدر اور متعدد وزراء شامل تھے۔ جہاں تک یوگوسلاویہ کے دستوری مسائل کا تعلق تھا قومی مجلس نے ایک قرارداد کے ذریعہ یوگوسلاویہ کی جلاوطن حکومت کو اس کے تمام حقوق اور اختیارات سے محروم کرنے کا اعلان کرنے کے بعد اتحادیوں کو متنبہ کیا تھا کہ یوگوسلاویہ سے تعلق رکھنے والے تمام مسائل صرف اس کے حقیقی نمائندوں سے گفت و شنید کرنے کے بعد ان کی مرضی سے طے کئے جاسکتے ہیں۔ یوگوسلاویہ کی اس قومی مجلس کا سب سے بڑا کالنا مر یہ ہے کہ اس نے کمیونسٹوں سے لے کر بدترین قدامت پسندوں تک ہر خیال کے سیاسی رہنماؤں اور ان کی سیاسی تحریکات کو متحد کر دیا۔ لیو کی قومی تحریک کا یہ ایک ایسا پہلو ہے

جواہر برطانیہ کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ٹیٹو کی مخالفت میں جس قدر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اس میں اس امر پر زور دیا جاتا ہے وہ کمیونسٹ ہے۔

بلاشبہ ٹیٹو کمیونسٹ ہی نہیں بلکہ یوگوسلاویہ کے کمیونسٹوں کا رہنما بھی ہے لیکن اگر ہم یوگوسلاویہ کی قومی تحریک کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں یوگوسلاویہ کمیونزم کا صحیح مفہوم اور یوگوسلاویہ کی دیگر سیاسی تحریکات کے ساتھ اس کے تعلق کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

فروری ۱۹۴۴ء میں مسٹر ونسن جرحل نے دارالعوام میں ایک تقریر کی تھی جو یوگوسلاویہ کی قومی فوج میں کمیونسٹ عناصر کی موجودگی کے متعلق کہا تھا۔

”یوگوسلاویہ میں قومی آزادی کی تحریک کو شروع کرنے کا شرف کمیونسٹ عناصر کو حاصل ہے لیکن قومی فوج کی تعداد اور قوت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اتحاد اور اصلاح کا عمل بھی ترقی پاتا رہا ہے اور اب وہاں دوسرے تمام تصورات کی جگہ قومی تصورات نے لے لی ہے۔ مارشل ٹیٹو کی ذات میں قومی فوج کو ایک زبردست رہنما مل گیا ہے۔ آزادی کی لڑائی میں فتح و نصرت کے راستے پر چلانے والا رہنما“

اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کمیونسٹ عناصر یوگوسلاویہ کی قومی تحریک کے پیش رو اور ہر اول تھے۔ انہوں نے تحریک کی ابتدائی منازل میں اس کی تعمیر اور تنظیم کی تھی، انہوں نے اسے کامیاب بنانے کے لئے جفاکش

اور پیشہ اور مستقل مزاج رہنا چاہیے۔ کتنے تھے اور قومی فوج کا سپہ سالار اعظم ٹیوٹو انہیں رہنماؤں میں سے ایک رہنا تھا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ سحر یک نشان ہوئے ایسی تمام جمہوریت پسند قومی جماعتیں جو نہ کمیونسٹ تھیں نہ کمیونسٹوں کی مخالفت!۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ مغربی یورپ میں کمپن ازم کی مخالفت سا جو راستے قائم کی گئی ہے اسے اس غلط فہمی میں وہاں کی باتیں باور سے تعلق تھے والی سیاسی جماعتیں بھی مبتلا ہیں لیکن بلقان اور خصوصاً یوگوسلاویہ میں ان خیالات پر غلط فہمیوں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل نہیں۔ اس وجہ سے ٹیوٹو کے لیے کمیونسٹ ہے۔ یوگوسلاوی عوام کا رہنا جاننا کوئی دشوار کام نہیں تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح جرمنی کے لئے قدامت پسند ہونے کے باوجود ان برطانوی عوام نایت حاصل کر لینا ان میں سے بیشتر قدامت پسندی کے مخالفت میں کوئی دشوار نہیں۔ اگر برطانوی عوام کی حمایت حاصل کر لینے کے بعد مسٹر بریل کے متعلق بات نہیں کہی جاسکتی کہ وہ قدامت پرست نہیں ہیں۔ تو ٹیوٹو کے متعلق بھی یہ کہنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ اب وہ کمیونسٹ نہیں۔ جس طرح مسٹر بریل ابھی تک انگلستان کے قدامت پسندوں کے رہنا میں اسی طرح ٹیوٹو بھی یوگوسلاوی کمیونسٹوں کا رہنا ہے۔ اپنی اپنی جماعتوں کے رہنا ہوتے ہوئے بھی ان دونوں کو دوسری عتوں کا اعتماد اور اشتراک عمل حاصل کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ میرا موازنہ غیر متناسب ہو لیکن میں معاملات کو واضح کرنے کے ایک تجربہ پھر عمل کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح گزشتہ زمانہ میں برطانیہ قدامت

پسند رہا ہے یا کم از کم انتخابات کے مواقع پر اسی قسم کا رجحان ظاہر ہوا ہے اسی طرح یوگوسلاویہ ترقی پسند یا بالفاظ صحیح انقلاب پسند رہا ہے اور جس طرح برطانیہ کے بیشتر سیاست دان قدیم روایات اور سیاسی نظام کو قائم رکھنے کے خواہشمند رہے ہیں اسی طرح یوگوسلاویہ کے بیشتر رہنما پچیس سال قبل ریاست یوگوسلاویہ کے قیام کے روزِ ازل ہی سے انقلاب پسندی اور تغیر آفرینی کی جانب مائل رہے ہیں۔ اگر ٹیٹو یوگوسلاوی عوام کی ان خواہشات اور خیالات کی نائزگی نہ کرتا جو جنگ عظیم ثانی سے قبل ہی لاکھوں یوگوسلاویوں کے دلوں میں موجود تھے تو فوجی کامیابیوں کے باوجود اسے اس ملک کے باشندوں کی عام نائید اور حمایت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

یوگوسلاویہ کے انقلاب پسندانہ کردار سے مغربی یورپ کے اس وقت تک قطعاً بے خبر اور ناواقف رہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ دو عظیم ترین لڑائیوں کے درمیان یوگوسلاویہ میں عموماً آمرانہ حکومتیں قائم رہی ہیں اور وہ اس ملک کے متعلق دنیا کے زبرد غلط اور گمراہ کن معلومات بہم پہنچانا اپنا فرض سمجھتی رہی ہیں۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہونے سے قبل مغربی یورپ میں کبھی ٹیٹو کا نام بھی نہیں سنا گیا تھا حالانکہ وہ برسوں سے یوگوسلاویہ کے مزدوروں اور پیشہ دروں کی جماعتوں کا مسئلہ رہنما سمجھا جاتا تھا۔

بلقان پر ٹیٹو کا اثر

اس موقع پر اگر میں بحیثیت مجموعی بلقان میں ٹیٹو کے اثر و سوز کا جس

نتائج سے باقی ماندہ یونٹس کا متاثر ہونا بھی لازمی امر ہے ذکر نہیں کروں گا۔ یہ امر ٹیوٹو کی تحریک کی نامکمل ہی نہیں بلکہ گمراہ کن تصویر پیش کرنے کے مترادف ہے۔ ٹیوٹو کی حیثیت کے انقلاب پسند رہنماؤں کی شہرت اور جدوجہد کے سچے اگرچہ عموماً ان کے ممالک ہی کی حدود تک محدود رہتے ہیں لیکن ان میں یہی روح ضرور موجود ہوتی ہے جو ریاست اور وطنیت کی مصنوعی حدود میں حدود محدود نہیں رہ سکتی۔

مجھے کامل یقین ہے کہ ایک دن آئیٹیکا جب یوگوسلاوی اقوام ہی نہیں بلکہ غان کی تمام قومیں ٹیوٹو کی عزت اس عظیم شخص کی حیثیت سے کرنے پر مجبور ہو جائیں گی، جس کی کامیابیوں میں خود ان کی کامیابی بھی مصممتھی۔ جنگ عظیم ثانی سے قبل یوگوسلاویہ کی طرح بلقان کی تمام ریاستوں میں بھی ظالمانہ اور آمرانہ حکومتیں قائم تھیں اور اگرچہ بعض ممالک کی حکومتوں میں معمولی سا فرق ضرور تھا۔ لیکن یونان، نارویج، البانیہ اور رومانیہ کی حکومتوں کے متعلق میرا یہ بیان حرف بحرف صحیح ہے۔ ان حکومتوں کے ماتحت بلغاریہ اقوام کی حالت ایک 'خوابیدہ عفریت' کی طرح تھی لیکن ان ممالک میں جرمن اقتدار کے قیام کے بعد جرمنوں کے شدید پین اور ناقابل تصور مظالم کی بدولت یہ 'خوابیدہ عفریت' پیدا ہو گیا۔ بلغاریہ اقوام کا جذبہ حصول حریت کا یہ خوابیدہ عفریت بعض بلغاریہ ممالک میں کسی قدر پہلے بیدار ہو گیا تھا اور اسی لئے ان ممالک کے باشندوں نے حریت کی لڑائی کی صف اول میں جگہ پائی تھی بعض ملکوں میں یہ جذبہ کسی قدر تاخیر کے ساتھ بیدار ہوا اور شاید کچھ ملکوں میں ابھی کر دہا ہی لے رہا ہے۔ لیکن تمام ممالک کا

مارشل ٹیٹو

رجحان ایک ہی جانب ہے اور خواہ بعض اقوام سرعت کے ساتھ بیدار نہ ہو سکیں لیکن بیداری کا یہ عمل جاری اور ترقی پذیر ضرور رہے گا۔

مارشل ٹیٹو کے تمام بلقان کی تحریکات مدافعت کا مرکز بن جانے کو محض اتفاق ہی پر محمول نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کی مقبولیت کی بنا اس کی ان قومی کامیابیوں ہی کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ جن سے متاثر ہو کر البانیہ، یونان اور بلغاریہ کی صحیابہ فوجوں نے بھی حریت کا پرچم بلند کیا ہے بلکہ اس کی مقبولیت کا اصل راز اس کے سیاسی طرز عمل میں مضمر ہے اور اس کے اس طرز عمل کو یوگوسلاویہ کی سرحدوں سے باہر بھی قدر و وقت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

ٹیٹو نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ جب کوئی قوم اپنے ملک پر خود حکم کرنے کا فیصلہ کرتی ہے تو بھرناتسی جو من اور ان کے اجیری نہیں بلکہ وہ حکمران گردہ بھی جو ظلم و تعدی کے خود ساختہ ماحول میں پرورش پاتے ہیں بے بس ہو کر جاتے ہیں

جدید یوگوسلاویہ کا وہ پیغام جو آزادی، جمہوریت اور سماجی انصاف کا منظر ہے محض یوگوسلاویہ کے باشندوں ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ بلقان کی تاریخ تو کے نقطہ پر پہنچ چکی ہے اور جس طرح آج ہم جدید یوگوسلاویہ کو ٹیٹو کا یوگوسلاویہ کہہ سکتے ہیں اسی طرح کل ہم بلقان کو بھی ٹیٹو کا بلقان کہہ سکیں گے باقی ماندہ یورپ کے لئے یہ نکتہ زبردست اہمیت کا حامل اور قابل غور ہے۔

مطبوعہ محمد اردو پریس دہلی

